گفتگو
29
واصف علی واصفؒ

گفتگو۔29

واصف علی واصف

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

301-A محمد علی جوہر ٹاؤن، لاہور

فون: 0300-4003726

واحد تقسیم کار

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

فون: 37352332-37232336

نام کتاب	....	گفتگو۔29
مصنف	....	واصف علی واصف
ناشر	....	کاشف پبلی کیشنز، لاہور
		A - 301 جوہر ٹاؤن، لاہور
مطبع	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	اویس احمد
سن اشاعت	....	جون 2015ء
قیمت	....	-/300 روپے

ملنے کا پتہ

علم وعرفان پبلشرز

40۔ الحمد مارکیٹ، لاہور

فون: 0423-7232336---0423-7352332

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

میرا نام واصفِ باصفا میرا پیر سیّدِ مرتضےٰ
میرا وِرد احمدِ مجتبےٰ میں سَدا بہار کی بات ہوں

(حضرت واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

جب بنسری سے نغمہ نکلتا ہے تو سُننے والے نہال ہو جاتے ہیں اور نغمے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یوں نغمہ اُن کے اندر اور وہ نغمہ کے اندر سرایت کرتے جاتے ہیں۔ نغمہ سُننے والے اُنہی لوگوں کے اندر ایک شخص ایسا بھی بیٹھا ہوتا ہے جو اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ بنسری تو خُوب ہے' نغمہ خُوب تر ہے لیکن یہاں پہ غور کا مقام یہ ہے کہ اس آواز اور آواز کے درد میں ایک کہانی چھپی ہوئی ہے۔ کہانی یہ ہے کہ یہ بنسری اپنی جدائی کی داستان بیان کر رہی ہے۔ ''داستانِ الفراق'' یہ ہے کہ میں محض بنسری نہیں ہوں بلکہ اپنے جنگل میں اُگے ہوئے ایک بانس کا ٹکڑا ہوں جسے کاٹ کر اُس سے جدا کر دیا گیا ہے اور میں اس جدائی کا رُونا رو رہی ہوں' مجھ میں جو سوزتم محسوس کر رہے ہو وہ دراصل میرے فراق کا درد ہے۔ افراد کے ہجوم میں موجود کوئی ایک شخص جب اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے تو وہ اس تناظر میں انسانی زندگی کو' زندگی کے سفر کو اور اس سفر کے انجام کو غور سے دیکھتا ہے۔ اس طرح اُس پر کتنے ہی مخفی راز آشکار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ادراک کی اس روشنی میں وہ مخفی اور مکنون علوم کے موتیوں کے خزانے سے متعارف ہوتا ہے۔ جلد ہی اُسے کائنات کی ایک بہت بڑی حقیقت سے آشنائی ہوتی ہے کہ تمام علوم کا مالک اور خالق اللہ تعالیٰ ہے جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ اُسی کی سُنت ہے کہ وہ چھپا ہوا خزانہ رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ جوشِ رحمت میں آ کر آشکار اور اظہار ہو جاتا ہے۔ اس کام کے لیے وہ کسی کو صاحبِ اذن بنا دیتا ہے تا کہ بھٹکے ہوئے راہی اپنے اپنے حصّے کی روشنی لے کر سیدھا راستہ چلنے کے قابل ہو جائیں۔ ہمارے زمانے میں قبلہ محترم واصف صاحبؒ کو اِس نعمتِ اولیٰ سے جب سرفراز فرمایا گیا تو ہر سطح' ہر طبقے اور ہر خیال کے افراد نے اُن سے رجوع کیا' ذاتی پرابلم سے لے کر ملکی' مِلّی' دینی اور روحانی مسائل اُن کی خدمت میں عرض کیے اور اُن کا حل پایا۔ ایک روز آپؒ نے فرمایا کہ اس وقت تم سوال ہو' تمہیں اس کا جواب مل رہا ہے' پھر سب چلے جائیں گے مگر آنے والے زمانوں میں جس کسی کا یہ سوال ہو گا اُس کو کتاب سے جواب مل جائے گا۔ فیض اس کو کہتے ہیں اور یوں یہ فیض جاری ہے۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ آج 29 ویں منزل پہ آن پہنچا ہے اور انشاء اللہ جاری وساری رہے گا اور پڑھنے والے اپنے اپنے حصّے کا فیض پاتے جائیں گے۔

فہرست

___...___

(1)

1 سر! انسان کی مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟

2 نحن اقرب من حبل الورید ___ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

03-10-85

مجبوری، آزادی اور تقرب

سوال:

سر! انسان کی مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟

جواب:

زندگی میں مضامین اتنے ہیں کہ بے انتہا۔ ہر چیز ہر آدمی کے لیے نہیں ہے۔ اس کو ذرا غور سے دیکھیں، حتیٰ کہ جو سارا قرآن پاک ہے وہ بھی آپ کے عمل کرنے والی یا عمل کی دعوت یا عمل کا حکم دینے والی کچھ آیتیں ہیں۔ کچھ آیات ہیں جو صرف اطلاع کے لیے ہیں، کہ ہم نے پہلی اُمتوں کے ساتھ کیا کِیا۔ اُس سے نتیجہ نکلتا ہے جو آپ کے عمل کی اصلاح کرے، لیکن دین صرف عمل کی اصلاح نہیں ہے، خیال کی اِصلاح بھی ہے، عقیدے کی اصلاح بھی ہے۔ آپ کا رجوع اگر صداقت کی طرف ہوگیا، سفر نہ بھی کر سکے، پھر بھی آپ صداقت میں ہی مرے، کیونکہ بہت ساری کثیر وسعتوں اور جہتوں سے نکل کر آپ نے صداقت کی طرف رُخ کرلیا۔ آپ نے یہ رُخ کرنا ہے، فاصلے تو یہاں ہیں نہیں کہ Geographical فاصلہ ہو کہ آپ دس میل چلتے تو اللہ کا آستانہ آ جاتا۔ یہاں تو حقیقت کا آستانہ آپ کی پیشانی میں ہے۔ یعنی کہ یہ پاؤں چلانے کا نام تو نہیں ہے، وہ آپ کی پیشانی میں ہے یا آپ کے دل میں ہے، جس طرح کہ وہ فلک آپ کی آنکھ کے تِل میں ہے۔ اب یہ آپ غور کرو کہ آپ کے لیے ایک دعوت یہ ہے کہ آپ اگر کوئی کام بھی نہ کرو، نیکی بھی نہ کرو، بدی بھی نہ کرو، کام ہی نہ کرو، جیسے پیدا ہوئے ویسے چلتے جاؤ، جیسے پیدائش میں تھے اگر ویسے موت آ جائے تب بھی آپ بخشے گئے۔ معصوم بچہ، معصوم موت۔ گویا کہ جو بگاڑ ہے یہ آپ کے عمل، آپ کے ارادے اور آپ کے علم میں ہی ہے۔ باقی تو اس میں کوئی فرق نہیں۔ زندگی کا سارا مدعا یہ ہے کہ معصوم پیدا ہوئے، معصوم انتقال ہو جائے۔ معصوم جو ہے وہ تقربِ الٰہی کا نام ہے، اگر اسی حالت میں انتقال ہو جائے تو بڑی بخشش کی بات ہے۔ اب ہم نے جو کیا ہے، اس زندگی میں ہم نے کچھ علم حاصل کیا، کچھ عمل کِیا۔ ہمیں عمل کا تو پورا بھروسہ نہیں ہے کہ صحیح ہے کہ نہیں ہے لیکن علم ہم چھوڑتے نہیں ہیں۔ ہم اُس کو اپنا سرمایہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ علم صحیح ہے حالانکہ اُس کے نتیجے میں عمل غلط ہوگیا۔ اس لیے سکون نہیں ہے۔ اب عمل غلط جو ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اچھا عمل ملنا چاہیے تاکہ وہ میرے علم کے مطابق Agree کرے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ علم ہی صحیح نہیں ہے تو پھر ساری بنیاد ہی متزلزل ہوگئی۔ مدعا یہ ہے کہ اس پہ غور کریں کہ کون سا علم ہے جو ضروری ہے اور کون سا عمل ہے جو ضروری ہے تاکہ آج کا انسان اس کرب اور پریشانی سے نکل جائے۔ سب سے پہلے آپ نے اتنی سی بات کرنی ہے کہ یہ جو آپ کا اپنا وجود ہے، جو آپ کی زندگی ہے، جو آپ کی ذات ہے، اِس ذات، اِس زندگی، اِس وجود کو احترام سے دیکھو۔ پرستش سے نہ دیکھو۔ احترام سے اس لیے دیکھو کہ آپ کے ذہن میں واجب الاحترام وہ ذات ہوتی ہے جو یکتا بھی ہو اور جو تقربِ الٰہی میں بھی ہو۔ جتنی بھی قابلِ احترام باتیں ہیں وہ ساری کی ساری اس وجود میں موجود ہو سکتی ہیں۔ یعنی آپ کے وجود میں، ذاتی وجود میں۔ یعنی کہ توبہ کر کے یہ گناہ سے نکلتا ہے، رُخ صحیح کر کے یہ صحت کا راستہ طے کرتا ہے، صحتِ علمی اور صحتِ عملی دونوں کا راستہ طے کرتا ہے، ایمان حاصل کر کے یہ مومن ہو جاتا ہے اور اُس کی یاد کے ساتھ یہ تقربِ الٰہی میں چلا جاتا ہے۔ یعنی کہ یہ وجود تمام صفات، بلند صفات، ساری کی ساری صفات حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آپ نے میری بات پہ غور کیا؟

جتنی بھی صفات ہیں ذات کی صفات جو بیان کی گئی ہیں آپ اپنی ذات کے اندر اُن تمام صفات کا ذائقہ لے سکتے ہو۔ آپ میری بات نہیں سمجھے۔ مدعا یہ کہ آپ یہ کہتے ہو کہ وہ رحمٰن ہے رحم کرے گا رحم کر کے بھی دیکھو تھوڑا سا۔ جب آپ رحم کر کے دیکھتے ہیں تو پھر سمجھ آتی ہے کہ آپ نے رحمٰن کو تسلیم کر لیا۔ اگر اس کو رحمٰن مانتے ہو اور رحم کرتے نہیں ہو تو نہ تم نے اس کو مانا اور نہ اپنے آپ کو مانا۔ اب یہاں دِقّت آئی پڑی ہے کہ ہم اس کو رحمٰن کہتے ہیں کہ یا رحمٰن رحم فرما اور جب ہمارا وقت آتا ہے تو ہم رحم نہیں کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ رحمٰن کو پکار رہے ہو رحیم کو پکار رہے ہو یعنی کہ رحمت کرنے کی خواہش ہے تم میں صرف رحمت لینے کی خواہش ہے آگے کرنے کی خواہش نہیں۔ یہاں پہ آ کے تمہارے علم اور عمل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جتنی بھی صفات ہیں ذات کی صفات ہیں وہ ساری کی ساری جو ہیں اس ذات کے اندر اُن کا عکس موجود ہے۔ وہ خالق ہے خالق بڑی ذات ہے بڑی صفت ہے بڑا عمل ہے۔ اور آپ اپنی Domain میں خالق ہو وہ خالق تو نہیں ہو لیکن آپ کے پاس تخلیق کے مراحل معیار اور درجے تو ہیں کتاب ہو اولاد ہو کوئی چیز بنالو کوئی اور خیال تخلیق کر لو۔ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہو۔ اگر آپ کو حُسنِ تخلیق پر یقین ہے تو حُسنِ تخلیق کرو۔ جب آپ کی تخلیق کا وقت آتا ہے تو آپ ملاوٹ کر دیتے ہو۔ پھر آپ کہتے ہو کہ وہ خالق ہے وہ بے نیاز ہے۔ جو جو صفات آپ کہہ رہے ہو تبھی پکارو کہ وہ صفات آپ نے اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ اس سفر کے اندر یہ پہلا پوائنٹ ضروری ہے کہ جس صفت کو آپ پکار رہے ہو اُس صفت کا اگر آپ کو فیض مل جائے تو وہ صفت آپ نے آگے رائج کرنی ہے۔ اگر رائج کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر پکارنا کیا ہے۔ یہاں پر ایک واقعہ پیدا ہوتا ہے جس سے پھر تمہارے اندر ایک انقباض طاری ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اُس کی صفت مانتے ہو رزق دینے والا رزاق۔ اب یہی ایک مشکل مرحلہ تھا جس کو بیان کرنا آپ کے خیال میں مشکل تھا وہ رزق دیتا ہے آپ کو بھی دیتا ہے۔ اب کیا کرو گے؟ پیسہ تو نہیں کھانا تم نے کھانی تو روٹی ہے۔ رزق کا مطلب ہے کہ آگے تم کسی اور کے لیے تقسیم کرنے کے انداز سے رازق ہو۔ یعنی اُس رزق کو آپ پہنچاتے ہو اولاد کو رشتے داروں کو اتفاقیہ آنے والے مہمانوں کو ____ جس کو بھی آپ دو آپ دیتے رہتے ہو۔ اگر آپ اُس سے رزق لیتے ہو اور دیتے نہیں ہو تو بخیل ہو کے مارے گئے جمع مال و عددہ پھر تو آپ پر وہ رزق فیض کے بعد ایک عذاب بن گیا۔ وہ رزق فیض نہیں ہے جس رزق کی تقسیم تم پر مشکل ہو وہ رزق عذاب نہیں تو آزمائش ضرور ہے۔ لہٰذا اس رزق سے گریز کر جو تیرے لیے آزمائش بن جائے وہ تیرے راہ کی رکاوٹ ہے تیرے سفر کا حجاب ہے اور تیری منزل کے لیے ایک رکاوٹ ہے۔ اگر تمہیں لے کے دینا بھی آسان ہے رزق دینا بھی آسان ہے تو صفت کے اندر شامل ہو گئے۔ اگر صفت میں شامل ہو گئے تو پھر تم وہ تو نہیں ہو لیکن اُس کے تو ہو گئے۔ وہ ہونا تو مشکل ہے لیکن اُس کا ہو جانا تو آسان ہے۔ اس کو آپ Sum Up کرتے ہیں۔ آپ جس صفت کو پکار رہے ہو وہ صفت اگر کبھی اتفاق سے آپ کے لیے فیض رساں ہو جائے تو جن کے پاس اُس صفت کا فیض نہیں ہے وہ اُن تک پہنچاؤ۔ اگر آپ کے پاس قوت آ جاتی ہے تو وہ تو قوی ہے اور شدید بھی ہے۔ قوی سے آپ نے کیا لینا ہے؟ قوت ہی لینی ہے ناں۔ قوی سے جب آپ نے قوت لے لی اور قوت آپ نے کمزور کو ڈرانے میں لگا دی تو پھر آپ اچھے مقام کی قوت لے کر اُسے غلط انداز سے استعمال کر رہے ہو۔ یہ آپ کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ دینے ولا جو ہے وہ سب کے لیے دینے والا ہے تم اُسی سے لے کر اُسی کے بندوں کو اُسی صفت سے محروم کر رہے ہو۔ یہ چیز تمہارے لیے ایک آزمائش بن جاتی ہے۔ اب آپ دیکھو کہ جتنی بھی نعمتیں آپ کے پاس ہیں کسی انداز کی ہوں اگر وہ آپ اپنے تک رکھتے ہو تب بھی وہ نعمت اپنے اندر وجود میں دفن ہو جاتی ہے۔ اور اگر غلط مقام پر دیتے ہو تو پھر آپ کی تقسیم غلط ہو جاتی ہے۔ نعمت کا مقام صرف صحیح مقام تک اس کی Distribution ہے یہی تیرا کام ہے۔ اور تیرا کام ہی کوئی نہیں ہے۔ نعمت وصول کرو اور اس تک پہنچا جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے۔ غلط مقام پر نہیں پہنچانا۔ یہ کام جتنی نفاست سے اور دیانت سے کرو گے اتنا ہی تمہیں تقرب ملتا جائے گا۔ اور کچھ بھی نہیں کرنا۔ ہمارے

ساتھ ایک آدمی جو ہے' اُس نے انسان کے ساتھ' اللہ والے کے ساتھ' ایک انسان نے زیادتی کر دی۔ اُسے غصہ آ گیا۔ اُس نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ کافر تھا جسے اُنہوں نے گرایا ہوا تھا۔ کافر نے کہا کہ آپ نے چھوڑا کیوں ہے جب کہ آپ کے پاس تلوار بھی ہے اور میں کافر بھی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اِس میں میرا غصہ شامل ہو گیا تھا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے غصہ کی وجہ سے' اُس کے غصہ کا جو میں مظہر تھا' اُس میں مَیں ملاوٹ نہیں کرنا چاہتا۔ گویا کہ اُس کے جلال کے اندر بھی اپنا جلال شامل نہ کرنا۔ بات سمجھ آئی؟ صرف اس کو Distribute کرنا ہے۔ اگر وہ کہے کہ جنگ کرو تو جنگ کرو' وہ کہے بند کرو تو بند کر دو۔ یہی آپ کا کام ہے۔ آپ صفات کے حوالے سے بھی ناقص Distributor ہو۔ طلب کرتے رہتے ہو اور پھر طلب آگے تقسیم نہیں کرتے ہو۔ جو چیز موجود ہے اُس کو آپ Proper Quarter تک تقسیم نہیں کرتے ہو۔ یہ ایک مقام ہے۔ ہر انسان کے اندر وہ تمام چیزیں موجود ہیں جس کا اس کو علم ہے یا کبھی گمان ہے۔ جو آپ چاہتے ہو' کتنا ہی ناممکن ہو چاہنا بذاتِ خود ہی ممکن ہے۔ جو آپ نے چاہا ہے وہ ناممکن' آپ کی خواہش ہو گئی' تو خواہش کا ہونا ہی اس کا اِمکان ہے۔ لہٰذا ہر خواہش' پوری ہو سکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب اس کا عمل کیا ہے؟ اس کے عمل دو ہیں۔ ایک تو خواہش کو اُس کے Proper Action کے مطابق لے چلو' وہ پوری ہو جائے گی۔ پھر دُعا کے ذریعے بھی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر وہ پوری نہیں ہوتی تو پھر سوچنا پڑے گا کہ کہیں مجھے خواہش سے دست بردار ہونے کا تو نہیں کہا جا رہا۔ پھر اُس کے حکم سے دست بردار ہونا اِتنا ہی آسان ہونا چاہیے جتنا تم نے اُس کو اُٹھایا ہوا ہے۔ اگر خواہش سے دست بردار ہونا نہیں آتا تو خواہش کو نہ پیدا کرنا۔ اس سفر کے اندر یہ بات بہت مشکل ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ آپ کا ارادہ' آپ کی خواہش' بڑی نیک چیزیں ہیں لیکن اگر آپ کی خواہش کے اندر دست بردار ہونے کی صلاحیت نہیں ہے تو خواہش سے فوراً گریز کر لو' کیونکہ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ خواہش پیدا ہونے دیتا ہے اور جب خواہش پروان چڑھتی ہے تو کہتا ہے کہ تم میرے بڑے مخلصین ہو' ایک چھوٹا سا کام کرو۔ انسان کہتا ہے کہ حکم فرمائیں' آپ تو کائنات کے مالک ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ خواہش چھوڑ دے۔ کہتا ہے کہ جی یہی تو مشکل ہے' یہ خواہش چھوڑ نہیں سکتا۔ یہاں آ کے پھر تم الٰہیات کے ساتھ اپنا ذاتی تعلق توڑ دیتے ہو۔ خواہش کو اُس کے حکم پر ترک نہیں کرتے۔ ضروری یہ ہے کہ اُس کے حکم پر خواہش اُٹھانا اور پھر جب وہ کہے تو ترک کرنا۔ ایک مثال بتاتا ہوں آپ کو۔ ایک آدمی کو اُس کے بزرگ نے حکم دیا کہ تم ذکر کرو' اللہ کا ذکر۔ اُس نے بڑا ذکر کیا اور کیفیت میں آ گیا' جذب میں آ گیا۔ چلتے چلتے اُس کو کسی دیوار کے ساتھ کہیں ٹھوکر لگی تو سر سے جو خون نکلا اُس سے بھی اللہ کا ذکر جاری ہو گیا۔ پیر نے بُلایا۔ کہتا ہے کہ السلام علیکم یا حضرت' ہمارا کام ہو گیا۔ پیر صاحب نے کہا کہ اب تُو ذکر بند کر۔ کہتا ہے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ ذکر دینے والا اور کرانے والا پیر صاحب خود آپ ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کو بند کرو ____ گویا کہ اگر ایک حکم ماننا آتا ہے اور دوسرا ماننا نہیں آتا تو تمہاری پیروی آدھی رہ گئی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دین کی تعریف یہ ہے کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ کہیں کہ تم ذرا ٹھہر کے یہ کام کرو تو تم یہ نہ کہنا کہ میں عبادت میں مصروف ہوں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر ذرا بھی تذبذب کرنے سے **حبطت اعمالھم**۔ سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ وہ اعمال عبادت کے ہیں۔ اور اعمال کیا ضائع ہونے ہیں۔ یعنی کہ یہ وارننگ کے طور پر ہے کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ اگر تو پیسہ ضائع ہو تو اللہ کو تو پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کو اعمال ضائع کہے۔ یعنی کہ وہ جو تم نے عبادت کے اعمال مرتب کر رکھے ہیں اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کو اِنکار ہو جائے تو **حبطت اعمالھم**۔ وہ ایسی ذات جن کے سامنے اونچا بولو تب بھی آپ کے اعمال ضائع ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ ہر چیز کا خیال رکھو کہ کس مقام پر کیا ہونا ہے اور کسی اور مقام پر کیا ہونا ہے۔ میں آپ کو یہ مضمون بتا رہا ہوں کہ آپ کے وجود کے اندر تمام صلاحیتیں ہیں اور آپ اپنے وجود کو یا اپنی ذات کو ہمیشہ کچھ بنانا چاہتے ہو۔ تکلیف بنانے کے خیال میں غلط نہ

بنا بیٹھنا۔ اس لیے میں نے یہ بتایا تھا کہ تین چیزیں بہت ضروری ہیں۔ نمبر وَن یہ کہ آپ میں اللہ کے نام پر ایک تو یہ روٹین کی زندگی ہے جیسے ہم چل رہے ہیں' کمایا' کھایا' محنت کی' ٹائم ٹیبل اور پھر پروگرام کے مطابق۔ زندگی میں ایک ایسا مقام ہے جس کو آپ کہتے ہو کہ آپ کی خواہش' آپ کے عزائم' جو دیکھے ہوئے نہیں ہیں' آپ کا عقیدہ' جو نظر نہیں آیا اور آپ کا اس ذات پر ایک حسنِ اعتقاد' جو آپ کے اعمال کے علاوہ نتیجہ دے۔ اعمال کا نتیجہ تو ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ اعمال کا نتیجہ تو صحیح نہیں ہے۔ اس لیے ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اعمال سے اُس کے علاوہ اور اس سے بہتر کوئی نتیجہ عطا فرمائے۔ اگر خدا کرے تو اس کو رحمت کہتے ہیں اور بندے کی طرف سے کوئی بات ہو تو وہ فیض ہے۔ اب اِس کی تعریف میں یہ بتا رہا ہوں کہ جب آپ کوئی سا کام' کوئی سا سفر' کوئی سا مقام مقرر کر دیتے ہیں کہ یہ مقام' یہ سفر' یہ ذات' یہ واقعہ صرف اللہ کے لیے ہے۔ نماز تو فرض ہے' وہ آپ سارے پڑھ رہے ہو۔ حج روزہ زکوٰۃ یہ سارے فرائض آپ پورے کر رہے ہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی ایک چیز آپ مقرر کر دیں کہ یہ کام صرف اللہ کے لیے ہے۔ کوئی سا کام' کوئی سی ذات جس سے ملاقات صرف فی سبیل اللہ ہو یا کوئی سا ارادہ جو صرف الٰہیات کے لیے ہو یا کوئی سا Visit یا کوئی سی جگہ جو آپ نے مقرر کر رکھی ہے۔ وہ وجود ہو' وہ زندہ ہو' وہ بے شک غیر زندہ بھی ہو یعنی کوئی جگہ ہو۔ وہ آپ جب مقرر کرتے ہیں کہ میرا یہ کام صرف اللہ کی خاطر ہے' اگر اُس میں استقامت ہو' وہ لگاتار ہو' بار بار ہو بلکہ ہزار بار ہو اور اس ہزار بار ہونے میں پوری تکرار کے ساتھ قائم ہو اور اُس میں آپ برقرار رہ گئے تو سمجھو کہ آپ کے لیے بہتری شروع ہوگئی۔ کہتا ہے کہ ہم پچیس آدمی اس سفر پر چلے تھے' وہ سارے ایک ایک کر کے چلے گئے۔ کہتا ہے کہ انہیں بھی کچھ نہ ملا اور مجھے بھی کچھ نہ مِلا لیکن میں چلتا رہا اور وہ واپس چلے گئے۔ اب جو چلتا رہا اس میں کیا چیز ہے؟ استقامت۔ اگر آپ کے اندر استقامت ہے تو اسی استقامت سے چلنا ہے' تمہارے اندر یہ بات ہے۔ استقامت ہو اور اُس کام کا شوق ہو جس کام کی خاطر آپ چل رہے ہو۔ شوق کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ راستے کی کسی رکاوٹ کی پرواہ نہیں کرتا' کسی مجبوری کی پرواہ نہیں کرتا' کسی معذرت کو قبول نہیں کرتا اور وہ لگاتار چلتا ہی رہتا ہے' کبھی مدہم نہیں ہوتا۔ شوق کی تعریف یہ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مجھے کل تک بڑا شوق تھا اور اب شوق ہی ختم ہوگیا۔ اس سفر میں یہ نہیں ہوتا۔ شوق قائم رہے اور آپ کے اندر استقامت جاری رہے اور پھر جس چیز کا شوق ہے اس کے لیے ادب بھی پیدا ہو جائے۔ شوق بھی ہو' ادب بھی ہو اور استقامت کے ساتھ وابستگی بھی ہو' اگر یہ عمل قائم ہوگیا تو اسی کا نام فیض ہے۔ فیض جس سے لینا ہو اس سفر کے لیے شوق ہونا چاہیے اور پھر اِستقامت ہونی چاہیے' اس کے اندر پھر ادب ہونا چاہیے تاکہ بے باکی جو ہے وہ قائم نہ ہو۔ اور یہ تینوں صفات جس شخص میں قائم ہوگئیں اس شخص کے اندر سے فیض نکل آئے گا۔ متلوّن مزاجی سے آپ اپنی استقامت کو توڑتے رہتے ہو کہ یہ کام کریں' یہ کام آج نہ کریں۔ یعنی کہ اپنی استقامت کو خود قائم کر' اپنے شوق کو خود محفوظ رکھ اور تو جو ادب کر رہا ہے یہ تیرے لیے اس سفر میں ضروری ہے کیونکہ اس سفر میں صرف اللہ ہی نہیں ہے' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔ ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں ادب کی کمی جو ہے وہ عبادت بھی فیض سے محروم کر دیتی ہے۔ اس لیے یہ بہت ضروری ہے۔ آپ جب ان تین چیزوں کو قائم کر لیتے ہیں تو فیض آپ کا حق بن جاتا ہے۔ اور فیض ہے کیا؟ آپ کو آپ کے اعمال سے ماسوا مل جائے' ماورا مل جائے۔ اعمال کی عبرت سے بچ گئے اور آپ نے ایک ایسی چیز حاصل کی جو اس وجود میں ممکن تھا۔ وہی آپ کا حق ہے' وہی حاصل ہے۔ اس لیے میں یہ بتا رہا ہوں۔ یہ آپ کے لیے ضروری ہے۔ آپ کو بتانے والی بات یہ ہے کہ آج میں آپ کو چھوٹی چھوٹی باتیں بتا رہا ہوں تاکہ یہ یاد رکھو۔ اس میں یہ دیکھو کہ آپ اپنی ذات' اپنے وجود اور اپنی زندگی کو خود ہی مظلوم بنا رہے ہو' خود ہی اسے کرب میں مبتلا کر رہے ہو' خود ہی اِسے پریشانیوں میں مبتلا کرتے ہو۔ یہ پریشانی جو ہے یہ تیرے اپنے احساس سے پیدا ہوتی ہے' تیرے اپنے عمل کے بگاڑ کا نتیجہ ہے اور تیری اپنی Reception کا نتیجہ ہے اور یہ تیرے اپنے اندر ہی یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کرب میں مبتلا ہو گیا' میں

پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ یہ جو اپنے آپ کے اندر ایک بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اس سے بچنے کا آپ کو ایک طریقہ بتا دیتا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے وجود کا احترام کرو۔ اب دیکھو کہ احترام کیا ہے۔ یعنی کہ اس کے اندر' آپ کی ذات میں' آپ کے جسم میں' آپ کے وجود میں' آپ کی زندگی میں' ایک ایسی یکتائی ہے جو یکتائی بہت کم زندگیوں کو نصیب ہوئی ہے۔ دو میزیں برابر ہو سکتی ہے لیکن دو انسان آج تک زندگی میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ کریم نے آپ کو اتنا یکتا بنایا کہ آپ جیسا کوئی انسان نہ کبھی آیا نہ آئے گا۔ یہ اللہ نے اتنی بڑی مہربانی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ لاکھوں میں ایک۔ آپ تو اربوں میں ایک ہیں' بے شماروں میں ایک ہیں۔ یعنی اتنا واحد اُس نے بنا دیا کہ آپ کے اندر اُس نے پوری Distinction قائم کر دی۔ اب اس کا آپ احترام کرو یعنی اپنے آپ کا۔ اپنی عزت بھی کرو۔ اپنی پرستش نہ کرو۔ جب آپ اپنی عزت کر رہے ہیں' جب اپنے آپ کو پہچان رہے ہیں' جب آپ اپنے لیے تعلق رکھ رہے ہیں تو آپ یہ دیکھو کہ اس کی Insult کہاں سے ہو گی؟ اپنے احساس سے۔ مطلب یہ کہ ایک آدمی نے آپ کو گالی دے دی۔ اُس کا بُرا عمل آپ کے لیے برائی پیدا نہیں کر سکتا۔ اب آپ کے احساس کے اندر نقص پیدا ہو گیا۔ آپ اپنے احساس کو درست رکھو' اپنے احساس کو قائم رکھو اور اپنی زندگی کو اپنی نگاہوں میں باعزت کرنے کے لیے اس میں آپ ایسے ایسے عمل دیکھو' ایسے ایسے خیال لاؤ' ایسے ایسے اعمال پیدا کرو کہ یہ زندگی باعزت رہے۔ آپ پہلے اپنی نگاہوں سے خود گرتے ہو پھر سماج میں بعد میں گرتے ہو۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو اپنی نگاہوں سے نہ گرانا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو انصاف میں رکھو اور اس کو حدود میں رکھو اور اپنے خیال کے حساب سے اپنی عزت کرو۔ مثلاً آپ مسلمان ہو' تو اور بھی لوگ مسلمان ہیں۔ کئی کافر بھی ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہو کہ یہ اسلام باعثِ احترام ہے جو آپ کے پاس ہے تو آپ اسلام کی نسبت سے باعثِ احترام ہو گئے۔ آپ اسلام رکھنے کے بعد بھی اپنے آپ کو باعثِ احترام نہیں سمجھتے۔ آپ اللہ اللہ کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو قابلِ احترام نہیں سمجھ رہے۔ گویا کہ آپ کا اللہ اللہ کرنے کا جو عمل ہے اس کے پیچھے پوری نیت شامل نہیں ہے ورنہ تو آپ اپنے آپ کو باعثِ احترام سمجھتے۔ اس لیے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو باعثِ احترام سمجھنا' اس کی عزت کرنا' اس کو ضائع ہونے سے اور اس کو ٹوٹنے سے بچانا۔ ٹوٹتا کب ہے؟ جب یہ پریشان حال' کثرتِ خیال اور بے شمار خواہشات رکھتا ہے۔ کوئی نہ کوئی' کہیں نہ کہیں خواہش ٹوٹ جاتی ہے تو سمجھتا ہے کہ میں ٹوٹ گیا۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے اللہ کریم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ لوگ اپنے آپ کو یوں پہچانو کہ جیسے آپ کی تخلیق میں اُس کا منشا ہے۔ اس کے علاوہ پہچانو گے تو ٹوٹ جاؤ گے۔ مقصد یہ ہے کہ اُس نے جس انداز سے' جس کام کے لیے بنایا' وہ تو تم سمجھتے نہیں ہو۔ تم اپنے آپ کو ایک نیا کام الاٹ کر دیتے ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ ٹوٹ جاتے ہو' کیونکہ تم اس کام کے لیے بنے نہیں ہو۔ آپ یہ سمجھتے ہو کہ پیسہ آپ کو موت سے بچائے گا۔ اس نے کبھی کسی کو نہیں بچایا۔ لہٰذا آپ کا یہ عمل بھی غلط ہو گیا۔ آپ یہ سمجھتے ہو کہ صحت ہمیشہ رہے گی۔ کبھی کسی کی نہیں رہی ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہو کہ آپ زندگی میں ہمیشہ رہیں گے' کبھی نہیں رہتے۔ جس آدمی نے آپ کے ساتھ ظلم کیا آپ اس کو معاف کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہو' اور آپ یہ سمجھتے ہو کہ اللہ آپ کو معاف کر دے گا۔ قطعاً ایسا نہیں ہو گا۔ اس دنیا میں کم از کم لوگوں کو معاف کرنے کی کوشش کرو اور اپنے دل کو شانتی میں لاؤ' اس کے اندر تھوڑا سا اطمینان پیدا کرو۔ نفرت جو ہے یہ آپ کو اندر سے توڑ دے گی۔ نفرت کس سے؟ جس سے بھی مرضی ہو۔ اس سے تمہارا اپنا احترام ٹوٹ جائے گا' اپنی ذات کا احترام۔ جس دل کے اندر نفرت ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ نفرت تعفّن ہوتا ہے۔ غصہ کیا ہوتا ہے؟ تعفّن۔ دوسرے کے غلط عمل سے آپ کے اندر تعفّن پیدا ہو گیا اور آپ کی زندگی متعفّن ہو گئی۔ اس لیے آپ یہ فیصلہ کرو کہ نفرت نہیں کرنی' غصہ نہیں کرنا' ناراضگی نہیں کرنی' معاف کر دینا ہے۔ جب آپ کو اتنی بات سمجھ آ گئی تو پھر وجود کا Base جو ہے Clear ہو گیا۔ اس کے بعد پھر آپ کلمہ پڑھتے ہو' اللہ کا نام لیتے ہو' تو اللہ کا نام لینے میں آپ کو اگر فیض نہیں مل رہا تو پھر نام لینا ہی غلط ہو گیا۔ آپ کو سمجھ نہیں آئی۔

آپ اللہ سے مانگتے کیا ہو؟ وہ چیزیں جو اللہ سے دور لے جاتی ہیں۔ اللہ نے خوش ہو کے کہا کہ بول' کیا چاہیے؟ کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو کہ میں دنیا میں کام کروں۔ یعنی کہ اللہ کے تقرب والی کوئی شے نہیں مانگو گے۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ آپ جب بھی مانگو گے دنیا مانگو گے' دوری مانگو گے' طاقت مانگو گے' پیسہ مانگو گے' دنیاوی خواہشات مانگو گے' عارضی زندگی مانگو گے اوراس کے ساتھ Permanent تعلق نہیں مانگو گے کہ اپنے پاس ہی رکھ' اپنا بنا کے رکھ۔ جتنے لوگوں نے اللہ سے دعا مانگی' اللہ جب دعا سنتا ہے تو کہتا ہے کہ بول کیا چاہتا ہے؟ کہتا ہے کہ فٹا فٹ مجھے یہ چیزیں دے اور میں جاؤں۔ یہ نہیں کہتا کہ آپ کے ساتھ مجھے ہمیشہ کے لیے وابستگی چاہیے۔ انسان یوں ٹوٹتا ہے۔ اور آپ ذرا غور کرو' آپ کے سوال کی طرف آ رہے ہیں' کہ انسان مجبور بھی آپ ہے۔ سوال آج یہ ہے کہ مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟ یہی سوال ہے ناں؟

سوال:

جی!

جواب:

مجبوری کس مقام پر ہے؟ سب سے بڑی مجبوری یہ ہے کہ تم انسان ہو ؎

ہم تجھ کو دکھا دیتے خدائی کا تماشہ
سو بات کی اک بات کہ انساں ہوئے ہم

مجبوری یہ ہے کہ ہم انسان ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور مجبوریوں کی سب سے بڑی انتہا یہ ہے کہ ہم انسان ہیں۔ ہمارا قد اپنی حد میں ہے' یہ بھی ایک مجبوری ہے۔ ہم والدین نہیں بدل سکتے' یہ بھی مجبوری ہے۔ وقت سے زیادہ کھا نہیں سکتے' یہ بھی مجبوری ہے۔ ہم بڑا دماغ استعمال کرتے ہیں' ایک بڑا ذہین دماغ اور بڑا افلاطون دماغ' بڑی عقل اور پھر شام کو کہتے ہیں کہ نیند آ گئی۔ تیری عقل کو کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ نیند آ گئی۔ تیرے دماغ کی تمام صلاحیتیں نیند کی ایک گولی ضائع کر دیتی ہے۔ بہت بڑا دماغ تھا' بڑے علم والا تھا' بڑا خیال تھا' آسمان سے افکار لاتا تھا' روشن خیالی کرتا تھا۔ کہتا ہے کہ اب کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ اس نے ایک گولی کھالی تھی' Ativan کھالی تھی۔ یہ ہے آپ کا آخر۔ میں مجبوری کی بات کر رہا ہوں۔ آزادی یہ ہے کہ

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

اور یہ کہ

غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

اور مجبوری کیا ہے؟ کہ نیند آ گئی' بے ہوش ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ جو آپ کا ذہن ہے یہ ایک حد کے بعد خاموش ہو جاتا ہے۔ آپ کا وجود ایک حد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ان تمام مجبوریوں کو Define کرنے کے بعد وقتاً فوقتاً' تم بدل نہیں سکتے' تمہاری یہ ہیئت ہے جو بدل نہیں سکتی' تم اپنے آپ سے باہر نہیں نکل سکتے' اللہ کریم نے فرمایا کہ **یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض**۔ یہ سماوات جو ہے یہ مجبوری ہے' کہ تم اپنی مجبوریوں کے حصار سے نکل نہیں سکتے' نکل سکتے ہو تو پھر نکل جاؤ۔ اب آزادی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ **لاتنفذون الا بسلطن** اگر سلطان کے ساتھ ہو جاؤ تو پھر آپ نکل بھی سکتے ہو۔ سلطان پھر اُس کی ذات ہے۔ اگر اُس کی ذات چاہے تو وہ جہاں چاہے لے جائے۔ اب یہاں آ کے لوگوں کو سمجھ نہ آئی کہ ایک بندہ' حدود میں رہنے والا' پیغمبر کیسے ہوا۔ وہ نکل گیا' انسانوں سے باہر آ گیا اور اس کو ایک علم عطا ہو گیا' تعلق عطا ہو گیا' وہ اللہ کی زبان بن گیا اور اللہ نے اس کی زبان سے بولنا شروع کر دیا' وحی ہو گئی' الہام ہو گیا اور پھر

نزولِ فرقان ہوگیا ۔

جس ذات پر نزولِ کلامِ مجید ہو
وہ ذات کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

پھر اس میں کیا کمی رہ گئی' اس کا اپنا بولا ہوا ہو یا اللہ کا بولا ہوا ہو' ہیں تو دونوں ہی اس زبان کی باتیں۔ آدھی باتوں کو قرآن کہہ لو اور باقی آدھی باتوں کو حدیث کہہ لو۔ اس میں کون سی دقت کی بات ہے۔ حدود تو اب نکل گئیں۔ دوسرا اس سوال کے اندر جو سب سے بڑی اہمیت ہے جس کو میں نے Entertain کیا کہ حدود جو ہیں' مجبوری' مجبوری یہ ہے کہ آپ اپنے دَور میں رہتے ہو' 1985ء میں رہتے ہو اور آزادی یہ ہے کہ ایسا کام کر جاؤ تو لازوال زمانوں تک یاد رہے گا۔ اب یہاں سے حد ٹوٹ جاتی ہے' کہ ایک ایسا عمل' ایسا خیال جو آنے والے زمانوں میں سے تیر بن کے نکل جائے۔ جس طرح آج آپ یاد کر رہے ہو' یہاں بیٹھے ہوئے کہتے ہو یا علی مدد' تو علیؑ آج تو نہیں ہوتا' وہ آج کا زمانہ تو نہیں ہے ناں۔ درود شریف پڑھ رہے ہو تو یہ آج کا زمانہ تو نہیں ہے۔ کسی پرانے زمانے کے پرانے اسم کو آج کے زمانے کا انسان آج ہی میں پڑھ رہا ہے۔ اب یہ انہوں نے حصارِ وقت کو توڑ کر دکھایا۔ آپ لوگوں کے لیے تھوڑا سا مشکل ہے۔ آپ لوگوں کے لیے ایک شعر ہے ۔

حصارِ وقت کو میں توڑ کر نکل نہ سکا
تیرے جمال کا پہرہ لگا رہا ہر سُو

اور آپ اس کے پہرے میں ہیں' اس لیے آپ اپنے حصار کو توڑ نہیں سکتے۔ حصار ہے وابستگی کا نام' مجبوری ہے وابستگی۔ کہتا ہے کہ شام ہو گئی۔ پھر کیا ہوگیا۔ کہتا ہے کہ اب واپس چلیں' گھر۔ صبح گھر سے باہر اور شام کو واپس گھر۔ To and from, To and from ___ آپ کی زندگی یوں ختم۔ بس یہ To and From میں ختم ہوتی ہے۔ یہ To and From جو ہے یہ آپ کا دائرہ ہے' آپ کے سفر کا دائرہ ہے' گھر سے گھر تک اور گھر سے گھر تک۔ اس سفر کو آپ نے جتنا گھر سے اپنے دفتر تک کیا ہے سارے کو اگر گنو اور واقعی جوڑو تو تم شاید دنیا کے تین چکر لگا لو۔ لیکن مجبوری یہ ہے کہ گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر' یہ آپ کا سفر ہے' یہ سفر نامہ ہے اور اتنا ہی آپ کے لیے مجبوری ہے۔ آزادی یہاں نہیں ہے۔ آزادی کو آپ اپنے بچوں کے خیال سے ترک نہیں کر سکتے۔ یہاں آزادی نہیں ہے۔ ماں باپ زندہ ہوں کہ وصال پا جائیں' آپ ان کے خیال سے بچ نہیں سکتے' ان کی یاد قائم رہتی ہے۔ یہ مجبوری ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ تُو انسان ہے۔ اور آزادی کب ملے گی؟ اگر ماضی سے تعلق جوڑنا آیا تو آپ کے لیے مستقبل کی آزادی بھی ہے۔ بس یہ یاد رکھنا' یہ راز کی بات ہے۔ اگر حال میں ماضی سے نسبت قائم کرنا آ گیا تو آپ کے لیے مستقبل بھی آسان ہے' آپ حد سے باہر ہو گئے۔ یعنی کہ زمین اور آسمان کے درمیان آپ کا کھیل ہے۔ زمین آپ کی مجبوریاں ہیں اور آسمان آپ کی آزادیاں ہیں۔ آپ جب دونوں کا موازنہ کرتے ہو تو آپ بے سکون ہو جاتے ہو۔ بے سکون اس لیے ہو جاتے ہو کہ آپ کہتے ہو کہ اِدھر ہماری زندگی گزر رہی ہے اور اللہ نے حکم نامہ جاری کر رکھا ہے ۔

سفر زمین کا حکم آسماں سے ملے
سکوں ملے بھی تو انسان کو کہاں سے ملے

کہتا ہے کہ یہی سفر ہے' یہاں بھی اللہ کا حکم اور وہاں بھی اللہ کا حکم' اب بچوں کا حکم مانوں کہ اللہ کا حکم مانوں' یا اللہ میں کس کی لاج نبھاؤں۔ یہاں پہ آ کے وہ پریشان ہو گیا۔ اگر آپ سیدھا' ایک طرف ہو جاؤ تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ففروا الی اللہ اللہ کی طرف بھاگ کے آ جا۔ انسان کہتا ہے کہ میرے کام سارے نامکمل ہیں' اللہ کہتا ہے کہ بھاگ کے آ' چھوڑ ہر چیز کو۔

جب آپ اُس کا رُخ کرتے ہو تو اللہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر آپ یہاں سے مجبوریاں توڑ دیتے ہو۔ مجبوری توڑنا ہی تو آپ کا عمل ہے۔ کہتا ہے کہ جی اُس نے مجھے مجبور کر رکھا تھا۔ پھر؟ نماز کا ٹائم تھا' میں چھوڑ کے آ گیا۔ مجبوری چھوڑ کے آپ آ گئے' نماز یہی تو سکھاتی ہے' اور کیا سکھاتی ہے۔ اگر کوئی نمازی بڑا ہی گمراہ ہوگا تو دو نمازوں کے درمیاں گمراہ ہوگا اور اگلی نماز آئی تو گمراہی ختم ہوگئی۔ گویا کہ وہ توڑنے کے لیے ہے' آپ کی زندگی کے حصار کو توڑنے کے لیے ہے۔ پیسہ آپ کی مجبوری ہے اور خیرات آپ کا حصار توڑتی ہے۔ یعنی کہ جو آپ کی مجبوری ہے اس کو آپ کے دین نے توڑنے کی خواہش رکھی ہے' کہ یہاں سے توڑ دے' وہاں سے توڑ دے۔ توڑنا ضرور ہے اس حصار کو۔ انسان یہاں پر غلام ہے۔ اور آزاد کہاں پر ہے؟ اب آزادی شروع ہوگئی۔ آزادی یہ ہے کہ اگر تو مکمل محض مجبور ہوتا تو پھر کسی نیکی کا معاوضہ نہ ہوتا۔ پھر یہ ہوتا کہ نیکی بھی مجبور ہے اور گناہ بھی مجبور ہے تو پھر گناہ کی سزا کس بات کی؟ اگر گناہ کی سزا ہے اور نیکی کا انعام ہے تو وہ مجبور محض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ وہ آپ کو گناہ پر مجبور کر دے اور پھر سزا دے اور پھر آپ کو انسان بھی بنائے جس نے چھپکلیاں بنائی ہیں' وہ اتنا احسان کرے کہ انسان بنائے' آپ کو نیک بنائے' آپ کو اچھی شکلیں عطا فرمائے اور پھر آپ کے ساتھ دھوکا ہو' یہ ناممکن ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ آپ جانتے ہو کہ آپ مجبور کہاں ہو' آپ جانتے ہو کہ آپ آزاد کہاں ہو۔ اگر آپ کو یہ یقین آ جائے کہ آپ صرف مجبور ہو تو بھی آپ کو دوسرا سانس نہیں آئے گا۔ یہ آپ کی آزادی ہے جو آپ کو زندہ رکھ رہی ہے۔ ورنہ مجبور محض کا تو حبس کے ساتھ دَم گھٹ جائے۔ آپ کو خود پتہ ہے کہ آپ آزاد ہو اور آپ کو خود پتہ ہے کہ مجبوری کہاں ہے۔ اس لیے یہ سوال جو ہے اپنے جواب کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ یہ مجبوری ہے اور یہ آزادی ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ کسی کی مجبوری ہے کہ وہ غصہ ترک نہیں کر سکتا لیکن آپ کی آزادی ہے کہ آپ ترک کر دیں۔ یہ بھی تو آزادی ہے کہ ترک کر دے۔ کہتا ہے کہ اُسے فی سبیل اللہ معاف کر دے۔ یہ نہیں ہو سکتا" اور کوئی بات کرو' جان لے لو' معاف نہیں کر سکتا"۔ یہ کیا انصاف ہے۔ معاف کر دو۔ یعنی کہ شکار کو آزاد کر دو اور اُس کو بالکل اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ یعنی کہ جو ہو گیا وہ اللہ کی طرف سے ہو گیا' جو ہو رہا ہے اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے' تُو تو کم از کم دنیا کے اندر ایک معاف کرنے والا انسان بن جا۔ آپ تو معاف کرتے جاؤ ناں۔ اگر زیادتی ہوگی تبھی معاف کرو گے۔ اللہ کا واضح اور Operative حکم ہے کہ **والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین** اور وہ لوگ جو غصے کو ترک کرتے ہیں' اور وہ جو لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ جو غصے کو کنٹرول کرتے ہیں کس کو معاف کریں گے؟ غلطی کو کریں گے' اور کس کو کریں گے۔ غلطی ہوگی تو معاف کریں گے۔ اور پھر آگے انعام ہے **واللہ یحب المحسنین** اور جس نے یہ کام کیا' غصہ روکا' معاف کر دیا' وہ کون ہوگا؟ محسن۔ اور جس نے احسان کیا اس غریب پر جس پر اُسے غصہ ہے' احسان کیا اُس پر جس کا حق تو نہیں بنتا تھا' جب احسان کر دیا تو اب آپ انتظار کرو **واللہ یحب المحسنین** اللہ پیار کرتا ہے محسنوں سے۔ جب اللہ آپ سے پیار کرے گا تو اللہ کی راہ تب سمجھ آئے گی۔ اللہ پیار نہ کرے تو پھر تمہیں اللہ کی راہ کیسے سمجھ آئے۔ اللہ خود ہی اپنی راہ کی طرف بلاتا ہے' تم نہیں جا سکتے۔ اللہ کی یہ مہربانی ہے کہ آپ کو اپنی راہ کی طرف بلائے۔ تم فی الحال اپنے آپ کو دست بردار کر لو۔ کس سے؟ خیال سے' غصے سے' نفرت سے' لالچ سے' اور کئی واقعات سے ____ آپ نے صرف آزاد کرنا ہے' یہاں آپ آزاد ہو گئے' وہاں آپ کی بات پوری ہو گئی۔ مجبوریاں قدم قدم پر ٹوٹتی ہیں اور آزادیاں قدم قدم پر رُکتی ہیں۔ یہ چلتا چلا جاتا ہے' اور چلتا چلا جاتا ہے۔ ہر سفر میں ہم گئے' آزادی کا سفر ہے لیکن آخر مقام ایک ہے' مجبوری یہ ہے کہ دنیا کو رخصت کرنا ہے' اس سے آپ نے نکلنا ہے۔ اس لیے اس بات کا خیال رہے۔ پھر انسان اپنی بات سمجھ جاتا ہے کہ میری مجبوری کہاں پر ہے' آزادی کہاں پر ہے۔ بعض اوقات آزادی کی خواہش بھی مجبوری بن جاتی ہے۔ اس کا بھی خیال رہے کہ میں آزاد ہونا چاہتا ہوں' توڑنا چاہتا ہوں بندھن سارے۔ مگر' توڑ نہیں سکتا۔ اللہ کہتا ہے کہ نکل' کِدھر نکل کے جائے گا' کس کس کو توڑے گا۔ اللہ کریم کے بعض

عجیب کام ہیں، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہر چیز جو ہے ہر دوسری چیز کے ساتھ مربوط ہے، وابستہ ہے، پیوستہ ہے۔ جانور کو لے لو اینٹ گارے کو لے لو ہر چیز ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔ خیال کے ساتھ جُڑی ہوئی ہے۔ اس میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو Isolate نہیں کرسکتا۔ ایک مربوط نظام ہے۔ مثلاً اللہ کا سمجھو کہ اُس نے آپ کو مجبور نہیں کیا، چلو مان لیا۔ آپ اللہ کے خیال سے، آپ اور خیال سے، آپ ماں باپ کے خیال سے آزاد ہو گئے، سب کچھ سے آزاد ہو گئے لیکن والد ہونے کی حیثیت سے چھوٹے بچے کی چیخ تمہیں پابند کردے گی۔ معمولی سی بات ہے۔ وہ جس نے دریاؤں کو عبور کیا، آگ کے دریا سے نکل گیا، پانی کے دریا سے نکل گیا، اُسے کچھ نہیں پرواہ

ز بادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ

سب کچھ توڑ دیا۔ پھر؟ بچے کی فریاد مجھ سے نہیں سُنی جاتی، میں وہاں مجبور ہو گیا، تو مکمل آزاد ہو کے مجبور ہو گیا۔ یہ اللہ کریم کے کام ہیں۔ کبھی کبھی چھوٹی سی آواز جو ہے آپ کی انتہا کی آزادیوں میں ایک ہنگامہ بپا کردیتی ہے۔ اس لیے یہ اللہ کریم کے کام ہیں کہ آزاد کب کردے اور مجبور کب کردے۔ یہ سارے اُس کے کام ہیں، تیرا کام اِس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ آزاد ہونا تیرا کام ہے اور نہ مجبور ہونا۔ تیرا کام تو ہے حکم ماننا۔ آزادی تیرا کام نہیں ہے۔ حکم ماننا اور اس ذات کا حکم ماننا اور ادب کرنا اور اس کے ساتھ استقامت کے ساتھ وابستگی کرنا کوئی دور کی بات نہیں ہے، کسی انسان کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے، تیری اپنی استقامت نے ہی تجھ کو فیض دینا ہے۔ استقامت ہونی چاہیے۔ اس لیے آپ کی آزادیاں اور مجبوریاں بہت آسان ہیں۔ دیکھو یہ کمال کی بات ہے، کتنی آزادی ہے اور کتنی پابندی ہے۔ پابندی اور مجبوری یہ ہے کہ تم انسان ہو۔ سجدہ کر رہے ہو، یہ آپ کی مجبوری ہے۔ آزادی یہ ہے کہ سجدہ سیدھا اللہ کے پاس ہے۔ یعنی کہ کائنات بنانے والے کے ساتھ رابطہ ہے آپ کی پیشانی کے سجدے کا۔ یعنی کہ یہ مجبوری ہے اور اس کا مسجود جو ہے وہ انتہا کی آزادی ہے، اور اس وقت دونوں منسلک ہیں۔ اب بات سمجھ رہے ہیں؟ آزادیاں عطا کرنے والے کے ساتھ آپ منسلک ہو۔ آپ مجبور ہو اور سجدہ آزاد کا ہے اور دونوں متعلق ہو۔ جب مجبوری آزادیاں پیدا کرنے والے سے متعلق ہو جائے تو مجبوری کس بات کی؟ ایسی مجبوری پر ہزار آزادیاں قربان کردو، کہ وہ مجبوری جس نے آپ کو آزادیاں پیدا کرنے والے کے ساتھ ملا دیا۔ گویا کہ آزاد ہونے کا راستہ آپ کی پیشانی میں ہے، آزاد ہونے کا راستہ آپ کے آنسو میں ہے۔ آپ آزاد ہو گئے، یعنی کہ آنسو جو ہے یہ تقربِ الٰہی کا بہت قریب ترین مشاہدہ ہے، آپ کے اندر ہے، آپ کے دل کی دھڑکن کے ساتھ ہے۔ یہ آزاد بھی ہے اور مجبور بھی ہے۔ مجبور اس لیے ہے کہ یہ انسان ہے، آزاد اس لیے ہے کہ اصل میں یہ انسان نہیں ہے، بات کچھ اور ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ

اس پردۂ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا

اس سے پہلے میں نے کیا شعر سُنایا تھا؟

ہم تجھ کو دکھا دیتے خدائی کا تماشہ
سو باتوں کی اک بات کہ انسان ہوئے ہم

اور اب یہ کہ

اس پردۂ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
انسان کہاں مظہرِ یزدان ہوئے ہم

اب انسان کدھر ہے، صرف اِس پردۂ ہستی کو چاک کرنا ہے۔ چاکِ گریبان کی بات نہیں کر رہے، پردۂ ہستی کو چاک کرنا ہے۔ جب آپ اِس ہستی کے پردے سے باہر نکلیں گے تو پھر آپ وہی ہو، جو اُس نے بنایا۔ اور اُس کا مظہر وہی ہے، یعنی کہ وہ نمائندہ ہے آزاد کا، مالک کا، قوی کا، رحیم کا، رحمٰن کا، رازق کا ____ دنیا میں اس کا مظہر کون ہے؟ بیچارہ یہ مجبور، جو کہ اصل میں

آزاد ہے۔ اس لیے آپ کی مجبوریاں جو ہیں یہ آزادی ہی کی علم بردار ہیں۔ وہ آزادی کہ آپ ہر چیز کو ویسے ہی توڑ کے چلے جاؤ' تو یہ ممکن نہیں ہے اور یہ خواہش بھی نہیں ہونی چاہیے۔ آزاد سے نسبت ہی آزادی ہے۔ یعنی کہ کمزور کی نسبت قوی سے ہو جائے تو یہی قوت ہے۔ ایک واقعہ ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک بستی میں قحط پڑا ہوا تھا۔ سارے لوگ سراسیمہ' بدحال' پریشان' گم صُم اور خوفناک حالت میں۔ وہ ایک آدمی کو دیکھتے ہیں' ایک درویش کہہ رہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک غلام تھا جو خوش خوش جا رہا ہے۔ میں نے کہا کہ سارے شہر پر ایک خطرہ ہے' قحط ہے' فاقے ہیں اور تُو بہت مسرور جا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں جس کا غلام ہوں اُس کے گھر میں دانے ہیں۔ درویش نے کہا کہ ہم جس کے غلام ہیں وہ تو مالکوں کا مالک ہے' ہمیں کس بات کا خوف ہے۔ تم اس کو مالک بناتے نہیں ہو' لہٰذا تمہیں مجبوریاں ڈستی ہیں۔ اُس کو مالک مان لو تو مجبوری کوئی نہیں ہے۔ پھر حصارِ وقت ختم ہے اور تم اس کو توڑنے والے ہو اور تم اِسی کو جوڑنے والے ہو' تمہارے دم سے یہ کائنات ہے۔ ہم نہ ہوتے تو کائنات کدھر سے ہوتی۔ لیکن اگر یہ ہے کہ تم مجبور ہو گئے' کہو گے کہ اس کائنات میں میرا دم حبس ہو رہا ہے' میرا دم گھٹتا جا رہا ہے۔ اس طرح تو مجبور ہے۔ اور آزاد اس طرح ہے کہ یہ کائنات کیا چیز ہے' ہم اور بھی کئی کائنات جانتے ہیں۔ یہ آپ کے عرفان اور آپ کے ایقان کی بات ہے' کہ آپ کا ایقان وابستہ کہاں پر ہے۔ اگر آپ کی وابستگی میں دراڑ نہیں ہے تو آزادیاں اور مجبوریاں ساری آپ کی غلام ہیں۔ اور اگر آپ کی آزادی اور آپ کے تعلق میں کچھ کمی بیشی ہے تو مجبوری بھی عذاب ہے اور آزادی بھی پریشانی ہے۔ یہ احساس ہے' اس ذات سے وابستگی کا۔ اس ذات سے وابستہ ہو جاؤ تو سب مجبوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ٹھیک بات ہے؟ ہاں ٹھیک بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی مجبوریوں کو' Limitations کو اور امکانات کو ضرور پہچانو۔ اس لیے میں آپ کو یہ دعوت دے رہا ہوں کہ اپنے آپ پر ذرا اپنی نگاہ رکھو اور اپنے آپ کو ذرا پہچاننے کی کوشش کرو کہ اس کائنات میں آپ کا ایک ہی Visit ہے یعنی اس دنیا میں۔ اور یہ دوبارہ نہیں آنا۔ اس میں موت کا خوف بھی نہیں ہے۔ چلو ہم اپنے بچوں کے پاس نہیں ہوں گے تو پھر باپ کے پاس چلے جائیں گے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ اِدھر ہوں گے یا اُدھر ہوں گے' کہیں تو ہوں گے۔ یہ خوف کی بات نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ یہ آپ کا Visit ایک ہی بار ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک ہی بار یہ Visit ہے' دوبارہ اس میں آنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے' اِمکان ہی نہیں ہے۔ اور اس وجود میں آپ نے ایک ہی بار آنا ہے۔ جب ایک Visit ہے اور بھیجنے والے نے بھیجا ہے' اُس نے کہا کہ میری کائنات کا مشاہدہ کرو' اُس کو جا کے دیکھو کہ یہ میلہ کیسا ہے۔ تم میلے پہ جھگڑا کرتے جا رہے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہ بیچ رہا ہوں' تم کہتے ہو کہ قیمت ٹھیک نہیں ہے' سودا صحیح دو ___ کہتا ہے تُو میلے کا میلہ پن تو قائم رکھ' اِس کا نظام تو قائم رکھ' یہ لُطف کی بات تھی اور تم نے اس کو آزمائش بنا لیا۔ زندگی انعام تھا اور تم نے سزا بنالی۔ زندگی اُس نے ازراہِ عنایت عطا کی تھی' تم نے کہا کہ یا اللہ تُو نے آزمائش میں ڈال دیا۔ اس میں آزمائش کیا ہے۔ آزمائش تیرا اپنا ہی بوجھ ہے تیرے اُوپر۔ اپنے اُوپر سے اپنا بوجھ اُتار۔ تو خود ہی اپنے اوپر سوار ہوا ہے اور تو خود ہی اپنے خوابوں کو پریشان کر رہا ہے' کبھی کبھی اتنے اونچے خواب دیکھتا ہے کہ زندگی محدود ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی اتنی ناممکنات کی طرف جاتا ہے کہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کو سمیٹ کے گزار۔ دل کے ساتھ اس سفر کو کر' شوق سے کر۔ ختم ہونے کے امکانات ہیں' کبھی بھی ختم ہو جائے گی۔ اگر اللہ کی طرف آپ کا رجوع ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ اللہ کے کسی بندے کی' انسان کی' اللہ کے رُوبرُو' اس کی شکایت بن کے نہ پیش ہو۔ شکایت کیا ہے؟ کہ آپ ناراض ہو' اللہ کے رُوبرُو آ گئے۔ اللہ پوچھے گا کہ کیوں ناراض ہو؟ کہتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ' اُس سے پوچھو۔ یعنی کہ اُسے تو تکلیف دی۔ اُس کے رُوبرُو تکلیف کا کانٹا نکال کے جاؤ' محبت میں جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی محبت آ جائے' انسان کی محبت آ جائے تو اُس دل میں نفرت نہیں ٹھہرتی۔ اور آپ کے دل میں بیک وقت محبت اور نفرت قائم ہے' مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ

آپ کا دل کیا ہے۔ آپ اپنے دل کو اگر محبت کے لیے وقف کر دو تو نفرت نکل جائے گی۔ محبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ نفرت نکل جائے اور اپنے دل کو خالی کر دو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے آپ کو معاف کیا لیکن میرے سامنے نہ آنا ___ یہ تو معاف کرنے کی کوئی بات نہ ہوئی۔ معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہو جیسے ہمارے اپنے ہیں اب وہ اپنا ہوگا۔ پچھلی جنگ میں وہ آپ کے خلاف تھا اور اب کلمہ پڑھ کے آپ کے ساتھ ہو گیا۔ کہتا ہے کہ معاف کر دیا۔ اب تُو ہماری فوج کا سربراہ ہو جا' سیف اللہ ہو جا ___ معاف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُسے زندگی میں اپنا بنا کے دیکھ۔ انسان ذرا غور کرے تو یہ نفس کی کہانی ہے' یہ نکل جاتی ہے اور پھر اس کے اندر نورٌ علیٰ نور کا واقعہ ہو جاتا ہے ___

اور کوئی بات پوچھو ___ معین صاحب ___ سوال کی دعوت ہے ___ بولو ___

سوال:

نحن اقرب من حبل الورید ___ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

جواب:

یہ بات تو بعد میں کریں گے' آپ کو دعوتِ خیال دے رہا ہوں کہ اللہ کریم جس نے کلام نازل فرمایا جو رحمتوں والا ہے' نور والا ہے۔ کہیں تو وہ اپنی ذات کو Singular کہتا ہے کہ میں نے تمہارے لیے یہ پیدا کیا' میں نے تمہیں تخلیق کیا۔ کبھی کبھی یہ ہے کہ نحن کا لفظ ہے یعنی ہم نے ایسا کیا۔ ایک تو وہ مالک ہے' اُسے زیب دیتا ہے جمع کا صیغہ۔ اور کبھی کبھی جمع کے صیغے میں راز بھی ہے۔ جب راز ہو تو راز کا بھی خیال رکھو کہ یہ امکان ہے کہ نحن میں ایک سے زیادہ ہو' دو ہو سکتے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے' اس کا خیال رکھا کرو۔ کہا یہ ہے کہ ہم تیری شہ رگ کے قریب ہیں' تو ہم کا معانیٰ اللہ بھی ہو سکتا ہے اور ساتھ ایک اور ذات بھی ہو سکتی ہے۔ نحن جو ہوا۔ نحن میں گنجائش تو ہے ناں۔ کہ ''ہم ہیں''۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ امکان ہو سکتا ہے اور جب ایک ذات قریب ہو جائے تو دوسری خود بخود قریب ہے۔ اس لیے جب اللہ کچھ بات کہہ رہا ہے تو پھر آپ بات سمجھو کہ ایک ذات کے قریب ہو جاؤ تو دوسری خود بخود قریب ہے۔ اس لیے یہاں آ کے آپ کے لیے آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب آپ درود شریف پڑھتے ہو تو اصل میں آپ ثنا خوانی کر رہے ہو اور آپ تسبیح حق بیان کر رہے ہو۔ کیونکہ آپ یہ اللہ کے حکم میں کر رہے ہو۔ اس لیے ایک ذات کا اگر تقرب ہو جائے تو دوسری ذات قریب ہو جاتی ہے۔ اس لیے درود شریف کثرت سے پڑھنے والوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ جب آپ کے لیے اِدھر سے کوئی پیغام آ جائے تو آپ سمجھو کہ اُدھر سے ہی پیغام ہے۔ یہ دونوں ذاتوں کے درمیان ہے کہ جس کسی کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب مل جائے وہاں سے اس کو اللہ کا تقرب ملتا ہے اور اللہ کی طرف چل پڑو تو وہیں سے آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرا دیا جاتا ہے۔ آپ اس کے درمیان ہو۔ یہ تین کا کھیل ہے' ایک آپ ہو' ایک اللہ کریم ہے اور ایک اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اب آپ جدھر سے چلو' بات صاف ہے' یہ تقرب ہے۔ تقربِ الٰہی جو ہے وہ تقربِ رسالت ہے' ہر چند کہ دونوں مقامات الگ ہیں لیکن آپ کے لیے دونوں مقامات میں برابر کی آسانی ہے۔ اس لیے آپ ان باتوں پہ ذرا غور کرو' آپ اپنے آپ پہ غور کرو اور سوچو' جو چیز مشکل ہے اُس کو آسانی سے کر جاؤ۔ آپ بھی تھوڑا سا خیال کرو ناں۔ فرض

کرو اللہ کریم نے آپ پر تھوڑی سی مشکل ڈال دی تو آپ برداشت ہی نہیں کرتے۔ اُس سے رحمتیں تو مانگتے ہو' اُس کی رحمتیں بے شمار ہیں اور اگر کبھی تھوڑی سی تکلیف آ گئی ہے تو اس میں سٹپٹانے کی کیا بات ہے۔ تکلیف گویا پریشانی گویا اس کی طرف سے واقعات میں جو اُلجھن آ رہی ہے' اس کو حسنِ خیال کے ساتھ اور کھلے دل کے ساتھ برداشت کرنا بھی عبادت کا حصہ ہے' یہ سمجھنا کہ یہ بات اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ ناگوار کو گوارا کرنا بھی اللہ کے

رستے والوں کے لیے عبادت کا حصّہ ہے کہ ناگوار کو ہم نے گوارا کیا۔ ناگوار کیا تھا؟ کہ اُس کا سلوک ناگوار تھا۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں گئے' ایک مقام نہیں کھُل رہا تھا۔ ایک آستانے پر گئے' وہاں ہم بیٹھے' دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں جو دو چار صوفی بیٹھے تھے انہوں نے مجھے نہ پہچانا' مَیں نے ان کو پہچان لیا۔ خربوزے کھا کے وہ چھلکے میرے اُوپر پھینکتے گئے اور مجھے مارتے گئے۔ خربوزہ نہیں کھلایا۔ افسوس بڑا ہوا' غصّہ بڑا آیا۔ میں اُن کا مقام جانتا تھا' میں انہیں پہچانتا تھا' وہ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ پوری بات یہ کہ میرا مقام اُن سے بلند تھا' لیکن آپ نے ایسا کہا نہیں۔ ''پھر میں نے کہا کہ جس کے پاس میں آیا ہوں وہ جانے اور یہ جانیں۔ یہ سلوک وہی کر رہا ہے میرے ساتھ جس کے پاس میں آیا بیٹھا ہوں' تو یہ گوارا کر۔ ہم نے کہا بسم اللہ' اُس نے کہا ماشاء اللہ' آ تجھے بات سمجھاؤں''۔ وہ جو تھا حجاب وہ سارا رخصت ہو گیا' بات سمجھ آ گئی۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے سفر میں چلنے والوں کو راستے میں جو تکلیف آتی ہے یہ اللہ کی رحمت سمجھ کے برداشت کر جاتے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ اُس کو برداشت کر جاؤ۔ دنیا کے اندر انتقام بھی لو' بدلہ بھی لو اور دنیا کے اندر حکم ہے کہ آپ آنکھ کے بدلے آنکھ نکالو لیکن اللہ کا سفر کرنے والے' اللہ سے محبت کرنے والے' دنیا کے اندر اُلجھتے نہیں ہیں۔ بس اس بازار میں کوئی گرمی نہیں ہوتی۔ ایک معمولی سی بات ہے' مثلاً آپ کی فلائٹ ہے کل شام ساڑھے سات بجے' اور پونے سات بجے کہیں آپ کا جھگڑا ہونے لگ جائے تو آپ جھگڑا نہیں کرو گے' کہو گے کہ میں تو فلائٹ پہ جا رہا ہوں۔ اب آپ جھگڑا نہیں کرو گے کیونکہ اس فلائٹ کا پردیس میں کوئی محبوب انتظار کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس وقت آپ سے معاملہ کرنا ضروری ہے' بولو اب کرنا چاہیے۔ کہتا ہے کہ اس وقت معافی دے' ہم جا رہے ہیں۔ جب آپ کسی اور کام کے لیے Committed ہوں تو آپ راستے کا جھگڑا نہیں کرتے۔ گویا کہ جن لوگوں کو عظیم کارنامے کرنے ہیں' بڑی جنگ لڑنی ہے' واٹرلو کرنی ہے' وہ چھوٹا محاذ کبھی نہیں کھولتے۔ یہ کیا محاذ ہے کہ یہ تیری قبر اور وہ میری قبر۔ یہ کوئی محاذ ہے۔ اس لیے اگر محاذ بناؤ تو پھر ایک بناؤ۔ جب اللہ سے بات ہو رہی ہے تو درمیان میں یہ باتیں نہ کرو۔ لمبے سفر اور دور کے سفر پر جانے والے آپس میں' درمیان میں الجھتے نہیں ہیں۔ درمیان میں اُلجھنے والے الٰہیات میں جاتے نہیں ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ دو آدمی آپس میں اُلجھ رہے ہوں' ایک دوسرے کے گریبان پکڑے ہوں' اور اللہ دونوں پر رحم کر دے' یہ کیسے ہو۔ فساد کے لیے حکم ہے' فساد کو منع کیا گیا۔ فساد کا معنی ہے کہ تیرے دل میں فساد آ گیا' اُس کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ اس لیے اپنے دل سے نفرت نکال اور اپنے لیے بخشش کا کوئی اہتمام کر۔ یہی بات ہے کہ ؎

اپنے سکونِ قلب کا کچھ اہتمام کر
اِس خانۂ خدا سے کدورت نکال دے

دل سے کدورت نکال دے تو یہ الٰہیات خود بخود ہو گیا۔ باقی رہ گئی گناہ کی بات تو وہ معاف کرنے والا ہے۔ آپ توبہ کرنے والے ہو اور وہ معاف کرنے والا ہے۔ یہیں توبہ کی تو یہیں معاف ہو گیا۔ اس لیے گناہ جو ہے یہ اللہ کریم کے لیے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اللہ تو آزاد ہے' اُس نے کسی سے پوچھنا نہیں ہے۔ تم نے جب بھی معافی مانگی اُس نے تجھے معاف کر دیا۔ اس لیے اللہ نے ایسی بات رکھی ہے کہ ہر انسان اپنے گناہ کی مجبوریوں سے آزاد ہو کے نیا انسان بن کے نکلتا ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ تیری عمر کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری عمر دو منٹ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اُس نے ابھی ابھی توبہ کی ہے۔ اس لیے توبہ کا عمل جاری رکھنا چاہیے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور فرماتے ہیں فرمانے والے کہ گناہ بھی ہوتا ہے اور توبہ بھی ہوتی ہے تو یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حالتِ گناہ میں نہ مرنا کبھی' توبہ کر کے مرنا۔ اس لیے ہر سانس میں توبہ جاری رکھنی چاہیے۔ اللہ والوں کے لیے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی کے خلاف نفرت رکھنا۔ نفرت نہ رکھو۔ اُس نے کی تو زیادتی ہے لیکن جتنی زیادتی کی ہے اُتنا ہی معاف کرنا تیرے لیے باعثِ فلاح ہے۔ تبھی تو تجھے معاف کرنے والا بنایا۔ بلکہ شُکر کرو

اُس کا۔ کیا شکر؟ اُس انسان کا شکر کرو جس نے تجھے محسن بنایا' محسنین میں شامل کر دیا۔ کہتا ہے کہ میں شکر کرتا ہوں اس انسان کا جس نے مجھے محسنین میں شامل کر دیا' شکر کرتا ہوں اُس انسان کا جس نے میرا راستہ روکا اور مجھے صحیح راستے پر چلا دیا۔ شکر کرتا ہوں اُس انسان کا جس نے مجھے آنسو عطا کیے کیونکہ یہ آنسو مجھے بارگاہِ الٰہی کی طرف لے گئے' شکر کرتا ہوں اُن انسانوں کا جنہوں نے ہمارا کوئی کہنا نہ مانا اور پھر ہم ٹوٹا ہوا دل لے کے آگے چلے گئے۔ آپ نے ٹوٹا ہوا دل لے کے جانا ہے' اور کیا کرنا ہے۔ آپ تو آدمیوں کو توڑتے ہو۔ آپ کا اللہ اسی بات میں ہے کہ آپ معافی نامہ بولو۔ آپ سمجھ رہے ہو؟ اُسی کو معاف کرنا ہے جس کو معاف کرنا مشکل ہے۔ یہ آسان بات ہے۔ آپ اپنے بچے کی غلطی Mind نہیں کرتے کیونکہ وہ تو اپنا بچہ ہے' بھائی کی غلطی بھی کوئی نہیں ہے' والدین کی غلطی بھی کوئی نہیں ہے' وہ جو پڑوسی ہے اُس کی بات غلط ہے۔ اس لیے اُس کو معاف کرو۔ جہاں معاف کرنا مشکل ہے اگر وہ معاف کر دو تو وہیں اللہ کا فضل ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں معین صاحب؟ جہاں مشکل آ رہی ہے وہیں آسانی کا راستہ ہے۔ جب آپ دیکھو کہ یہاں بہت مشکل ہے تو آپ معافی دے کے آگے نکل جاؤ۔ اگر مال دیکھ رہے ہو تو مال کی تمنا چھوڑ کے آپ الٰہیات کی طرف چلے جاؤ۔ آپ اللہ کو جب یاد کرتے ہو تو یہ مان لو کہ اللہ تمہیں یاد کر رہا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ یعنی کہ آپ اُسی وقت اللہ کو یاد کرتے ہو جب اللہ آپ کو یاد کرے۔ جب آپ اللہ کو یاد آئے تو خدا کا شکر ادا کرو کہ تُو نے مجھے اپنے آپ کو یاد کرنے کی توفیق دی۔ یا اللہ میں تجھے یاد کر رہا ہوں تو یہ بھی تیرا احسان ہے ورنہ ہم بھٹکے ہوئے انسان کیسے تمہیں یاد کر سکتے ہیں۔ ہر بار اللہ کا شکر ہو' ہر بار اُس کی رحمت ہو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خیال کی زد سے بچائے' آپ کو اپنے اعمال کی عاقبت سے بچائے' عبرت سے بچائے ___ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معافی کی توفیق عطا فرمائے۔ معافی مانگنے کی اور معاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے' یہ دونوں توفیقیں عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الرّاحمین

—— ••• ——

(2)

1 یہ کیسے پتہ چلے گا کہ انسان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ اُس کی آزمائش ہے۔
2 لوگ Circumstances کا Victim بھی تو ہو سکتے ہیں۔
3 اگر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائیں تو بات یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ صرف اس کا کرم ہے' اس کے آگے تو سوچنے کی ہمت نہیں۔
4 .... کیا انسان جس کو الہام آشنائی ہو وہ دوسروں کو اس چیز سے آشنا کرا سکتا ہے؟.......
5 وہ آدمی جو تسلیم و رضا کے راستے کا مسافر ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔
6 بخشے جانے سے کیا مراد ہے؟
7 میں اللہ کو جب بہت قریب پاتا ہوں تو پھر اس کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔

05-12-86

عائشہ اختر کے گھر 1+2+3

سوال:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ انسان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ اُس کی آزمائش ہے۔

جواب:

میں نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ مزاج آشنائی کے بغیر یہ فیصلہ کرلو کہ ظلم ہو رہا ہے تو ایمان کمزور ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ پیغمبر کرسکتا ہے یا وہ جو مزاج آشنا ہو کہ کہاں تک آزمائش ہوسکتی ہے اور کہاں سے ظلم شروع ہوتا ہے۔ آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ آپ لوگ ہر آزمائش اور ہر ظلم کے درمیان تمیز نہیں کرسکتے۔ آزمائش اپنوں کی کی جاتی ہے اور ظلم جو ہے یہ دوسروں کے ساتھ ہے۔ اس کا دار و مدار آپ کے تعلق پہ ہے۔ ہر آدمی کے لیے الگ راز ہے۔ وہ ابتلا جو آپ کو یادِ الٰہی میں مصروف کردے وہ ابتلا' ابتلا نہیں۔ وہ آزمائش ہوسکتی ہے۔ آزمائش محبت کا درجہ ہے۔ ایسی تکلیف جس سے آپ کے ایمان کو خطرہ محسوس ہونا شروع ہو جائے' بگاڑ پیدا کردیتی ہے' تو سمجھنا کہ وہ آزمائش نہیں ہے بلکہ وہ کوئی اور ہی شے ہے۔ وہ کسی عاقبت یا کسی عبرت کی بات ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ جس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ غریبی بڑی رحمت ہے' غریب ہونا بڑی رحمت ہے لیکن غریب ہونا بڑا عذاب بھی ہے۔ کون سی غریبی رحمت ہے؟ اور کون سی غریبی عذاب ہے؟ وہ غریبی جو آپ کو خدا کے قریب لے جائے اس غریبی کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ وہ تو آپ کی دولت سے بہت زیادہ قیمتی ہے اور وہ غریبی جو آپ کو کفر سکھادے وہ غریبی آپ پر ابتلا ہے' عبرت ہے اور یہ آپ کو کافر بنا دے گی۔ اس لیے فرمایا گیا **الفقر فخری و الفقر منّی** کہ یہ ہم سے ہے اور ہمیں اس پر ناز ہے' فقیر یا غریب ہمارے قریب ہے۔ یعنی اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب ہے۔ اور یہ بھی فرمان ہے کہ **کادالفقر ان یکون کفرا** ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ غریبی کافر بنا دیتی ہے' مایوس کردیتی ہے۔ جو ابتلا یا غریبی آپ کے اندر اُمید روشن کردے وہ اللہ کی عنایت ہے۔ اور جو مقام آپ کے اندر مایوسی پیدا کردے تو سمجھو کہ آپ وہاں سے کسی اور مقام پہ چلے گئے۔ اس لیے پیغمبر جانتے ہیں یا اللہ کے قریب رہنے والے جانتے ہیں کہ کہاں تک آزمائش ہوسکتی ہے اور کہاں پہ آزمائش نہیں ہے' وہ کوئی اور ہی بات ہوسکتی ہے۔ اس لیے یہاں سے بات مُڑ جائے گی۔ پھر وہ کہیں گے کہ میرا اللہ یہ نہیں کرتا جو اَب ہو رہا ہے' مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ دوسرا بیٹا بھی جدا ہو جائے۔ پھر تو نبوّت پہ حرف آ جاتا ہے۔ ایک بیٹا تو آزمائش کے لیے کھو گیا اور اگر دوسرا بھی گم ہو جائے تو یہ حرف آ گیا۔ اس لیے نبی جانتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے' یہ دوسرے بیٹے کا گم ہونا پہلے بیٹے کے ملنے کے برابر ہے۔ اس کی نوید ہو جاتی ہے۔ گویا کہ اس میں راز یہ کھلا کہ کچھ تکالیف ایسی ہوتی ہیں جو نوید کی ابتدا ہوتی ہیں۔ اگر پہچان ہو جائے کہ اب یہ تکلیف آئی ہے تو سمجھو کہ مبارک آ گئی' اس کا سندیس آ گیا ہے۔ اس طرح آپ بچ جاتے ہیں۔ اگر نہ سمجھ آئے تو پھر جدائی ہے۔ زندگی میں سمجھنا صرف یہ ہے۔ یہ سمجھنا ہے' اور آپ نے کیا سمجھنا ہے۔ آپ کے ایمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ آپ کو رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا اور آپ نے یہی بات پہچاننی ہے کہ جس کو آپ ہمت سے زیادہ کہہ رہے ہیں یہ کیا مقام ہے' جو چیز ہوگئی ہے وہ ہمت سے باہر کیسے ہے' اور جو ہو رہا ہے یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب میں نے کہا کہ آپ نے اس کو پہچاننا ہے تو آپ اپنے آپ پہ یہ ظلم کرتے ہو' وہ خود ہی آپ کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ کبھی آپ خود ہی اپنے آپ کو آزمائش میں ڈال دیتے ہو۔ آپ اپنی ذات کے ساتھ بلاوجہ

Commitment کرتے رہتے ہو۔ آپ آسانی کے ساتھ اس سے بچ سکتے تھے۔ مثلاً یہ وعدہ کر لیا کہ میں شام کو آپ کے پاس آؤں گا۔ آپ نہیں جاؤ گے' یہ وعدہ نہ کرو۔ ایسے ہی وعدہ کر لیا اور پھر وہ جھوٹ ہو گیا۔ یہ بلا وجہ وعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ وعدوں میں بڑے کنجوس ہو جاؤ اور ایفا میں سخی ہو جاؤ۔ وعدہ نہ کرو' بالکل نہ کرو۔ کچھ لوگ وعدے میں جلدی کرتے ہیں اور پورا نہیں کرتے۔ بلاوجہ پریشانی کا عالم ہوتا ہے۔ آپ ایسا نہ کہو' ایسا مت کہو کہ ایسا ہو جائے گا' ایسا کر لیں گے۔ ایسا نہ کہو۔ ایسا مت کہو۔ آپ نے آدھی زندگی خود ساختہ بیان دے کے پریشان کی ہے' کہ ایسا کر دیں گے' ویسا کر دیں گے' تیرے حالات درست کر دیں گے' تیرے حالات ٹھیک ہو جائیں گے' تمہیں بھی ٹھیک کر دیں گے اور اُسے بھی ٹھیک کر دیں گے۔ یہ ہیں خود ساختہ بیان۔ اور جب وہ پورا نہیں ہوتا تو یہ پریشانی ہے۔ یا وہ جھوٹ ہو جائے گا یا پھر سر پر کوئی اور مصیبت آ جائے گی۔ دوسرا آدمی ایسا ہوتا ہے جو کرتا ہے لیکن کہتا نہیں ہے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ یہ کہنے کی بجائے کہ ہم آپ کے حالات بہتر کر دیں گے۔ اگر حالات بہتر کرنے کی طاقت ہے تو بہتر کر دو' کہو کچھ ناں۔ اس طرح کا آدمی بہت بہتر ہے۔ اس لیے آپ ایک کام ضرور کرو کہ اپنے وعدوں کے ذریعے اپنے آپ پر بوجھ نہ ڈالو۔ یہ بہت آسان نسخہ ہے۔ اس میں آپ ضرور احتیاط کیا کرو۔ آپ کہیں نہ کہیں وعدے کے بوجھ کے نیچے دَب جاتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کان وعدہ' مسئولا یعنی وعدے کے بارے میں تم سے سوال ہوگا۔ اور اپنے وعدے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وعدہ ہو چکا ہوتا ہے۔ کان وعدہ' مفعولا یعنی ہمارا وعدہ مفعول ہے' وہ ضرور فعل میں آتا ہے' ہمارا وعدہ پورا واقعہ ہوتا ہے' ان وعداللہ حق اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے۔ اللہ والوں کا وعدہ حق ہے۔ اور تم لوگوں سے وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کن وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ جو ایفا نہیں ہوئے۔ اس لیے آپ ایک بات یاد رکھنا کہ وعدوں کی Commitment بہت احتیاط کے ساتھ' تدبّر کے ساتھ' تحمّل کے ساتھ اور رکاوٹ کے ساتھ کیا کرو' جلد بازی نہ کیا کرو۔ آپ کی آدھی اصلاح ہو جاتی ہے اگر وعدوں میں کثرت نہ ہو۔ پھر یہ آسان بات ہے ــــــ باقی یہ ہے کہ جب انسان کو یہ پتہ چلتا ہے کہ یہاں تک اللہ کی آزمائش ہو سکتی ہے تو یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ آگے کوئی کھیل نہیں ہے۔ اگر دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کر رہے تھے' تو یہاں تک تو مذاق ٹھیک تھا مگر اب یہ بات مذاق نہیں' ہو سکتی کہ دوسرے کا بیٹا ہی لے جاؤ۔ پہلے تو پیغمبر کا ایک بیٹا لے گیا' پیغمبر کی آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یوسف علیہ السلام نے کچھ سال جیل میں گزارنے ہیں' تو دوسرا بیٹا کیسے لے گیا۔ دوسری بات اور تھی۔ وہ سارے بھائی جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے وہ دوبارہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی ایک جھوٹ بول لیا تھا کہ بھائی کو بھیڑیا لے گیا۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے' انہوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ صداقت میں بات کر رہے ہیں کہ اُس کو مصر کے بادشاہ نے روک لیا تھا۔ پھر انہوں نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ کیوں روک لیا' کون روک سکتا ہے اُس کو۔ اُس کو بھائی ہی روک سکتا ہے کیونکہ وہ بھائی تو جھوٹا نہیں ہے۔ جب یوسف علیہ السلام اپنے دیس میں قریب کے کنوئیں میں تھے تو اللہ نے اس وقت ظاہر نہیں کیا ہوگا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ دور کی بات آشکار کر دیتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ پیغمبر تھے' ان کے اظہار میں یہ بات آ گئی۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ یہ بات آزمائش سے نکل کے ظلم میں جاتی ہے۔ یہ وہ وجہ ہے جو آپ نے ڈھونڈی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ لوگوں کی آدھی زندگی ان باتوں میں پریشان ہوتی ہے۔ پہلے تو آپ زندگی کے معاملات کو چھوڑتے نہیں ہیں' کرتے رہتے ہو' یعنی زندگی کی ضروریات کو۔ پھر وہ ضروریات جو ہیں اپنے طریقوں سے پوری نہیں ہوتیں۔ پھر آپ اس طریقے سے ضروریات پوری کرنا چاہتے ہو۔ اور یہ طریقہ اُس کے لیے ہے ہی نہیں۔ مقصد یہ کہ جو کام ہمت سے ہوتا ہے' جو کام طریقے سے ہوتا ہے' اُس کو آپ صرف دعا سے کرتے ہو۔ دعا تو آپ کو سب سے پہلے اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی توفیق بتائے گی۔ اگر رضا نہیں ہے' آپ تسلیم میں نہیں آئے تو پھر منوانے کا جذبہ کیا ہے۔ اس لیے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا وہ اپنی ضرورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کیسے کرواسکتا ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے کہنے پر کوئی کام کردیا' تو وہ کون آدمی تھے؟ جن لوگوں نے اپنی زندگی میں اللہ کے فیصلوں کو تسلیم کیا۔ ہوتا انہی لوگوں کے ذریعے سے ہے' کہ جب کسی ملک میں کوئی ابتلا آجائے تو وہ بندہ دعا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی اُس سے دعا کرواتے ہیں۔ یہ آدمی وہ ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی ذاتی زندگی میں اپنے لیے دعا کی ضرورت محسوس نہیں کی۔وہ دوسروں کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو تسلیم کرانے کا آسان طریقہ بتارہا ہوں کہ آپ اللہ کی بات کو مانتے جاؤ۔آپ کی خواہشات خود بخود چلتی جائیں گی۔اپنی خواہشات کی وجہ سے آپ زندگی میں بوجھ نہ بنالو۔آپ کی خواہشات زیادہ ہوجاتی ہیں۔زندگی میں اُن سب کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔اصل میں تو آپ نے زندگی گزارنی ہے۔لطف کی بات تو یہ ہے کہ زندگی گزر رہی ہے اور خواہش پوری نہیں ہوئی۔کیا بات ہے۔آپ نہیں سمجھے؟ اللہ نے خواہش کیوں دی؟ کہ اس سے زندگی گزرے۔اوراب؟ زندگی گزر رہی ہے لیکن خواہش پوری نہیں ہورہی۔وہ خواہش جس کے پورا نہ ہونے سے زندگی ختم نہ ہو وہ خواہش صحیح نہیں ہے۔وہ خواہش جس کے پورا ہونے سے زندگی جاری ہو وہ خواہش صحیح ہے۔وہ خواہشات جن سے زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ خواہشات پوری نہ ہوں تب بھی زندگی گزر جاتی ہے۔زندگی اور عبادت کسی خواہش کے ساتھ مشروط نہیں۔آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً اتنی دولت ہو تو پھر زندگی گزرے گی۔نہیں' غریب کی زندگی بھی گزر جائے گی اور امیر کی بھی گزر جائے گی۔یا یہ کہنا کہ اتنی دولت ہو تو پھر ہم عبادت کریں گے۔ ہر معیار پہ ہر طرح کے لوگوں نے عبادت کی ہے۔ہر دور کا آدمی رویا بھی ہے اور ہنسا بھی ہے۔ ہر طبقے کا آدمی روتا بھی ہے اور ہنستا بھی ہے۔ہر طرح کے انسان کی خواہشات پوری بھی ہوجاتی ہیں اور خواہشات رہ بھی جاتی ہیں۔آنسو اور مسکراہٹ سے کوئی بچ نہیں سکتا۔غم اور خوشی سے انسان بچ نہیں سکتا' زندگی اور موت سے بچ نہیں سکتا۔ پھر آپ نے آزمائش کے لیے کیا خواہشیں رکھی ہوئی ہیں۔انہیں اللہ کے حوالے کرو۔یا پھر انہیں پورا کرلو' خواہشات پوری کرلو۔اگر وہ پوری بھی نہیں ہوتیں اور چھوڑی بھی نہیں جاتیں تو یہ مصیبت ہے۔انسان چاہتا ہے کہ کوئی چیز حاصل ہو تو وہ لے لئے حاصل کرلے۔اور اگر حاصل نہیں ہوتی تو چھوڑ دو۔اگر چھوڑی نہیں جاتیں تو پھر عذاب ہے۔وہ چیز عذاب ہے جو حاصل بھی نہیں ہوتی اور چھوڑی بھی نہیں جاتی۔یہ فیصلہ آپ خود ہی کرلو۔اللہ تعالیٰ آپ کے فیصلے پر مہربانی کرے گا۔

سوال:

لوگ Circumstances کا Victim بھی تو ہوسکتے ہیں۔

جواب:

Circumstances کی سٹڈی آپ General طور پر کرتے ہیں۔ اصل میں Circumstances آپ کی Feelings کے ہوتے ہیں۔دیکھنے والا کہتا ہے کہ یہ Victim ہے۔ مثلاً Circumstances نے کسی کا ذہن Crush کردیا۔بعض اوقات یہ ہوتا ہے ناں۔اور آپ یہ بھی دیکھتے ہو کہ غریبی کے اندر کتنے بڑے' عظیم مفکر پیدا ہوئے کہ دنیا کو ہلا کے رکھ دیا۔وہ Circumstances سے باہر ہوگئے۔آپ دیکھتے ہو کہ پیغمبر یتیم ہوگئے اور دنیا کو کلمہ پڑھادیا۔ایسے سائنس دان ہوئے' ریفارمر ہوئے اور فلسفی ہوئے جن کا حالات کے ساتھ زیادہ تعلق نہیں ہوگا۔وہ لوگ جو ہیں Circumstances سے باہر ہیں۔وقت جو ہے یہ کمزور آدمی کو چکی کی طرح پیستا ہے اور طاقت ور آدمی جو ہے یہ وقت کا شہسوار ہے۔جو شہسوار ہے وہ غریب بھی ہوسکتا ہے اور امیر بھی ہوسکتا ہے۔اس کا حالات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔حالات ہمیشہ اس کے تابع ہوتے ہیں۔اس کو فاقہ ہوسکتا ہے لیکن حالات خراب نہیں ہوسکتے۔فاقے کے ساتھ Circumstances کا کوئی تعلق نہیں ہے۔فاقہ بہت سی Energy کو

Generate کرتا ہے اور بہت سی Activity کو Create کرتا ہے۔ حالات کب خراب ہوتے ہیں؟ جب پیسہ ہو اور آرزو زیادہ ہو۔ حالات تب خراب ہوتے ہیں جب حال اور توقع میں بڑا فرق ہو۔ حالات اس وقت خراب ہوتے ہیں۔ آپ یہاں پر اس گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں' کسی دور دراز کے گاؤں سے آنے والے آدمی سے پوچھو جو آپ کو ملنے کے لیے آیا ہے کہ تم کیسے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں آسودگی میں ہوں۔ آپ شہر لاہور کے اندر اتنے بڑے مکان میں ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا حالات ہیں۔ اور آپ اپنے آپ کو اور لوگوں کے حوالے سے دیکھو گے تو کہو گے کہ یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے' حالات خراب ہو گئے ہیں۔ حالات تو دیکھنے کا نام ہے۔ دنیا میں کبھی یہ وقت نہیں آیا کہ آپ سے غریب کوئی نہ ہو۔ ایسا وقت بھی کبھی نہیں آئے گا کہ آپ سے زیادہ امیر کوئی نہ ہو۔ امیروں کے حوالے سے دیکھو گے تو غریب ہو جاؤ گے اور اپنے سے کم آدمی کو دیکھو گے تو اپنے آپ کو بہتر محسوس کرو گے۔ حالات صرف یہ نہیں ہوتے کہ جیب میں پیسہ ہو' شکل بھی حالات ہیں' صورت بھی حالات ہیں' بیوی بچے بھی حالات ہوتے ہیں' آپ کے خیالات بھی آپ کے حالات ہیں' آپ کا ایمان آپ کے سب سے بڑے Circumstances ہیں۔ ان سب کو Circumstances میں شامل کرو' ان سب دولتوں کو شامل کرو۔ کون کون سی دولت؟ مثلاً آپ کے پاس بعض اوقات پیسہ بھی نہیں' کوئی لمبا چوڑا خیال بھی نہیں مگر آپ کے تعلقات بہت اچھے لوگوں کے ساتھ ہو سکتے ہیں' تو یہ بھی دولت ہے۔ ایسے Circumstances بھی ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک اچھا دوست میسر آ گیا۔ اچھے دوست کا میسر آ جانا Circumstances میں بڑا Evidence ہے۔ اگر کوئی اچھا انسان مل جائے تو یہ رزق سے بہت زیادہ ہے۔ بعض اوقات اگر کوئی اچھی بات آپ کے کان میں پڑ جائے تو یہ ہزار دولت سے زیادہ ہے۔ پرانی کہانی ہے' ایک آدمی سفر کرتا کرتا ایک جگہ گیا' دوسری جگہ گیا اور کئی سال بعد اُسے راز مل گیا۔ راز کیا ملا؟ اُسے ایک بات ملی کہ یہ یوں نہیں ہے بلکہ یوں ہے۔ اس ایک بات کا ہو جانا Circumstances کی بات ہے۔ یہ Circumstances کیا ہیں؟ واقعات' Situations' Chances' حالات اور خیالات۔ حالات پیسے کا نام بھی ہے اور خیالات جن کا پیسے سے کوئی تعلق نہیں' اور آپ کے تعلقات جن کا پیسے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اوقات Circumstances ہوتے ہیں مستقبل ــــــ غریب ماضی اگر امیر مستقبل میں جا رہا ہے تو سبحان اللہ' یہ بہت شاندار ہے۔ ایک آدمی جو آپ کے شہر سے گزر کے جا رہا ہے' اجنبی ہو کے جا رہا ہے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں بیٹھا ہے' کل کو یہ آدمی خدا جانے کون ہو گا۔ یہ Circumstances عجیب ہیں' فطرت کا اپنا کام ہے۔ بعض اوقات Circumstances یہ ہوتے ہیں کہ آپ کے دل میں قوتِ ایمانی ہے۔

حضرت امام عالی مقامؑ کے Circumstances بہت اچھے نہیں تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ یزید کے ان حالات کے باوجود اس کے حالات خراب ہو گئے۔ تو Cirumstantial evidence آپؑ کے خلاف تھی کہ اس وقت امام عالی مقامؑ لڑ رہے ہیں۔ یہ کوئی لڑنے کی حالت ہے؟ لیکن یہ کسی کو پتہ نہیں کہ وہ Victorious Battle ہے' اُن کو پہلے دن ہی فتح کا مقام مل گیا۔ سقراط نے کہا تھا کہ مجھے مارنے والوں کے Spelling بھی کسی کو یاد نہیں ہوں گے' نام تو کہاں رہ گیا۔ کسی کو یاد نہیں کہ اس کو الزام دینے والے کون لوگ تھے۔ سقراط کو یہ نام اُردو میں کہتے ہیں' انگریزی والے یہ نہیں کہتے۔ وہ نام رہ گیا۔ حالانکہ ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ سقراط کون ہے لیکن اتنا پتہ ہے کہ اس کو مارنے والوں کے نام کا پتہ نہیں ہے۔ یہ اس کے لیے کافی ہے' کریڈٹ ہے۔ یہ حالات ہیں زہر پینے والے کے۔ زہر پینے والے کے حالات اُمرت کھانے والوں کے حالات سے بہت بہتر ہیں۔ اس لیے Circumstances کا Victim جو ہے اگر کمزور ہے تو وہ اپنے آپ کو Victim محسوس کرتا ہے ورنہ وہ Victim نہیں ہے۔ یہ آپ کا احساس ہے۔ Victim ہونا جو ہے یہ آپ کے احساس کا نام ہے ورنہ آندھیاں سارے چراغ نہیں بجھاتیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی چراغ جلتا رہتا ہے۔ کہیں نہ کہیں اُمید کا

کوئی روشن چراغ رہ جائے گا۔ ہزار مایوسیاں ہوں گی لیکن کہیں نہ کہیں Hope نکل آئے گی۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو Bank کے حوالے سے نہ پہچانو' ایمان کا جائزہ بھی لیا کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو تسلیم کرنے کا حوصلہ ہے' کیا اللہ سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی ہمت ہے' اگر وعدے پورے نہیں کیے تو کیا معذرت کرنے کی جرأت ہے' استغفار کی جرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر رضامندی بڑی جرأت کی بات ہے۔ اُس نے جو کچھ کیا وہ قبول کرلو۔ اگر صرف گلہ چھوڑ دو تو آپ کے لیے بڑی فراوانیاں ہیں۔ زندگی میں اپنے ماضی پر نظر دوڑائیں تو آپ نے ایک پوری لائف گزاری ہے' بڑی لمبی زندگی گزاری ہے اور اگر دیکھا جائے تو زندگی ایک لمحے کا نام ہے' زندگی تو لمبی گزارنی تھی مگر اب تھوڑا سا ٹائم رہ گیا' یہ سب آپ کا خیال ہے۔ انسان نہ تو حالات کا Producer ہے اور نہ حالات کا Product ہے۔ حالات اور انسان الگ الگ چلتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ حالات کدھر جا رہے ہیں اور ہم کدھر جا رہے ہیں۔ دونوں چلتے جا رہے ہیں۔

سوال:

اگر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائیں تو بات یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ صرف اس کا کرم ہے' اس کے آگے تو سوچنے کی ہمت نہیں۔

جواب:

ٹھیک ہے۔ یہاں تک بات ٹھیک ہے' لیکن جب دامنِ اُمید ہاتھ سے نکل جائے یا نکلنے لگ جائے تو پھر چیخ لگا دو۔ پھر لحاظ نہ کرنا۔ جب تک اُمید قائم ہے تو جو مرضی ہوتا ہے وہ ہونے دو' جو ٹریکٹر چلتے ہیں وہ چلنے دو لیکن اگر اُمید ہاتھ سے جارہی ہے پھر شور مچانا ضروری ہے۔ پھر ایسی فریاد کرو کہ ہر چیز کو اُڑا کے رکھ دو۔ پھر یہ لازم ہے کیونکہ پھر یہ کوئی اور شے ہے۔ غریبی انعام ہے اور غریبی سزا ہے۔ یہی تو میں بتارہا ہوں۔ بیماری انعام ہے اور بیماری سزا ہے۔ ایسے واقعات آتے ہیں کہ جب آپ اپنا وجود اس کے سپرد کردو تو پھر وہ جانے' صحت جانے اور بیماری جانے۔ اگر یہ آپ کا اپنا وجود ہے تو پھر ڈاکٹر کی طرف رجوع کریں' اب آپ بیمار ہیں۔ اگر زندگی آپ اپنے ذمے لگاتے ہو' اس کی اصلاح اور اس کی کامیابی' تو پھر ناکامی تمہارے لیے افسوس کی بات ہے۔ اگر کامیابی اور ناکامی' حاصل اور محرومی' سب اُدھر لگاتے ہو تو پھر جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے۔ اس خیال میں چلنے والے ایک مقام پر اسی خیال میں اٹکتے ہیں۔ میں یہ وارننگ دے رہا ہوں۔ وہ اچھا خاصا ٹھیک سے مانتا چلا آرہا تھا اور پھر اُسے کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ میرا ایمان اُٹھ گیا ہے' اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ اب یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایمان کب اُٹھتا ہے؟ اللہ پر اعتماد کہاں اُٹھتا ہے؟ جہاں سے اعتماد بنتا ہے وہیں سے اُٹھتا ہے۔ بات نہیں سمجھے؟ مثلاً نماز سے آپ کو اللہ ملا' احساس ملا کہ اللہ کے قریب بات جارہی ہے اور پھر نماز کے رہ جانے سے اللہ رہ گیا۔ ماں کی رضامندی سے اللہ ملا اور ماں کی ناراضگی اللہ سے دوری ہے۔ کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر میں اس پہاڑ پہ چلتا ہوں تو اللہ کے بہت قریب ہوتا ہوں۔ حالانکہ وہ پہاڑ ہے۔ جس دن اس پہاڑ پہ چلنے کا حکم بند ہو گیا وہ اللہ سے دور ہو گیا۔ کسی آدمی کو جھوٹا شیخ مل گیا تو اُس کے تصوّر میں اس نے اپنا اللہ طے کر لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ جھوٹا آدمی ہے۔ اب اُسے بزرگ کہا ہے تو چپکے سے اس کے لیے دعا کر' تیرے پاس عرفان آگیا ہے تو اس کے لیے دعا کر۔ اگر تیرے پاس بھی عرفان نہیں آیا اور اس کے پاس بھی نہیں ہے تو ادب کا تعلق قائم رکھ۔ خاموش ہو جا۔ انسان یہاں پر ٹوٹتا ہے۔ مثلاً چھوٹی جماعت میں آپ کا ایک استاد ہے' ٹیچر ہے' وہ آپ کو بہت بڑا علم دیا کرتا تھا۔ تب آپ کی جماعت چھوٹی تھی۔ پھر آپ نے زیادہ علم پڑھ لیا۔ اب آپ ٹیچر سے بھی زیادہ علم حاصل کر گئے' لیکن جب بھی وہ سامنے آئے تو آپ اسی طور پر' اسی ادب میں وہیں بیٹھو۔ اگر آپ کا علم آپ کے اندر چھلانگیں لگاتا ہے تو سمجھو کہ محروم ہو گئے۔ اللہ کب دور ہو گا؟ جب آپ استاد سے زیادہ علم حاصل کرنے

کے بعد اپنے آپ کو استاد سے زیادہ محترم جانو۔آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ وہ اُستاد جو ہے وہ اپنے علم میں کم ہونے کے باوجود آپ کو استاد کے انداز سے ملا' سامنے سے آ کے ملا۔ جو انسان سامنے سے آ کے ملا اس کو ہمیشہ ہی سامنے رکھو' چاہے آپ اس سے آگے نکل جاؤ۔ جو آپ کے چچا تھے چاہے وہ کتنے ہی کمزور ہو جائیں اور آپ کتنے ہی بڑے ہو جائیں' ان کو چچا ہی کہو۔ جو استاد تھے انہیں استاد ہی کہو۔ جس کے ساتھ آپ نے کسی طور پر بھی ادب کا رشتہ قائم رکھا ہو' اس کی خامی کے بعد بھی ادب کا وہ رشتہ بے ادبی کا نہ بنانا۔ خاموش ہو جانا لیکن بے ادبی نہ کرنا۔اللہ کو آپ جانتے ہو کہ وہ جانتا ہے' آپ گھر سے اچھی نیت لے کے اللہ کی تلاش میں چلے' اللہ نے ایک موڑ میں سے گزار دیا۔ وہ جاننے والا ہے' جانتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے' آپ کو کہاں سے گزارا جا رہا ہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو محسوس ہوا کہ یہ تو میں غلط راستے سے گزر گیا۔ اب غلط راستے سے گزرنے کا احساس' صحیح ہونے کی ایک دلیل ہے۔ یہ جو صحیح ہونے کی دلیل ہے یہ اُس جھوٹے شخص کا فیض ہے' اسی راستے کا فیض ہے' اس کو سلام کرو۔ وہ جو جھوٹا نظر آ رہا ہے خدا جانے کیا راز ہے' وہ آپ کے اندر سچ Produce کر گیا۔اگر اعتقاد قائم رہے تو سچے آدمیوں کو غلط مقامات سے بھی بہت صحت مند منزلیں ملی ہیں۔اس لیے اللہ سے کب مایوس ہوتے ہیں؟ جب انسان اپنے راہبروں سے مایوس ہو گیا' جب انسان اپنے سفر کے حوالے سے مایوس ہو گیا۔ جس جگہ سے اللہ مرتب ہوا وہیں اللہ غیر مرتب ہو جاتا ہے۔ جن مقامات سے آپ کو اللہ کا قرب ملتا ہے انہیں مقامات سے آپ دور ہوتے ہیں۔ یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔ انسان چونکہ یہ فیصلے بدلتا ہے' جب بدلنے لگ جائے گا تو وہ دور ہو جائے گا۔ اگر آپ دو شخص ایک راستہ چل رہے ہیں اور جب آپ کو وہ رابطہ مل جائے تو اُن کو یہ رابطہ ضرور دکھاؤ۔ یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ آپ اور ہم دونوں صداقت کے لیے سفر پر چلے ہیں اور آپ اور مجھے کسی آدمی کو کوئی سا فیض بہت وسیع مل جائے تو وہ دوسروں تک پہنچائے گا۔ اس نیت سے چلو گے تو ادب قائم رہے گا۔ مثلاً آپ کا بچہ باہر چلا گیا' باہر اُس کو خزانے مل گئے' اب خزانے مل گئے ہیں تو وہ اپنے غریب ماں باپ کو فیض پہنچائے' غریب ماں باپ کے ساتھ فخر نہ کرے' یہ نہ کہے کہ تم غریب تھے' ہم امیر ہو گئے۔ یہ نہ کہے بلکہ فیض پہنچائے۔ اس لیے اس سفر میں آپ کو جو جو کچھ ملا وہ آپ کے لیے ایک بہتر راستے کا ساتھی تھا۔ جب بھی آپ کو اُس سے آگے کوئی چیز مل جائے تو آپ اس کو بھی فیض پہنچاؤ۔ میں نے آپ کو ایک چھوٹی سی کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی اپنے گُرو کی تلاش میں گیا' جا کے کسی سے پوچھا کہ مجھے کون سا گُرو ملے گا۔ اس نے کہا کہ اس طرح کرو کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ اُس کو درخت کی ایک شاخ دی اور کہا کہ یہاں بیٹھو اور جو جو آتا جائے اس کے چرنوں کا پانی اس کو دیتے جاؤ۔ جس کے چرنوں کے پانی سے یہ شاخ پھل گئی' پھول نکل آیا تو وہی تمہارا گُرو ہو گا۔ وہ کرتا گیا' کرتا گیا' آخر ایک دن آ گیا جب ایک آدمی کے چرن دھونے سے اس شاخ سے شگوفہ پھوٹا۔ اس نے گرو کو پکڑ لیا کہ جناب آپ میرے گُرو ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا' وہ بولا کہ ابھی ابھی آپ کے چرن دھونے کے پانی سے یہ ہوا ہے۔ اُس نے کہا کہ ٹھیک ہے' میں ہی تمہارا گرو ہوں۔ وہ بولا گرو جی اب گُر کی بات بتا دو۔ گرو نے کہا کہ گُر کی بات سن لو۔ گُر کی بات یہ ہے کہ جتنے بھی اس راستے میں پہلے آدمی ملے تھے وہ سارے ہی سچے تھے' یہ سب کا اجتماعی پانی ہے جو اس شاخ کو پھول دار بنا رہا ہے۔ یہ ہے گُر کی بات۔ اگر گمراہی کے سفر کے بعد منزل مل گئی' کِذب کے سفر کے بعد صداقت کی منزل مل جائے تو اس منزل پر پہنچ کر اُس کاذب راستے کو بھی سلام کہہ دو۔ اگر صداقت کے سفر پر جا رہے ہو اور آخری منزل جھوٹ مل جائے تو اس کو دُور سے سلام کہنا ہے' کہ میرا دُور سے ہی سلام ہے۔ اگر آپ کو انجام اچھا مل جائے تو سارے سفر کو سلام۔ اس میں جو غلط تھا وہ بھی شامل ہے۔ وہ کیا غلط تھا کہ جس کا نتیجہ اچھا نکل آیا۔ اس لیے یہ بڑے راز کی بات ہے۔ کون اچھا؟ جس کا آخر اچھا۔ اس لیے آپ جو اس راستے پہ چل رہے ہو' اس سے پہلے جتنے لوگوں نے آپ سے اس قسم کی بات کی ہے یا اس قسم کا واہمہ دیا ہے یا بچپن میں جن لوگوں نے آپ کو اس راستے کی ترغیب دی ہے' جن کتابوں نے آپ کو اس راستے پر چلنے کا شعور یا ذائقہ دیا ہے' ان

سب کو سلام۔ یہ آپ کے سفر کے اندر سارے اس کے determinants ہیں۔ ان سب کو سلام ہونا چاہئے۔ اس میں کاذب بھی ہیں' جھوٹے بھی ہیں' کچھ اور کتابیں ہیں' کچھ کافروں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں' وغیرہ وغیرہ علیٰ ہٰذا القیاس ____ وہ سب جو ہیں شوق کو Produce کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کو منزل مل گئی تو یہ سارے آپ کے لیے بہتر ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ مثلاً خوشی کی منزل مل گئی۔ ایک آدمی اگر بحری جہاز پہ جا رہا ہے' جہاز طوفان کی زد میں آ گیا' جہاز ڈوبنے کے قریب تھا لیکن نہیں ڈوبا' ٹوٹنے والا تھا مگر نہیں ٹوٹا۔ بڑا خطرہ تھا لیکن ساحل پہ آ گیا اور دوست کے ساتھ دوست مل گیا۔ اب کیا یاد رکھو گے؟ طوفان یاد رکھو گے یا ملاقات یاد رکھو گے؟ وہ Journey اچھا کہ برا تھا؟ جس کو Journey کے اختتام پر دوست ملا وہ بڑا کمزور انسان ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ Journey خراب تھا۔ یہ سفر خراب کیسے تھا؟ اگر دوست مل گیا تو پھر سفر بہت مبارک تھا۔ اگر دوست ہی نہیں ملا تو پھر سفر کی آسودگی کس کام کی۔ بس یہ اس کا راز ہے۔ یاد رکھ لو۔ اگر انجام اچھا ہے تو سارا سفر اچھا ہے۔ یہ میں بہت سارے ان لوگوں کو بھی بات بتا رہا ہوں کہ جن کا گھر میں جھگڑا ہے۔ اگر گھر کا انجام مبارک ہے تو وہ جھگڑا وغیرہ سب ٹھیک ہے۔ اگر اللہ مہربانی کر دے' آپ کی عاقبت درست کر دے' آپ کو اپنی رحمت میں قبول کر لے تو چھوٹے موٹے جھگڑے کی خیر ہے۔ نیکی کی قیمت تو کوئی نہیں ہو سکتی اور نیکی کا بدل بھی کوئی نہیں ہے' عبادت کا بدل کوئی نہیں ہے۔ لیکن ایک مقام پر عبادت کا بدل ہے' اگر کوئی عبادت نہ کر سکے اور زندگی کی تلخی برداشت کر جائے تو یہ عبادت کا بدل ہو سکتا ہے۔ تلخی کو برداشت کرلو' ابتلا ہے تو برداشت کرلو' دِقت ہے تو برداشت کرلو' گھر میں بڑی ہی پریشانی ہے' تو اللہ کے نام پر برداشت کرلو۔ کامیاب ہو جاؤ گے' دنیا میں اور کچھ نہ کرو' دنیا فساد سے بھری ہوئی ہے اور آپ کہو کہ میں اس میں ایک اور فساد کیوں کھول دوں۔ پہلے ہی زمانہ فساد سے بھرا پڑا ہے۔ الفساد فی البرّ والبحر۔ اب میں اس میں سے اپنا فساد کم کر دیتا ہوں۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ اس کی دنیا پہلے ہی فسادات سے بھری ہوئی ہے' میں نیا فساد' فتنہ نہیں کھولنا چاہتا' میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ کیوں چھوڑا؟ کہتا ہے کہ اب نیا مقدمہ کون کرے' پہلے ہی عدالتیں بھری پڑی ہیں۔ اپنا حق چھوڑ دینا بھی احسان ہے' اپنے آپ پر بھی۔ زندگی میں یہ ایک مقام بھی آتا ہے۔ اس لیے میری نصیحت یہ ہے کہ اس سفر میں جو جو سچے بزرگ ملے ہیں ان کو سلام' جو جھوٹے ملے ہیں ان کو بھی سلام۔ کیونکہ اگر جھوٹ کی تعلیم نہ ہوتی تو سچ سمجھ نہ آتا۔ اس میں جھوٹ کی تعلیم ہوتی ہے۔ میری بات آپ سمجھ رہے ہیں؟ سچ کی پہچان میں جھوٹ کی پہچان کرائی جاتی ہے اور جو جھوٹ آشنا نہیں ہوتا اُسے سچ سے آشنائی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے جھوٹ آشنائی کے لیے کوئی نہ کوئی بات ضرور ذبح کی جاتی ہے۔ وہ انسان جو جھوٹ کی تعلیم دے رہا ہے وہ بہت ضروری انسان ہوتا ہے۔ وہ ایک راز ہوتا ہے۔ اس کو بہت معذرت کے ساتھ قبول کرنا۔ آپ ویسا نہ بننا لیکن اُسے بُرا نہ کہنا۔ وہ علم دے رہا ہے' صداقت کے سفر میں جھوٹ کا علم دے رہا ہے۔ اور صداقت کے سفر میں جھوٹ کا علم شامل ہونا ضروری ہے' جھوٹ کی پہچان ضروری ہے۔ اچھے کی پہچان میں برے کی پہچان ضروری ہے۔ اس بات کی احتیاط چاہیے۔ مطلب یہ کہ آپ At peace with everyone ہوں۔ ٹھیک ہے؟ خدا کے ماننے والے' خدا کی محبت میں سفر کرنے والے ہر ایک کے ساتھ صلح' ہر ایک کو سلام۔ اُس کو بھی سلام جو چور آپ کے گھر سے چوری کر کے مال لے گیا۔ اللہ کی منشا ایسی ہے۔ وہ Recover کرلو لیکن جھگڑا نہ کرو۔ اُس سے اپنا مال لینے کی کوشش کرلو لیکن اُسے گالی نہ دو۔ At peace رہو۔ اب آپ بات کرو ____ آپ لوگ بولو ____

سوال:

ایک محفل میں آپ نے فرمایا تھا کہ الہام کو سمجھنے کے لیے یا اس کی تفسیر بیان کرنے کے لیے الہام آشنائی ضروری ہے' تو کیا انسان جس کو الہام آشنائی ہو وہ دوسروں کو اس چیز سے آشنا کرا سکتا ہے؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے؟ کیا اندر سے اس کی کوئی Preparation کی جا سکتی ہے؟

جواب:

نہیں' اس کی پریکٹس کوئی نہیں ہے۔ سائنس کے تمام کمالات کے باوجود شہد مینوفیکچر نہیں ہوا۔ سائنس جتنی مرضی کمال کرتی جائے لیکن شہد وہ ہے جو شہد کی مکھی پر الہام ہوا۔ دھوکہ کر سکتے ہیں' اس کے قریب کر سکتے ہیں لیکن وہ بات نہیں ہو سکتی۔ الہام جو ہے یہ الہام ساز نہیں ہوتا۔ وحی جو ہے وہ آپ کو وحی والا نہیں بنا سکتی۔ یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے۔ الہام آشنائی یہ ہے کہ جہاں عقل ماؤف ہو جائے' یعنی عقل کام نہ کرے اور بات پھر بچی ہو تو سمجھو کہ وہ الہام کی بات ہے۔ مثلاً یہ بات پہلے سمجھ نہیں آئی لیکن ہے بالکل صحیح' تو اُس کو الہام کہتے ہیں۔ وہ صداقت جو ذہن کی رسائی میں نہ آئے اور Suddenly آپ پر آشکار ہو جائے وہ الہام ہے کہ جس کے سوچنے کا طریقہ کوئی نہ ہو۔ اچانک جی میں آ جانا اور بات کا صحیح نکلنا' یہ الہام ہے۔ الہام جو ہے Intuition نہیں ہے۔ Intuition تو آپ حاصل کر سکتے ہو۔ الہام یہ ہوتا ہے کہ کوئی بات منشائے ربی کے ساتھ آئے۔ Awareness اور چیز ہے۔ ان میں فرق ہے۔ Awareness اور ہے' Awareness کا مطلب ہے آشنا ہونا۔ مثلاً کسی کی نیت سے آپ آشنا ہو جائیں' اس کے علم سے آشنا ہو جائیں' اس کے ارادے سے آشنا ہو جائیں' چیزوں کی ماہیت سے آشنا ہو جائیں' لیکن یہ منشائے ایزدی کے ساتھ آشنا ہونا نہیں ہے' یعنی اب اللہ تعالیٰ نے آگے کیا کرنا ہے' یہ کوئی نہیں جان سکتا۔ انسانوں کی منشا سے انسان آشنا ہو سکتا ہے لیکن الہام کا تعلق فطرت کے پیغام کے اوپر کان رکھنا ہے۔ جب فطرت بولتی ہے تو وہ الہام ہے۔ وحی یہ ہے کہ جب اللہ بندے کو کسی اپنے فرشتے کے ذریعے پیغام دیتا ہے۔ پیغمبر صاحبِ مرتبہ ہیں' ان پر جب الہام ہوتا ہے وہ وحی کہلاتی ہے۔ عام آدمی پر جو ہوتا ہے وہ الہام ہو سکتا ہے۔ الہام تو ہو سکتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک وقت آیا پڑا ہے کہ دور دور تک کوئی چراغ جلتا ہوا نظر نہیں آتا' اگر ایسی بات ثابت ہو جائے تو یہ الہام ہو سکتا ہے۔ اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا۔ یا کسی جنگل میں کھڑا ہو کے کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اس جنگل پر ایک بہت اچھا شہر آباد ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ دس سال بعد وہاں شہر بن جاتا ہے۔

سوال:

وحی میں کیا ہوتا ہے۔

جواب:

وحی لوگوں کے لیے ایک باقاعدہ پیغام ہے جو اُس انسان کے ذریعے اللہ کا بھیجا ہوا پیغام ہے۔ الہام آپ کی آشنائی کے لیے ہے۔ یہ لوگوں کی اصلاح کا مقام نہیں ہے۔ وحی جو نازل ہوتی ہے وہ ہر آدمی کے لیے ماننا ضروری اور لازمی ہے اور آپ پر جو الہام ہوا وہ ضروری نہیں ہے کہ باقی لوگ اس کو Follow کریں۔ پیغمبرؐ پر جو وحی ہوئی ہے وہ میرے لیے قرآن ہے۔

سوال:

کیا وہ سب کے لیے ضروری ہے؟

جواب:

وہ سب کے لیے ضروری ہے۔ اور آپ پر جو الہام ہوا وہ ضروری نہیں کہ میں اُسے مانوں کہ نہ مانوں۔

سوال:

یہ تو صرف آگہی ہوئی؟

جواب:

ہاں یہ آپ کی آگہی ہے۔ وہ صرف آپ کے ساتھ ہے۔ وحی سے انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا لیکن الہام سے آپ انکار کر سکتے ہیں کہ میں تو نہیں مانتا کہ پتہ نہیں یہ کیا ہے۔

سوال:

جناب کیا کشف اورالہام ہم معنی ہیں یا نہیں؟

جواب:

نہیں نہیں۔ کشف جو ہے Awareness کے قریب ہے۔ کشف کا معنٰی ہے اوپر سے پردہ کا اُٹھ جانا۔ اس کی جو پہلی سطح ہے وہاں دونوں برابر ہیں' پہلے حصے میں صرف ایک حصے تک۔ اس کی Range میں فرق ہے۔ الہام کی Range ذرا دور ہے Flight زیادہ ہے۔

سوال:

کیا کشف کو Intuition کہیں گے؟

جواب:

کشف جو ہے یہ آپ کی Effort کے ساتھ ہے۔ اس کے لیے فارمولا ہوسکتا ہے۔ آپ پر نزولِ افکار ہوسکتا ہے لیکن نزولِ منشاء جو ہے یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے۔ کشف حاصل ہوسکتا ہے لیکن الہام کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ الہام ایک مرتبہ ہے۔

سوال:

پھر الہام تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی۔

جواب:

ہاں یہ بات ہے' وہ مرضی ہے۔ کشف آپ کی کوشش ہے۔ آپ کر سکتے ہیں۔ ہر آدمی کر سکتا ہے۔ مراقبہ کشف کے لیے ہے۔ مراقبہ ہوسکتا ہے' Awareness ہوسکتی ہے' Intuitive Awareness ہوسکتی ہے۔ آپ یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ Leading to the facts ہوگی؟

جواب:

آنے والے یا جو ہو چکے ہیں' ان سارے کا کر سکتے ہیں' یا یہ کر سکتے ہیں کہ آپ پر' آپ کے اوپر کوئی خیال نازل ہو جائے۔ لیکن الہام اللہ کی طرف سے نازل ہوجاتا ہے' اچانک آواز آئی کہ یہ یوں کردو۔ یہ آواز جو ہے یہ الہام ہے۔

سوال:

وہ تو باقاعدہ Instructions ہوں گی۔

جواب:

باقاعدہ' یہ الہام ہے' کہ Instruction آئے' اطلاع آئے یا جو کچھ بھی آئے۔ لیکن سب اُدھر سے آئے۔ اس میں کرنے والے کا کوئی کام نہیں ہے' یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ باقی سارے کرنے والے کام ہیں' کشف کرنے والا کام ہے' Awareness کرنے والا کام ہے' Intuition کرنے والا کام ہے۔ اس کے لیے ضرور فارمولے بنے ہوئے ہیں کہ ایسا کردو تو ایسا ہوجائے گا' خالی پیٹ ہوں گے تو بہتر ہوجائے گا' بھرا ہوا پیٹ جو ہے اس پہ نہ کشف ہوتا ہے اور نہ

Awareness ہوتی ہے' نہ Intuition ہوتی ہے۔

سوال:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میرے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب:

ایسی بات ہوسکتی ہے لیکن یہ بات درست نہیں بھی ہوسکتی۔ جن کی کہی ہوئی بات درست ہوتی ہے وہ اپنی بات اپنے منہ سے نہیں کہتے۔

سوال:

یہ جو Psychic ہیں' انگلینڈ میں یا امریکہ میں' وہ بتا دیتے ہیں۔ ایک جگہ قتل ہوا تو پتہ نہیں لگ رہا تھا۔ اس عورت کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے فلاں جگہ لے جاؤ' تو پھر ایک پُل کے نیچے وہ لاش ملی جس کا سر کُچلا ہوا تھا۔

جواب:

یہ تو معمولی بات ہے۔

سوال:

یہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب:

یہاں پہ Fall of Dacca سے پہلے ایک درویش پھرتا تھا' وہ کہتا تھا کہ میرے بازو میں درد ہے' میرا بازو کٹ گیا۔

سوال:

کہاں تھا وہ؟

جواب:

اِدھر تھا' لاہور میں۔

سوال:

اب نہیں ہے؟

جواب:

نہیں ــــــ یہ لوگ تو عام پھرتے رہتے ہیں۔

سوال:

یہ کیا بات ہوتی ہے' اس کے پیچھے کیا راز ہے؟

جواب:

بعض اوقات یہ Sincerity کا انعام ہوتا ہے۔

سوال:

وہ عورت جس نے Murder کے بارے میں بتایا وہ تو کوئی اتنی نیک عورت نہیں تھی۔

جواب:

یہاں کتنے ہی مؤکلات والے لوگ ہوتے ہیں' اگر آپ ان کے پاس چلے جائیں اور کہیں کہ یہ واقعہ سمجھ نہیں آیا'

چوری ہوگئی ہے' کچھ گم ہوگیا ہے' تو وہ عام آدمی' ان پڑھ سا' ایسا عمل کرتا ہے' پوچھتا ہے کہ آپ کی کیا چیز گم ہوگئی ہے' سانس لینے والی ہے یا سانس کے بغیر ہے۔ پھر کہتا ہے کہ گم کس طرح ہوئی ہے' وہ تو فلاں شخص آپ کا گھوڑا چوری کر کے لے گیا' کہتا ہے کہ ان کی حویلی میں بندھا ہوگا' جا کے لے لو۔ یہ تو عام طور پر لوگ کرتے رہتے ہیں۔

سوال:

اس کی کیا وجہ ہوتی ہے' اس کے پیچھے کیا چیز ہوتی ہے؟

جواب:

یہ مؤکلات ہوتے ہیں۔ مؤکلات جو ہوتے ہیں وہ آنا جانا' اس کا لینا دینا کرتے رہتے ہیں۔ آپ بتاؤ کہ مؤکل کیا ہوتا ہے؟ آپ بتاؤ کہ جنات کیا ہوتے ہیں؟ جن کی شکل کیا ہوتی ہے؟ جن شکل تو نہیں رکھتا۔ انسانوں کی دنیا میں جب بھی آئے گا وہ انسان بن کے ہی آئے گا۔ فرشتہ جب بھی آئے گا انسان کی شکل میں آئے گا۔ مؤکل جو ہے وہ Aerial ہے' اس کا نام ہی Aerial ہے۔ اس کو Aerial ہی کہتے ہیں' Airy Spirit۔ یہ آنا جانا کرتی رہتی ہے۔ بہت پرانے لوگ اس کو بیان کرتے آرہے ہیں۔

سوال:

کیا ایک آدھ ہمارے کمرے میں نہیں آسکتی۔

جواب:

آپ کے کمرے میں آپ کے ساتھ دو فرشتے تو آئے بیٹھے ہیں۔ کراماً کاتبین ہیں ناں۔ جتنے لوگ ہیں ہر ایک کے ساتھ دو ہیں' اتنے فرشتے تو موجود ہیں۔ مؤکلات تو بہت چھوٹی Agencies ہیں۔ یہاں تو فرشتے موجود ہیں۔ حساب لگا لو۔

سوال:

وہ تو کچھ کام ہی نہیں کرتے' نہ ہمارا کہنا مانتے ہیں۔

جواب:

وہ نااہل ہوں یا اہل ہوں یہ علیحدہ بات ہے' فرشتے تو ہیں۔ یہ آپ کا اعتقاد ہے ناں۔

سوال:

وہ ہمارے قبضے میں ہوں۔

جواب:

وہ آپ کے قبضے میں ہیں' جب تک آپ زندہ ہیں وہ ہیں۔

سوال:

وہ ہمارا کہنا تو نہیں مانتے' اپنی مرضی سے لکھتے ہیں۔

جواب:

آپ کا مطلب ہے کہ مؤکل جو ہیں وہ آپ کا کہنا مانیں۔ اس کے لیے باقاعدہ کچھ کرنا ہوتا ہے' چلہ کشی وغیرہ۔ پھر وہ مؤکل قابو کیے جاتے ہیں۔ کرنے والے قابو کرتے ہیں۔ بعض اوقات مؤکل جو ہے وہ Nausty ہو جاتا ہے۔ اگر آپ نے وہ تدارک نہ کیا' یا لہسن کھا لیا' گوشت کھا لیا' وہ جو قیمہ تھا وہ نامناسب گوشت تھا' مؤکل خفا ہوگیا اور اس نے سارا

سامان ہی توڑ دیا۔اس لیے ان کاموں کا نہ ہونا بھلا ہے۔ یہ حجاب ہے' اس سے بچ جانا ہی بہتر ہے۔ وہ ہزار خبریں دے دے گا کہ کل یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا' تم کہاں سے آئے ہو' تم یہ کھانا کھا کے آئے ہو____ یہ سب جھوٹ ہے۔ اس کے قریب ہی نہ جاؤ۔ یہ تمہارے راستے کی رکاوٹ اور حجاب ہے۔لوگ یہ کرتے رہتے ہیں' آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:

جیسا آپ نے فرمایا کہ وہ راستہ اچھا ہے جس کا انجام اچھا ہے' انجام خاتمے پہ ہے یا درمیان میں بھی ہے۔

جواب:

انجام کا لفظ ایک معنٰی رکھتا ہے۔

سوال:

اس کا مطلب خاتمہ ہے۔

جواب:

ہاں' خاتمہ ہی ہے۔

سوال:

اِس کی سمجھ پھر اُس آدمی کو سفر کے خاتمے پر ہی ہوگی؟

جواب:

ناں' اِس کی سمجھ اُس کو ہر سانس کے خاتمے پر ہو جاتی ہے۔

سوال:

اس طرح وہ چلتا رہا۔

جواب:

ہاں' چلتا رہا۔

سوال:

ا کہ انجام اچھا ہے' اس کی بخشش ہوگی۔

T کا نام نہیں ہے' Today کا نام ہے' کہ کیا آپ کو اس موجود حالت میں اپنے مالک
ساس ہے تو انجام اچھا ہے۔ کیا آپ کو اپنے اعمال کی عبرت کے طور پر گرفتار
نہیں ہے؟ اگر گرفت کا ڈر ہے تو اس میں دِقّت کا مقام ہے۔ گرِفت

یہ غلطی ہوئی ہے۔

یشہ پیدا ہو گیا تو عبادت

سوال:

پھر تو انجام حال ہی میں ہوگیا۔

جواب:

یہ اس شخص کا خاتمہ آیا ہے' اس کا انجام ہے۔

سوال:

پھر تو انجام Moment سے Moment کی Evaluation کا نام انجام ہے۔

ایک اور کا سوال:

پھر تو جس کا حال اچھا ہے اس کا انجام اچھا ہے۔

جواب:

حال کا فیصلہ کرتے وقت اُسے انجام ہی انجام کہیں گے۔ ہوگا وہ حال ہی۔اس میں آپ نے اپنا جائزہ لینا ہے۔آپ کو پتہ ہے کہ پریشان کہاں ہوتے ہیں۔ زندگی کی کل چار پانچ چیزیں ہیں۔آپ کے ملنے والے دوست' اقربا آپ کی بداعمالی کے Victim نہ ہوں' وہ آپ کے کسی ظلم کا شکار نہ ہوں' آپ ان سے کوئی Dishonest Bargain نہ کریں۔ یہ ملنے والوں کی بات ہے۔قریب رہنے والے رشتے دار' پاس رہنے والے' ان لوگوں کے ساتھ Behaviour کرتے وقت ان میں گلہ یا نارضامندی پیدا نہ ہونے دو۔ ان کو راضی رکھو۔اگر یہ صاحب راضی ہو گئے تو آدھی سے زیادہ زندگی راضی ہوگئی۔ اس سفر میں یہ ضروری ہے۔ان کی رضامندی ہو جن کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ وہ لوگ آپ کی دسترس سے محفوظ رہیں جن کو آپ کبھی کبھی گاہے گاہے ملتے ہیں۔اور آپ کی تنہائی جو ہے یہ اندیشوں سے محفوظ رہے۔ پیشانی جو ہے یہ سجدوں سے سرفراز ہوجائے۔ بس سمجھو کہ کام مکمل ہوگیا۔ پیشانی میں سجدوں کی خواہش ہو۔جس پیشانی میں سجدے کی خواہش ہے اس کو خدا کی تمنا ہے۔ ورنہ خدا' سجدہ تو نہیں ہے۔ سر جھکانے کی خواہش ہو تو یہ خدا کا تقرب ہے۔لوگوں کو اپنی دسترس سے محفوظ رکھنا۔ یعنی جمیع خلائق کو۔ یہ نیکی کی بات ہے۔اپنے عزیزوں کو اور رشتے داروں کو گلہ پیدا نہ ہونے دینا۔ یہ آپ کا کُل کام ہے۔

سوال:

بعض رشتے دار حسد کی وجہ سے گلہ کرتے ہیں۔

جواب:

ان کا حسد روکو۔ اس بے چارے کے دل سے حسد کا ظلم دور کرو۔ یہ مہربانی بھی کرو۔ یہ کرو۔ آپ کی نمائش کی وجہ سے اس میں حسد پیدا ہوا۔ اگر آپ نمائش کو ذرا کمزور کردو تو حسد پیدا نہیں ہوگا۔ نمائش کو کم کردو۔ آپ نے اس بے چارے کو خواہ مخواہ حسد کی تکلیف دے دی۔ اس کے ساتھ تھوڑی سی رعایت کرو۔ اس کا چھوٹا دل ہے۔

سوال:

اس کو شکایت ہوتی ہے کہ ہم اس سے ہر بات چھپاتے ہیں۔

جواب:

اللہ نے رشتے میں اس کو آپ کے پاس رکھا' اس کے ساتھ تھوڑی سی رعایت کرو۔ آپ رعایت کرسکتے ہیں۔اس کا دل چھوٹا ہے۔ چھوٹے دل والے کے ساتھ ذرا اچھی بات کرو۔ آپ نے محنت کی اور پیسہ بنایا' محنت کی اور نیک نامی بنائی'

محنت کی اور بہت کچھ بنایا۔ جو کچھ آپ نے بنایا اگر وہ چیز آپ کو عذاب میں ڈال دے تو پھر آپ نے کیا بنایا۔ محنت کے ساتھ کیا بنایا؟ پیسہ۔ اگر پیسہ ہی آپ کو تکلیف میں مبتلا کردے تو آپ نے کیا بنایا۔ پیسے نے دِقّت پیدا کر دی' جائز کے ساتھ ناجائز شروع ہوگیا' تو یہ ایک عذاب بن گیا۔ آپ نے محنت کے ساتھ عذاب پیدا کرلیا۔ پہلے رشتے بنائے اور پھر رشتوں کو برا کہنا شروع کر دیا۔ یہ ایک اور مصیبت آ گئی۔ رشتہ کرنے سے پہلے وہ قبول تھا اور کرنے کے بعد اب مجبوری ہے' دِقّت شروع ہوگئی۔ اب اس کو ٹھیک کرو' راضی کرو۔ آپ اپنی صلاحیت کو اس حد تک بہتر سمجھتے ہو کہ لوگوں کو Underrate کر رہے ہو۔ مہربانی کرو۔ بزرگوں کی خوبی یہ ہے' بڑے آدمی کی خوبی یہ ہے کہ وہ چھوٹے سے نباہ کرے۔ علم کی تعریف یہ ہے کہ وہ جاہل کے ساتھ گزارا کرے۔ آپ علم والے ہو ناں۔ اب جاہلوں کے ساتھ گزارا کرو۔ آپ بہت اچھے لوگ ہیں' تو برے کے ساتھ گزارا کر کے بتاؤ۔ برے سے نفرت کرتے ہو اور پھر اپنے آپ کو اچھا کہتے ہو۔ کوئی اچھے نہیں ہو۔

سوال:

ہم برے سے ڈرتے ہیں نفرت نہیں کرتے' بڑا خوف آتا ہے۔

جواب:

ڈرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سوال:

وہ بڑا تنگ کرتا ہے۔

جواب:

یہ نفرت ہے' یہ کہنا کہ وہ بڑا تنگ کرتا ہے۔

سوال:

آپ کی بات درست ہے کہ نفرت تو نہیں کرنی چاہیے لیکن جو بڑا تنگ کرتا ہے اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔

جواب:

فرض کرو کہ برا آدمی آپ کا بھائی نکل آئے تو کیا کریں گے۔ فرض کرو کہ بیٹا نکل آئے' اس سے کیسے معافی مانگو گے۔ اسی طرح کا اور نکل آئے تو کیسے معافی مانگو گے۔ جو بہت پسندیدہ آدمی ہے اگر اس میں برائی نکل آئے تو پھر؟ اس کے لیے دعا کرو کہ یارب العالمین مہربانی کر۔ اگر آپ کو گھر میں رکھا ہوا اپنا پالتو کتا پسند آ جائے اور وہ اگر کسی مہمان کو کاٹ لے تو آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ خیر ہے یہ کتا ہے' وہ ٹھیک ٹھاک ہوجائے گا' آپ اِسے معاف کردیں۔ یعنی اس کے ساتھ بھی آپ Recommendation کرتے جائیں گے۔ آپ کو کوئی چیز پسند نہیں آئی۔ آپ کی ناپسندیدگی بڑھ گئی ہے۔ پسند کی تعریف یہ ہے' ہم اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس کی خامیاں ہم نظرانداز کریں۔ محبت کی تعریف کیا ہے؟ جب اس شخص کی خامی' خامی نہ نظر آئے۔ اپنے علاوہ لوگوں سے محبت کرنی شروع کردو۔ آپ کو اپنے آپ میں خامی نظر نہیں آتی اور دوسروں میں خوبی نظر نہیں آتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوال:

ہم تو خودغرض ہیں' جب تک محبت کا Response نہ ملے' محبت نہیں کرتے۔

جواب:

آپ محبت نہیں کرتے ہو۔ محبت نہیں کرتے ہو تو یہ حالت ہے۔ اس حالت کا تو یہی انجام ہے جو ہے۔ اس کو بدلو پھر' جب تک نہیں بدلو گے حالات نہیں بدلیں گے۔ آپ کی جو تعلیم اب تک ہوئی ہے یہ اس کا شگوفہ ہے۔ آپ مہربانی کرو

اپنے آپ پر۔

سوال:

ہم تو محبت کی کوشش کرتے ہیں لیکن ....

جواب:

یہ یک طرفہ محبت نہیں ہے۔ آپ کو بتا رہے ہیں کہ دیکھو آپ اپنے آپ سے اور کچھ نہیں تو لالچ نکال دو۔ آپ کے سارے کام ہو جائیں گے' پیسے کی تمنا نکال دو۔ دوسرے کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا ترک کر دو۔ خیال میں بھی یہ نہ ہو۔ اپنے جسم کے اندر یہ فانوس روشن کرو۔ بس پھر بچ گئے' بہت سارا فرق پڑ گیا۔ اور اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں نقص نہ نکالو' اس کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ کیا کہا؟

سوال:

پہچاننے کی کوشش کرو۔

جواب:

اور اس میں نقص نہ نکالو۔ نقص نکالنے کا مطلب کیا ہے؟ پہچان سے محروم ہونا۔ کہتا ہے تم نے اس تصویر میں نقص دیکھے تھے۔ کہتا ہے کہ اس میں تیرہ نقص دیکھے تھے۔ کہتا ہے کہ کس کی بنی ہوئی ہے؟ کہتا ہے کہ دنیا کا جو سب سے بڑا پینٹر ہے اس کی بنی ہوئی ہے۔ اب اس میں اگر تم نقص نکالو گے تو تم نقش آشنا نہیں ہو سکتے۔ کہتا ہے کہ میں نے اس راگنی میں مَیں نے تین نقص نکالے۔ راگنی کس کی تھی؟ کہتا ہے کہ امیر خسروؒ کی بنی ہوئی ہے۔ جو امیر خسروؒ کی راگنی میں نقص نکالے وہ کون ہوتا ہے؟ وہ راگ آشنا نہیں ہے۔ خدا کے بندوں میں جو نقص نکالے وہ کون ہے؟ یہ کس کی کائنات ہے؟ اُسی کی ہے۔ اب آپ کے ذہن کی بات یہ ہے کہ جو بات سمجھ نہیں آ رہی وہ تمہاری غلطی ہے۔ اس لیے جو کچھ اُس نے پیدا کیا اس پہ آمین کہو' جو کچھ کیا وہ صحیح' بار بار کہتا جا رہا ہوں کہ **ربنا ما خلقت ھذا باطلا** ہمارے رب یہ چیز تو نے باطل پیدا نہیں کی۔ ہر بات راز ہے۔ اُسے قبول کرو۔

سوال:

تھوڑی سی بات وضاحت طلب ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے مطابق بات ہے کہ وہ اُسے تسلیم نہیں کرتے تھے' وہ اس بات کو باطل سمجھتے تھے۔

جواب:

جو لوگ سفر کر رہے ہیں' مقام اور مرتبے کی طرف جا رہے ہیں' یہ جو کسی کے خلاف محاذ یا جہاد کرنا ہے' جہاد جو ہوتا ہے وہ اپنے امام کے حکم سے ہوتا ہے۔ اپنے حالات کے بارے میں اپنے بزرگوں سے پوچھو کہ اب مجھے کیا Behave کرنا چاہیے۔ کہیں اُمر اور نہی کی شکل میں Fight نہ کرو۔

سوال:

میرا یہ مقصد نہیں تھا' میں اس سے بہت نیچے Level پہ ہوں۔ عام' نارمل آدمی کی زندگی کے لیول پہ مجھے مشکل یہ پیش آئی کہ میرا بیٹا' میرا بھائی' میرا عزیز' میرا دوست جو ہے اُسے اپنی سمجھ سے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حق ہے۔ ہر آدمی اپنی سمجھ کو حق کہتا ہے۔ اس کو Analyze کر کے اور Rationalize کر کے وہ اس کو صحیح سمجھتا ہے اور پھر اس کی جو مخالف قوتیں آتی ہیں وہ ان کو باطل سمجھتا ہے۔ اس کے راستے میں جو رکاوٹ آتی ہے اس رکاوٹ کا وہ کہتا ہے کہ یہ میرا حق ہے کہ میں ان رکاوٹوں کی پرواہ نہ کروں۔ اُس کے راستے کا یہ سفر ہے۔ زندگی کے ہر مسئلے میں' اولاد کی پرورش میں' رشتے داروں کی

نگہداشت میں، اپنے فرائض ادا کرنے میں بھی، بھائی کے ساتھ تعلق رکھنے میں بھی اُسے ایک رکاوٹ پیش آجاتی ہے۔اس وقت دو پہلو اُس کے سامنے آجاتے ہیں، ایک کو وہ حق سمجھتا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے، بھائی تو ہے ٹھیک ہے، بیٹا تو ہے ٹھیک ہے لیکن یہ غلط بات کہہ رہا ہے۔ وہ آدمی جو تسلیم و رضا کے راستے کا مسافر ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔

جواب:

یہ سوال بڑے سخت مقام کا سوال ہے۔اس میں پہلی بات یہ دیکھو کہ جو شخص حق کو حق جانتا ہے اسی کو بتایا جا رہا ہے کہ جس کا حق تم حق نہیں سمجھ رہے، کہیں اس پہچان میں کمی نہ ہو، کہ جس کو تم جو کچھ سمجھ رہے ہو کہیں بات اس کے برعکس نہ نکل آئے۔ایک مقام تو یہ ہے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ صداقت کا فیصلہ نافذ کرنے والے نے اپنے بیٹے کو بھی سزا کے حوالے کر دیا۔تاریخ گواہ ہے۔کیا ایسا واقعہ ہوا؟ تاریخ کہتی ہے، یہ اسلام کے شروع شروع کا واقعہ ہے۔ایک اور واقعہ یہ ہے کہ جن کے نام سے صداقتیں چل رہی ہیں ان پہ اپنے اللہ کی عبادت کا سجدہ کرتے ہوئے، ایک بچہ آ کے کندھے پہ بیٹھ گیا، تو انہوں نے سجدہ Delay کر دیا۔عبادت کا نظام بدل دیا۔یہ محبت کا مقام ہے۔محبت کرنے والا جو ہے وہ قانون سے ہٹ کر محبت کر رہا ہے۔قانون جب نافذ کرو گے کہ یہ حقیقت کا قانون ہے تو پھر آپ قانون کی زد میں رہو گے۔ ہم جو آپ کو پیغام دے رہے ہیں، کیونکہ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے اور میں ذاتی طور پر جواب دے رہا ہوں، یہ ضروری نہیں کہ یہ تاریخ کا جواب ہو۔آپ کو جواب دے رہا ہوں کہ معاف کرنے کا سفر بہت بہتر ہے۔ یہ اپنے لیے معافی مانگنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر تم بداعمالی کی وجہ سے کسی کی گرفت کرو گے تو اپنی بداعمالیاں جو ہیں یہ گرفتار ہو جائیں گی۔اس لیے آپ سے یہ بات ہے کہ آپ ان کو معاف کرو، جو ناجائز حقوق مانگ رہا ہے اس کو بھی تھوڑے سے جائز حقوق دے دو۔

سوال:

میں نے حق کے مسافر کے بارے میں پوچھنا تھا۔

جواب:

اگر وہ مسافر آپ ہیں تو حکم یہ ہے کہ معاف کردو، کوئی Frontier نہیں کھولنا، بُرے کو برا ہونے دو، پرواہ نہ کرو۔

سوال:

برے کا مسئلہ نہیں ہے، میرے اپنے سفر کی بات ہے۔

جواب:

آپ کا سفر مکمل ہو جائے گا اگر آپ Conflict چھوڑ دیں۔ جو چیز آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں وہ تو میں بتا رہا ہوں، آپ اسے پہچانو۔آپ نے مجھ سے پوچھا ہے تو میں نے آپ کو بتایا ہے۔میں تو حکم رکھتا ہوں ناں۔

سوال:

بالکل صحیح۔

جواب:

میں حکم دے رہا ہوں کہ چھوڑ دو۔ ہاتھ اُٹھا لو۔ ہاتھ سے مُراد یہ ہے کہ خیال کا ہاتھ بھی اُٹھا لو۔ محبت کا ہاتھ بھی اُٹھا لو۔

سوال:

ارادہ بھی؟

جواب:

ارادہ بھی چھوڑ دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مقام جو ہے آپ کے لیے بہت سے اور خزانے انتظار کریں گے۔

سوال:

اگر اس راستے میں ایک آدمی کی غلط سوچ جو ہے اس میں کوئی برائی کی بات نہیں ہے' اس کی برائی نہیں ہے' لیکن ایک کی غلط سوچ سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے۔

جواب:

اُس کے لیے دعا کرو۔

سوال:

کس کے لیے؟

جواب:

جو حق تلفی کر رہا ہے۔ دعا کرو کہ اس کو حق تلفی کی توفیق نہ ہو۔ آپ Fight نہ کرنا۔ دونوں کے لیے آپ دعا کرو۔ جو حق سے محروم ہے اس کو حق مل جائے اور جو غاصب ہے وہ حق دے دے۔

سوال:

یہ تو ذمہ داری ہے۔

جواب:

ہاں' ذمہ داری ہے۔

سوال:

پھر تو اللہ اپنے کام خود کرتا رہے گا' ہم پھر اس میں کیا کریں۔

جواب:

مقصد یہ ہے کہ آپ دعا کرو۔

سوال:

دعا تو کرتے رہیں گے۔

جواب:

آپ کی دعا چلے گی۔

سوال:

وہ راستے سے ہٹ جائے گا۔

جواب:

راستے سے ہٹنا تو ایک قسم کی بغاوت ہے۔ یہ نہ ہو کہ راستے میں تلوار نہیں چلانے دی تو ہٹا دیا۔ آپ دعا کرو۔ جو کام طاقت سے نہیں ہوتا وہ دعا سے ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے کہ آپ کے دور میں ناانصافی نہ ہو۔ یہ ہو جائے گا۔

سوال:

اس معاشرے میں جھوٹے برسر اقتدار ہیں' زیادتی ہو رہی ہے۔

جواب:

آپ کو میں یہ بات بتا رہا ہوں' آپ کو وقت پتہ ہے کہ کیا ہو رہی ہے؟ آپ علم سیکھ گئے ہیں اور میں عمل کا

فارمولا بتا رہا ہوں۔ عمل کا فارمولا یہ ہے کہ اب اس علم کو تھوڑا سا روکو۔ جب تک آپ وہ Fight کرنے کے قابل نہ ہوں' پہلے آپ چلنے کی کوشش کرو۔ اکیلے اکیلے فائٹ شروع کرو گے کہ میں نیکی کر رہا ہوں' میں بدی کے خلاف لڑ رہا ہوں تو تباہ ہو جاؤ گے۔

سوال:

ہم تو Issues کے سلسلے میں Mobilize کریں گے کہ یہ غلط آدمی ہے۔

جواب:

میں آپ کو ایک Opinion دے رہا ہوں کہ نہیں دے رہا ہوں۔ میں کیا Opinion دے رہا ہوں؟

سوال:

آپ کہتے ہیں کہ یہ سب چھوڑ دیں۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ پہلے تسلیم کرو۔

سوال:

جی ہاں۔

جواب:

آپ یہی Opinion چلاؤ گے۔ آپ خیر شر کا جھگڑا نہ کھولو۔ آپ سب سے پہلے انسانوں کو اللہ کے فیصلوں کا احترام بتاؤ کہ پہلے انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو قبول کریں۔ پھر اگر فائٹ کرنی ہوگی تو وہ فائٹ ہو جائے گی۔ اللہ کرے گا ضرورت ہی نہیں ہوگی' یہ فائٹ کرنے کے نتیجے ہیں کہ روز کوئی بچہ مر جاتا ہے' کبھی ان کا بچہ مر جاتا ہے۔ ہم نے بچے بھیجے پڑھنے کے لیے اور وہاں جا کے For اور Against ہو جاتے ہیں' لڑتے رہتے ہیں۔ کیا نتیجہ نکلا؟ یہ راستے کی تعلیم ہے کہ جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ انسانوں کے ساتھ محبت کرو۔

سوال:

یہ تو آپ ہدایت کی بات کر رہے ہیں۔ یہ جو ایک لہر چل رہی ہے کہ بچے کو مار دیتے ہیں یہ باتیں وہ کیوں کرتے ہیں۔

جواب:

اس لیے کہ آپ لوگوں نے بچوں کو محبت نہیں سکھائی۔ انہیں یہ کہو کہ تم آئے ہو چار دن کے لئے' پڑھنے کے لیے اور اس کے بعد تم نے یا فیل ہو جانا ہے یا پاس ہو جانا ہے' تمہارے ماں باپ نے قرضہ' اُدھار لے کے تمہیں پڑھنے کے لیے بھیجا ہے' بظاہر تم بڑے شاندار آدمی ہو لیکن اندر سے تم سارے غریب آدمی ہو' جس کام کو آئے ہو یہ کام نہ کیا تو تم نے کون سا جھنڈا لگا دینا ہے۔

سوال:

بچے یہ بات نہیں سنتے۔

جواب:

آپ کی نہیں سنتے تو استاد کی سنیں۔ کوئی بچے کو بتائے تو سہی۔ آپ کہتے ہیں ناں کہ جب پاکستان بن رہا تھا تو سول سیکرٹریٹ پر لڑکیوں نے جھنڈا لگا دیا تھا۔ کہتے ہیں ناں؟ میرے حساب سے غلط کیا ہے۔ مت جھنڈا لگاؤ۔ اگر طالب علم ہیں تو علم حاصل کرو اور اپنا اللہ اللہ کرو۔ اگر سیاست کے میدان میں نکل گئے ہیں تو اب بچوں کو سیاست سے کیسے نکالو گے؟ بچوں کے

سامنے اپنی ''سیاست دانیت'' بیان نہ کرو،ان کو پڑھنے دو۔ بڑی مشکل ہے پڑھائی۔

سوال:

اب تو جن بوتل سے نکل آیا ہے' اب کیا کریں۔

جواب:

اب اگر وہ بوتل سے نکل آیا ہے تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اُسے نہ چھیڑو' ناراض ہو جائے گا۔

سوال:

اُسے بوتل میں واپس ڈالا جائے۔

جواب:

یہ آپ نہیں کر سکتے۔ یہ کوئی اور کرے گا۔ آپ مہربانی کر کے لوگوں کو تسلیم اور رضا کا پیغام سکھاؤ کہ جینفل مین یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے' آپ لوگ خاموشی سے دیکھو کہ اب کیا ہوتا ہے۔ آپ کوئی نیا Waterloo' لڑائی نہ کرو' خوشی سے بیٹھو۔ جب بات آپ کے بس سے باہر ہے تو جس کے بس میں ہوگا وہ کر لے گا۔

سوال:

مائیں بے بس ہیں اور پریشان ہیں کہ ان کے بیٹے ہیں۔

جواب:

مائیں پریشان ہیں تو اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اس سے بہتر اور کون سا وقت ہوتا ہے خدا کو یاد کرنے گا۔

سوال:

ہوتا یہ ہے کہ بیٹا پڑھنے گیا اور پھر گھر میں لاش آ گئی۔

جواب:

یہ کون کر رہا ہے؟ لڑکے لڑکوں سے کر رہے ہیں۔ اور لڑکوں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ بھائی کو کیوں مار رہے ہیں' دوسرے لڑکے کو کیوں مار رہے ہیں۔

سوال:

اب انہیں کون ہدایت کرے گا کہ عقل آ جائے۔

جواب:

آپ اس بات کو لے کے آگے چلو۔ آپ اپنے خیال کو ہی نہیں چھوڑتے ہو۔

سوال:

ہم تو کہتے ہیں کہ آپ کا کام پڑھنا ہے' آپ پالیٹکس میں نہ پڑیں۔ بہت کہتے ہیں۔

جواب:

اگر آپ یہ کریں گے تو ایک بچہ تو بچ جائے گا۔ بس یہی آپ کی جواب دہی ہے۔ That's all آپ زیادہ کچھ نہیں کر سکتے' جتنا کر سکتے ہو اتنا کرو۔ جو نہیں کر سکتے آپ اس کے لیے افسردہ نہ ہوں۔ جو کر ہی نہیں سکتے اُس کے لیے کیوں مغموم ہیں۔ جہاں آپ Answerable نہیں ہو وہاں کیوں اُداس ہو گئے۔ دیکھو اس وقت ایران میں دو آدمی مر گئے' اب کیا کر سکتے ہیں آپ۔ کہتا ہے کہ ایران میں دو آدمی مر گئے ہیں' آپ اُداس نہیں ہوئے؟ ایران میں مر گئے ہیں اور پھر پیرس میں بھی مر گئے ہیں' کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اب آپ اس میں کیا کر سکتے ہیں؟ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم کچھ نہیں

کر سکتے۔ جہاں آپ کچھ نہیں کر سکتے وہاں آپ خاموش ہو جاؤ اور جہاں آپ کر سکتے ہو وہاں کرو۔ کچھ نہیں کر سکتے تو دعا کرو۔ آپ اپنے آپ کو وہاں Answerable بنا رہے ہو جہاں آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ دِقت ہے۔

سوال:

ہم Answerable تو نہیں بنا رہے' پریشان ہو رہے ہیں۔

جواب:

کس بات کے لیے۔

سوال:

وہ جو لڑکا مر گیا ہے۔

جواب:

وہ لڑائی کے ساتھ مرے ہیں۔ کیا لوگ ویسے نہیں مرتے؟ آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ یہ تو مارنے والے نے پستول کا طریقہ اختیار کیا ہے ورنہ مارنے والا پستول کے بغیر بھی مارتا رہتا ہے' ہر روز لاہور میں مارتا ہے۔ آپ کو کیا پتہ کہ لاہور میں کتنے آدمی روز مرتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے؟ آپ کو تو پتہ نہیں ہے۔ آپ میں سے کسی اور کو پتہ ہے؟

سوال:

دو چار مرتے ہوں گے۔

جواب:

نہیں' بہت زیادہ مرتے ہیں۔ یہ روز ہی واقعہ ہوتا رہتا ہے۔ جتنے پیدا ہوتے ہیں اس سے زیادہ مرتے ہیں۔ یہ حساب لگا لو۔ آپ اس بات کا فکر نہ کرو۔ مارنے والے نے کمال کر دیا ہے کہ اب بندوق شروع کر دی ہے۔ یہ عزرائیل کا کام ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آدمی کا نام ہے' اُس کو جا کے لے آؤ' Instrument خود ہی ایجاد کر لینا۔ کبھی تو ویسے سانس نکال لیتا ہے اور کبھی کوئی Instrument ایجاد کر لیتا ہے' کبھی عزرائیل علیہ السلام کسی شہر میں جائے تخت لگا دیتا ہے۔ کہتا ہے اب Wholesale کام ہے۔ وبا کی شکل میں' ابتلا کی شکل میں' عراق ایران میں بھی تخت لگا رکھا ہے' بنگلہ دیش میں بڑا عرصہ لگائے رکھا ہے۔ اِدھر وہ جگہ تلاش کر رہا ہے کہ کہاں پر بیٹھا جائے۔ وہ عزرائیل علیہ السلام ہے۔ یہاں اُسے موقع نہیں مل رہا' درویش لوگ اور آپ جیسے اچھے لوگ اُسے موقع نہیں دے رہے۔ سب دعا کرتے جا رہے ہیں۔ اس لیے اُس کو جگہ نہیں مل رہی' کہیں بیٹھنے کا مقام نہیں۔ ورنہ تو وہ تخت ہی لگا دے۔

سوال:

اگر محبت کے پیغام کو عام کر دیا جائے تو نفرت کم ہو جائے گی اور پستول وغیرہ سے لوگ نہیں مریں گے۔

جواب:

پھر مرنے کا اور طریقہ آ جائے گا۔ وہ موت کا طریقہ ایجاد کر لے گا۔ یعنی کہ دوائی صحت کو ایجاد کرتی رہتی ہے اور بیماری جو ہے وہ اپنا رستہ ایجاد کرتی رہتی ہے۔ روز ہی کوئی نیا تماشہ ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی بیٹھا بیٹھا مر گیا' پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حرکتِ قلب بند ہو گئی۔ سوال یہ ہے کہ کیوں بند ہو گئی؟ یہاں آ کے انسانی عقل بے بس ہو جاتی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں چل رہا' آپ اپنے پرانے آشنا کبھی گنو جو آپ کے ساتھ اسی طرح مل کے بیٹھے ہوتے تھے' گنو کہ کتنے لوگ ہاتھ سے نکل گئے' بچپن سے یاد کرو۔ چلو کل ہی کے زمانے سے یاد کرو۔ کیا آپ کے کوئی ملنے والے رخصت ہوئے؟ اتنے

واقعات ہو گئے اور آپ کو اپنے نہ ہونے کا ابھی شک ہی نہیں پڑ رہا۔ حالانکہ یہ یقینی بات ہے۔ اس لیے محبت کا پیغام دینا آپ کی اپنی نجات ہے۔ آگے کوئی محبت کرے یا نہ کرے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ موت سے بچانے کی کوشش آپ کی اپنی فلاح ہے' آگے کوئی بچے یا نہ بچے۔ یہ کائنات آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ کے اختیار میں آپ کی اپنی ذات ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ کیا پیغام دینا چاہتے ہو؟ یہ حضور پاکؐ کی اُمت ہے' سارے کے سارے مسلمان ہیں۔ اگر آپ نے یہ دل میں سوچا کہ اس میں کچھ طبقہ جو ہے اس کی نجات نہیں ہونی چاہیے تو آپ کی نجات مخدوش ہو جائے گی۔ بس اُس کی بھی نجات ہونی چاہیے جو نہیں مان رہا۔ حکومت سیکولر ہو یا Religious ہو یا Etheism ہو یا کوئی Monotheism ہو' اس کو چھوڑ دو۔ جو مانے یا نہ مانے' آپ سب کے لیے دعا کرو کہ یا اللہ اس کی بھی نجات بہتر کر۔ سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ آدمی ہے جو حضور پاکؐ کی امّت کے آخری آدمی کے لیے بھی بخشش کی دعا کرے۔

سوال:

حضور پاکؐ کی اُمت کے لیے؟

جواب:

ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اب بتاؤ' مسئلہ سمجھ آ گیا۔ جس کا نام محمد ابراہیم ہے اُس کو دو دفعہ بخش دیا جانا چاہئے۔ کیا کہا؟

سوال:

محمد ابراہیم کو بخش دینا چاہئے۔

جواب:

چاہے وہ آپ کے ''اسلام'' کو نہ مانے۔ وہ اسلام کو مانتا ہے لیکن آپ کو نہیں مانتا۔ بات ہے کیا؟ بات آپ نے خود اُلجھادی ہے۔ کہتے یہ ہو کہ تم لوگ اسلام کو مانتے ہو؟ ہم مانتے ہیں۔ کہتا ہے پھر بادشاہ کون ہوگا؟ ہم ہوں گے ___ جو شخص سیاست میں آپ کے ساتھ اختلاف کرے اُس بیچارے کو اسلام چھوڑنا پڑتا ہے' کیونکہ اسلام آپ کے حق میں آ گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے اُس کا قصور کوئی نہیں ہے۔ محمد ابراہیم بخشا جائے گا۔ محمد ابراہیم کا کیا ہوگا؟

سوال:

بخشا جائے گا۔

جواب:

اس لیے آپ اس کو ابتلا میں نہ لاؤ۔ اللہ تعالیٰ پاکستان میں رہنے والے سب کا محافظ ہو۔ اگر یہ کشتی سلامت رہی تو سارے ہی کنارے لگ جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں جو عیسائی رہتے ہیں وہ بھی بخشے جائیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ کیا ہرج ہے۔ اپنے پیغمبر کے حوالے سے وہ پہلے بھی بخشے ہوئے ہیں لیکن آپ کے ساتھ کی وجہ سے بھی بخشے جائیں۔ یہی کہہ رہے ہیں آپ؟ چلو بخشے جائیں' کیا ہرج ہے۔

سوال:

بخشے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب

بخشے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے اندر بھی' Life Hereafter جو ہے وہ محفوظ ہو۔ Here تو جو ہے سو ہے' یہ ابتدائی طور پر ایمان کا حصّہ ہے کہ ایک لائف جو ہے Hereafter ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ آپ

سمجھتے ہیں ناں؟ Hereafter ' بعد میں' آنے والی زندگی۔ اُسے مابعد کہتے ہیں۔ اگر ایک بندہ نوے سال کفر کرتا رہا اور پھر ایمان قبول ہوگیا' کلمہ پڑھ کے صحابہ کرامؓ میں شامل ہوگیا' نوے سال کا کفر جو ہے اب اُسے رضوان اللہ علیہم اجمعین کہہ دیا۔ پچاس سال کا کفر تلوار لے کے اسلام کے خلاف آیا اور اسلام کا مجاہد بن کے گیا۔ اس کو کہتے ہیں ساری عمر ظلمات میں گزرے' نُور انجام ہے۔ اللہ کے کام ہی ایسے ہیں۔ ساری عمر ظلمات میں گزری' عمر تاریکیوں میں کاٹی ہے' انجام اُجالا ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے۔ یہ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایسا کیا کرے' ہمارے ساتھ ایسا ہی کرے کہ ہمیں ہمارے اعمال کے حساب سے نہ دیکھے' اپنے فضل کے حساب سے دیکھے ____

انسان کے ذہن میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز اَٹک جاتی ہے جو پریشانی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ میرا خیال ہے انسان نے پریشان رہنا سیکھ لیا ہے' اب یہ پریشان ہی رہے گا۔ انسان کہتا ہے کہ پہلے خدا کو راضی کرو' خدا کو منواؤ۔ خود اُس کی بات نہیں مانے گا۔ منوانا شروع کردے گا۔ انسان پریشان ہے' بہت پریشان ہے۔ اور انسان بڑا ظالم ہے' اپنی خواہش نہیں چھوڑتا' اور یہ بڑا ہی ظالم ہے۔ اگر خواہش چھوڑ دے تو آسان راستہ ہے' جو بچا ہوا ہے اس پہ گزارہ کرلے۔ یہ کہے کہ چھوڑتا ہوں۔ خاص طور پر وہ صلاحیتیں جو حاصل نہیں ہیں انسان ان کا داعی ہے۔ مقصد یہ کہ عید کو انسان عید کی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے اور روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے عید تو روزے کا انجام ہے۔ اللہ سے انسان اس طرح بات منوانا چاہتا ہے جیسے اس سے بہت رشتہ ہے اور اللہ کے حکم کو ذرا بھی نہیں مانتا۔ منوانے والے نے ماننا بھی تو ہے' اور یہ منوانے کو نکل آیا ہے ماننے بغیر۔ آج کے انسان کے پاس علم بہت زیادہ آگیا اور عمل مفقود ہوتا گیا۔ یہی وجہ ہے' اس کی پریشانی صرف یہی ہے۔ میرا پیغام تو یہ ہے آپ لوگوں کے لیے ہے کہ آپ اپنی زندگی کو' وہ جیسے ہے' قبول کرو۔ اس میں Improvement نہیں ہوتی' میری طرف سے جواب ہے ____ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیا ہے؟

سوال:

جواب ہے۔

جواب:

اس میں Improvement نہیں ہوسکتی' جیسے ہے ایسے ہی قبول کرو۔ کیا کہا؟

سوال:

جیسے ہے قبول ہو۔

جواب

جو زندگی ہے اُسے قبول کرو۔ بس As it is۔

سوال:

ایک گستاخی کرلوں؟

جواب

ہاں۔

سوال:

ایک گستاخی کرلوں معافی مانگ کر؟

جواب:

ٹھیک ہے۔

سوال:

آپ ہمیں یہ کہہ کہہ کر تھک نہیں گئے۔

جواب:

نہیں۔ یہ میں نے کہنا ہے۔ ابھی اور بھی کہنا ہے۔ اسے قبول کرو As it is۔

ایک اور سوال:

ہم خوشی سے اِسے مانیں یا خفگی سے مانیں یا خوف سے۔ ہو گا وہی جو اللہ چاہے گا۔

جواب:

غور کرو۔ ایک طرف اللہ ہے ناں' اللہ کہتا ہے کہ ہمیں منوانے سے پہلے ذرا یہ تو دیکھو کہ بندے مانتے ہیں کہ نہیں مانتے۔ ہم بڑے عزم کے ساتھ' یقین کے ساتھ نکلے اور کہا کہ بندے اللہ کی بڑی بات مانتے ہیں۔ آگے یہ پتہ چلتا ہے کہ بندے نہیں مانتے' اللہ ہی مانتا ہے۔ آپ نے کہا ہے ناں کہ میں کب تک کہتا رہا ہوں گا۔ اتنے بندے ہیں' اتنی واقفیت کے بعد' اتنا عرصہ کہتا رہا ہوں' پھر بھی وہی بات جو پہلے دن کہی تھی آج پھر وہی کہنی پڑ رہی ہے۔ پیغام پھر بھی وہی ہے کہ جو کچھ ہے اِسے مانو۔

سوال:

اتنا عرصہ ہوا کہتے کہتے' کیا کچھ ماننے والے ہوئے؟

جواب:

ہاں بڑے ہیں۔

سوال:

واقعی؟

جواب:

بڑے۔ اور انہوں نے بہت سارا مانا۔ آپ نے بھی بڑا مانا۔ میں آپ کے نہ ماننے کا پردہ آج چاک کر رہا ہوں جس کے اندر ماننے والا ہے۔ نہ ماننے والا سردی کے موسم میں یہاں کدھر بیٹھتا ہے' ان واقعات میں' میں کوئی محبت نامہ بھی نہیں کرتا' میں ڈانٹ ڈپٹ تو سب سے پہلے کر دیتا ہوں۔ ان واقعات کے باوجود' اس عمر میں' آپ لوگ اس خیال کے ساتھ بیٹھے ہیں' تو بڑا مانا ہے آپ نے۔ اس لیے سب ماننے والے ہیں۔ ہم اس لیے بار بار یاد کرا رہے ہیں کہ اصل میں ہم اللہ سے بھی ساتھ ساتھ کہتے جا رہے ہیں کہ یا اللہ جو باتیں نہ ماننے پر مجبور ہیں وہ آپ مانتے جاؤ۔ بات اتنی ساری ہوتی ہے کہ جو درویش ہو اس کا حق کیا ہوتا ہے؟ کہ اللہ سے بندوں کے حق میں بات منوائے اور بندوں سے اللہ کے حق میں بات منوائے۔ اگر وہ صاحبِ مرتبہ پیغمبر ہو تو پھر یہ اُمّت شروع ہو جاتی ہے اور اگر نہ ہو تو اُمّت میں رہنے والا کوئی بھی درویش ہو سکتا ہے۔ درویش کا مرتبہ نہیں ہوتا۔ کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ یہ غوث ہے' قطب ہے' ابدال ہے' قلندر یا کوئی اور ہے۔ درویش پھر درویش ہی ہوتا ہے Well' Human Being اچھا ہوتا ہے۔ اس لیے آپ مرتبوں سے آزاد ہو جاؤ۔ کسی کا مرتبہ آگے کسی کام آتا ہے۔

سوال:

''کرن کرن سورج'' کتاب میں آپ نے لکھا ہوا ہے کہ صاحبِ وقت ہوتا ہے۔

جواب:

کون؟

سوال:

کوئی بھی ہو۔

جواب:

کوئی بھی ہو' لیکن آپ نہیں ہو سکتے۔

سوال:

نہیں نہیں' اپنے لیے نہیں کہا۔

جواب:

میں نے کہا ہے کہ صاحبِ وقت وہ ہوتا ہے جس میں یہ بات ہوگی۔کیا آپ ہیں؟

سوال:

نہیں نہیں' میں بالکل نہیں ہوں۔

جواب:

پھر کون ہے؟

سوال:

آپ۔

جواب:

یہ آپ فیصلہ کر رہے ہیں۔

سوال:

میں نے کتاب کے حوالے سے کہا ہے۔

جواب:

کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ صاحبِ اِذن کی ساعت ہوتی ہے' تو ہونے دو۔ بے نظر آدمی بانظر کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اور آپ میں بانظر ہونے کا جو زعم بھرا ہوا ہے یہ نکالو' یہ جھوٹ ہے۔

سوال:

یہ بالکل نہیں ہے۔

جواب:

کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ درویش ہو۔تم کیسے جانتے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں درویش نہیں ہوں۔پھر تم کیسے جانتے ہو؟ کہتا ہے کہ بس یہ میرا خیال ہے۔ جو درویش نہیں ہے وہ درویش کو نہیں پہچانتا۔ چور کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم چور ہو کیونکہ پچھلی دفعہ مل کے چوری کی تھی۔ چور نے چور کو پہچانا۔ قطب نے قطب کو پہچانا۔غوث نے غوث کو پہچانا۔ درویش نے درویش کو پہچانا۔ ابھی میں نے کہا کہ مرتبوں سے آزاد ہو جاؤ۔کیا کہا؟ آپ حوالہ دے رہے ہیں ماضی کا۔اور میں جب پہلے دن آپ کے پاس آیا تھا تو میں نے یہ کہا تھا کہ پچھلی بات کا حوالہ دینے والا موجودہ حکم کا انکاری ہوتا ہے۔کہا تھا؟ بلکہ میں نے بڑا سخت لفظ کہہ دیا تھا۔آپ کو یاد ہے؟ کہ وہ طاقت جس نے یہ کہا تھا کہ کل تک تو آپ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے علاوہ سجدہ نہ کرنا اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ میرے سجدہ کے علاوہ بھی کرو۔اتنی بات یاد دلانے پر اُس کی تنبیہہ ہوگئی' تنبیہہ تو کیا تباہی

ہوگئی۔ کل تک جو بات مانی تھی آج اُس سے زیادہ مانو۔ ''کرن کرن سورج'' کو لکھے عرصہ ہوگیا' اب نئے سال میں نئی بات کررہا ہوں' آج کی بات مانو گے یا کل کی مانو گے؟

سوال:

آج کی۔

جواب:

کیا کہا میں نے؟ درویش کیا ہوتا ہے؟ صرف درویش ہوتا ہے۔ اتنی بات کہنے کے بعد وہ پھر درویش ہوتا ہے۔ کیا کہا؟ پھر بھی وہی ہے جو میں نے کہا۔ یہ نہ کبھی کہہ دینا کہ غوث' قطب' ابدال' قلندر ــــــ یہ سارے مرتبے جو ہیں پہچان کے نام ہیں۔ اصلی نام یہ ہے کہ وہ آدمی جس کو اللہ کے فیصلوں کا احترام ہو وہ درویش ہوتا ہے۔ آسان سی بات ہے۔ جس کو اپنی خواہش کا احترام ہو وہ دنیا دار ہوتا ہے۔ جس کو تمہارے راستے کا احترام ہو وہ درویش ہوتا ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہے کہ وہ درویش ہے جو ہم کہہ رہے ہیں یہ صحیح ہے' یہ دنیادار ہے۔ آپ کون ہو؟

سوال:

پتہ نہیں۔

جواب:

اب اس میں یہ کہا ہے اس نے کہ آپ کہیں تو میں درویش ہوجاؤں۔ یعنی کہ کسی کو دنیادار کہنا' یہ درویش کا کام ہے۔ یہ درویشی تھی اگر آپ اپنے آپ کو دنیا دار کہتے تو۔ لیکن کیسے؟ کس طرح کہہ سکتا ہے انسان؟ آپ کون ہو؟ سچ بولنا بڑا مشکل ہے۔ یہاں مدد نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ دور ہے جس میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ ہم اس میدان میں بیٹھے ہیں۔ یہاں تو اپنا اپنا بوجھ ہے۔ آپ کون ہیں؟ دنیادار ہیں یا درویش ہیں؟ درویش وہ ہے جس کو اللہ کے فیصلوں کا احترام ہو اور دنیا دار وہ ہے جو اپنی خواہش اور ضرورت کا احترام رکھے۔ آپ کون ہو؟

سوال:

دنیادار ــــ

جواب:

پھر؟

سوال:

سوچا تھا کہ شاید خواہش سُدھر گئی ہو۔ لیکن اب ہنسی آرہی ہے۔

جواب:

یہ خِفت ہے' یہ دنیادار کو دنیا دار کہلانے میں خِفت ہے۔

سوال:

اب ہے۔

جواب:

آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور درویش بننے کی جرأت نہیں ہے۔

ایک اور سوال:

کہیں ایسا تو نہیں کہ سچ نہ ہو اس لیے ہنسی آئے۔

جواب:

نہیں، سچ نہیں ہے۔ Funny کی بات بھی نہیں ہے۔ سوال اتنا سارا ہے کہ مجھے پتہ ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ آپ اس کو پہچانو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ انہیں سمجھ آ رہی ہے کہ جو حقیقت ہے اس کو کہنا مشکل ہے بڑا۔ اور جیسے میں سمجھا رہا ہوں وہ سمجھنا بھی بڑا مشکل ہے کہ اس خواہش سے دست بردار ہو جانا فوراً داخل ہونے کے برابر ہے۔ یہ کتاب کا نسخہ نہیں ہے، یہ فوری نسخہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ زکام لگ گیا ہے تو اس نے کہا کہ اچار کھالو۔ جب اُس نے کہہ دیا ہے تو ٹھیک ہو جائے گا۔ اب اس میں حکمت کی بات نہیں ہے، یہ کوئی اور ہی بات ہے۔ یہ فارمولے سے باہر باہر ہے۔ اب آپ ذاتی طور پر کون ہو؟ بسم اللہ، بولو!

سوال:

آپ کو بہتر معلوم ہے۔

جواب:

میں یہ پوچھ رہا ہوں، آپ کے علم میں کیا بات آتی ہے؟ اللہ کا فیصلہ مانا جائے تو کیا ہے؟ درویش ____ دنیادار کون ہے؟

سوال:

جس کی اپنی خواہش ہو۔

جواب:

یعنی جو اپنی خواہش بھی ساتھ ساتھ چلائے، اپنی خواہش اور اپنی رضا ساتھ چلائے۔ آپ کون ہو؟

سوال:

پتہ نہیں۔

جواب:

خواہش ترک کرتے ہو؟

سوال:

کوشش کریں گے۔

جواب:

ابھی کوشش کرنی ہے۔

سوال:

کوشش تو کرنی ہے۔

جواب:

اب چھوڑ دو اس کو۔ یک لخت فیصلہ کرلو۔

سوال:

صرف کوشش کافی نہیں ہوتی۔

جواب:

کوشش کی بات نہیں ہے، اللہ کے فیصلے اس پر چھوڑ دو۔

سوال:

چھوڑے تو ہیں۔

جواب:

پھر منظور کرو۔

سوال:

منظور بھی کیسے ہیں۔

جواب:

پھر جو نہیں رہا اس پر مغموم نہ ہو۔

سوال:

مغموم نہیں ہوں۔

ایک اور سوال:

وہ بس کی بات نہیں ہے۔

جواب:

مطلب یہ کہ وہاں پر بے بسی ہے۔ کتنی بے بسی ہے۔ پھر تو دنیاداری ہے۔ اب یا تو کوئی متبادل خواہش پیدا کرو جو اس سے نجات دے' یا پھر اسے پورا کرنے کا جلدی جلدی اہتمام کرلو۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ اس لیے بہتر کیا طریقہ ہے؟

سوال:

خواہش سے دست بردار ہو جائیں۔

جواب:

دست بردار ہونا بہتر ہے۔ یا اس سے نکلنے کے لیے ایک اور خواہش پیدا کرلو۔

سوال:

وہ بھی تو خواہش ہوگی۔

جواب:

میں یہی کہہ رہا ہوں کہ خواہش کو خواہش ختم کرتی ہے۔ یہ جو موجود خواہش ہے مجھے پتہ ہے کہ یہ کیا ہے۔ یہ موجود جو ہے یہ پریشان کررہی ہے' عبادت میں رکاوٹ بنتی ہے۔ عبادت تسلیم کا نام ہے۔ اُس کو مالک ماننا ہے' جب کہ آپ خود اپنے مالک ہیں۔ یہ جو کچھ آپ نے بینک میں رکھا ہوا ہے' رسید بک آپ کے پاس ہے' اِس کا مالک اُس کو مان لیا جائے' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کا اور اُس کا' سب کا مالک مان لیا جائے تو وہ مالک جو آپ کے وجود میں سے ایک چیز اُٹھا لیتا ہے' اُسے مان لو۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی بلا لیتا ہے' مان لو۔ مالک اُسے کہتے ہیں۔ ساری خواہشات میں سے ایک خواہش پوری نہیں کرتا' تو مان لو۔ اگر نہیں ماننا تو اپنی زندگی میں آپ خود Perfection پیدا کرو۔ اس میں خدا کی کیا ضرورت ہے۔ کافر اپنے کام کررہا ہے' تم بھی کرلو۔ کافر بھی کام کرتا ہے' فیکٹری لگاتا ہے' کاروبار کرتا ہے' سارے ہی کام کرتا ہے' بلکہ Administration کی کتابیں وہ لکھتا ہے۔ پھر بولو کہ کون سے زندگی بہتر ہے۔

سوال:

ہم دست بردار ہو جاتے ہیں۔

جواب:

ہوجاؤ____ دست بردار ہوجانا یعنی کہ راضی ہوجانا۔ آپ دعا کرو کہ یا رب العالمین میں تیرے ہر فیصلے پر راضی ہوں۔ اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ یہاں سے اُٹھ جائیں تو کیا اُٹھ جاؤ گے؟ چلو یہ فیصلہ ہوگیا۔ کیا فیصلہ ہوگیا؟ کہ وہ جو کررہا ہے' آپ کی زندگی میں جو کررہا ہے اُسے کرنے دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہی کرے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ آپ کچھ عرصہ تو بات مان لو۔

سوال:

وہ ہمیں کچھ نہیں کرنے دے گا' وہ تو اپنی مرضی کرے گا۔

جواب:

جب وہ ''ڈاڈھا'' ہے تو تم مان ہی لو۔

سوال:

بس مجبوراً مانتے ہیں' اور کیا کریں ہم۔

جواب:

آپ نے مجبوراً مان لیا ناں' اب اسی مجبوری کو Pleasure بنالو۔ اسے درویشی کہتے ہیں۔

سوال:

Pleasure تو ہے لیکن____

جواب:

مجبوری ہر Human Being کے لیے ہے۔ مجبوری کو جو اپنی رضا دے دے وہ ہے درویش۔ مجبور تو ہر آدمی ہے' بے بس ہے۔

سوال:

عورتیں تو درویش نہیں بن سکتیں۔

جواب:

نہیں' عورتیں بھی بہت بنتی ہیں۔

سوال:

بالکل نہیں بن سکتیں۔ جہاں اولاد کا معاملہ آ گیا وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیں گی۔

جواب:

اولاد تو آپ کو درویش بناتی ہے۔

سوال:

وہ کیسے۔

جواب:

اولاد جس وقت تکلیف میں ہوتی ہے عورت ہی خدا کے پاس دوڑتی ہے۔ عورت بہت جلد خدا کے پاس پہنچتی ہے۔

سوال:

وہ بات تو ٹھیک ہے۔

جواب:

آپ کی اولاد اگر گمراہ ہوگئی تو اب تو آپ کو خداوالا' اللہ والا بننا چاہیے۔ اب وہ وقت آ گیا کہ مائیں درویش بنیں۔ اولاد مصیبت میں ہے' اولاد ضرورت میں ہے' اولاد پریشانی میں ہے' اولاد گمراہی میں ہے' اولاد خطرے میں ہے' یہ سارے واقعات ہیں' اب آپ کو جاگنے کی ضرورت ہے۔ اگر اولاد خوش قسمت ہے تو آپ جاگنا شروع کردو گے۔ اگر آپ کی اولاد خوش قسمت نہیں ہے تو آپ غافل ہو کے سو جاؤ گے۔ اب بتاؤ کہ آپ کون ہو؟ جاگو گے کہ نہیں جاگو گے۔

سوال:

بالکل جاگیں گے۔

جواب:

جاگیں گے ناں' اب آپ درویش بن گئے۔ آپ اس کے دربار میں جاؤ' سلام لے کے' کہ یا اللہ اپنے بارے میں تو ہم نے کچھ نہیں مانگا' ہماری اولادوں کی اصلاح فرما' ان کے ساتھ مہربانی فرما۔ پھر اولاد کا شکریہ ادا کرو' ایسی گمراہ اولاد جس نے تمہیں راہ دکھادی۔ یہ بھی کمال کی بات ہے' کہ آپ کو ماں باپ عبادت کرنے والا نہ بنا سکے لیکن اس گمراہ اولاد نے آپ کو بنا دیا۔ بچہ خطرے میں تھا تو آپ خدا والے ہو گئے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ زندگی کو قبول کرو۔ اس میں بڑے راز ہیں۔

سوال:

اصل میں ہم گنہگار ہوتے ہیں تو بھی اولاد کی وجہ سے اور اللہ کی طرف جاتے ہیں تو بھی اولاد کی وجہ سے۔

جواب:

تو آپ نے راز پہچان لیا۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اب آپ کے لیے وقت یہ ہے کہ صرف اب درویش ہونے کا وقت آیا ہے۔ آپ کی دنیاداری نے آپ کے بچوں کو خطرے میں ڈال دیا۔ اب وقت آیا ہے کہ آپ اپنی اصلاح کرو' اب وقت آیا ہے کہ آپ کو بہتر ہونا چاہیے' اللہ کے فیصلوں کو قبول کرنا چاہیے۔

سوال:

ایسے میں بچوں کے لیے کیا کریں۔

ایک اور سوال:

ہم لوگ تو......

جواب:

ہم تو بچہ سمجھ کے آپ سے بات کرتے ہیں۔ آپ ان بچوں کو لایا کرو' ان کے ساتھ بھی بات کریں گے۔ بچے بے باک ہو چکے ہیں۔ اُن کے ساتھ بات کی جائے گی۔ ضرور کی جائے گی۔ شاید میدان میں کی جائے۔ اب اُن کے ساتھ اور طرح سے بات کی جائے گی۔ جس آدمی کو نیند آتی ہے' بھوک لگتی ہے' وہ بیمار نہیں ہے۔ جس آدمی کی آنکھ میں آنسو آتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جو آدمی اولاد سے محبت کرتا ہے وہ ضرور اللہ کے پاس جاتا ہے' دعا کرتا ہے۔ اولاد سے محبت آپ سے دعا کرائے گی۔ اللہ کے فیصلوں کو ماننے والا تکلیف میں خاموش رہتا ہے اور جو تکلیف میں خاموش رہ گیا اُس کا نام ماننے والوں میں لکھا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد پھر جاننے والوں میں۔ یہ کچھ عرصہ کتنا سارا ہے؟ یہ تھوڑا نہیں ہوتا۔ ماننے والا پھر جاننے والا بنا دیا جاتا ہے۔ جاننے والا بننے کے لیے جان کی قربانی بھی آپ کے لیے بہت آسان ہے۔ مطلب یہ کہ وہ داخل ہو گیا' داخل کر دیا گیا۔ ہر آدمی کسی انوکھے عمل یا انوکھے واقعہ کے انتظار میں ہے۔ کسی نئے

واقعہ کے انتظار میں پرانی زندگی گزرتی جارہی ہے' اور واقعہ نہیں ہورہا۔اصل واقعہ کیا ہے؟ کہ زندگی ختم ہوتی جارہی ہے' ہر روز گزرتا جارہا ہے' ایک ایک دن کرتے کرتے انسان بیٹھے بیٹھے اپنی عمر سے باہر ہوگیا۔اب اس کو چاہیے کہ ذرا دھیان کرے۔زندگی کے تین حصے کرلو' پہلا آتا ہے' بےشعور زندگی' مجبوری کی زندگی' جیسے والدین چلا رہے ہیں چل رہا ہے۔ پھر ایک باشعور زندگی ہے' اپنے ذائقے' اپنی پسند' اپنے انتخاب' اپنی خوشیاں' اپنے آپ کو کچھ بنانا۔ یہ دوسرا حصہ ہے۔تیسرا حصہ یہ ہے کہ موڑ مڑ جاؤ' اب جانا ہے اُس کے پاس' بھیجنے والے کے پاس۔ میرا خیال ہے کہ ہم تیسرے حصے میں ہیں' زندگی کے آخری حصے میں ہیں' اب اس کو پہچانو۔اب آپ پہلے حصے میں نہ داخل ہوجاؤ کہ اب کیا کیاجائے اور کیا نہ کیاجائے۔ جو کچھ کھیل کھیلنا تھا وہ کھیل لیا' زندگی بنانی تھی وہ بن گئی' گزر کرنا تھا تو گزر کرلیا' فیصلے کرنے تھے تو کرلیے۔شادیوں کے فیصلے کرلیے' میاں کے فیصلے کرلیے' بیویوں کے فیصلے کرلیے' اولاد کی پروڈکشن کے فیصلے کرلیے' مکان بنانے یا نہ بنانے کے فیصلے ہوگئے۔ سارے واقعات ہوگئے۔اب اس زندگی کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلو۔ آخری دور ہے۔اس کے اندر حسرت نکالو' یہ دَور بہتر ہوجائے گا' خواہشات نکالو' بہتر ہوجائے گا' توبہ کیا کرو' بہتر ہوجائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اب آپ نے اپنے پاس بلانا ہے تو میرا حساب کم از کم یہاں کا تو برابر ہو۔ یہاں سے منفی ہو کہ نہ نکلنا۔انسان کتنا ہی بڑا ہوجائے' بہت بڑا افلاطون ہوجائے سب چھوڑنا پڑے گا۔داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ' کتنا بڑا علم' ان کو وطن چھوڑنا پڑا۔کیا سمجھے آپ؟ میرا خیال یہ ہے کہ علم اور مرتبہ کے حساب سے ایشیا میں اس پائے کا کوئی درویش نہیں ہے یعنی علم کا' عرفان کا' نور کا اور علم بھی تو نور کا' ہدایت کا' ان کو وطن چھوڑنا پڑا۔ آپ کو یہ کام کرنا پڑے تو سمجھ آجائے گی کہ پردیس کی حالت کیا ہوتی ہے۔اس زمانے میں پیدل چلنے کے واقعات کیا تھے۔غزنی سے پیدل چلتے چلتے یہاں پر آرہے ہیں اور اجنبی دیس' پردیس میں جاکے اپنا کام کررہے ہیں۔کیا کام کیا اُنہوں نے۔اور پھر زندگی میں جو تبلیغ کی اُن کے ماننے والے اُس کے برعکس ایک آستانہ بنائے بیٹھے ہیں۔عجب مصیبت ہے ناں۔کہ سنگِ مرمر کا آستانہ بنادیا۔انہوں نے نہیں کہا۔وہ شہر سے باہر آکے بیٹھے۔شہر والوں نے اس کو بالکل برعکس بنادیا۔اب یہ ایک عجب مصیبت ہے۔اُس آدمی کی پسند کی یہ زندگی نہیں ہے جو تم نے ان کے اوپر چڑھادی ہے۔آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ وہ مسجد جو تم نے مسجدِ دینار بنادی ہے یہ مسجد اُن کی پسند کی مسجد نہیں ہے' لیکن تمہاری پسند جو ہے وہ اس مقام پر بھی کچھ اور کرگئی۔میرا خیال ہے کہ اب وہ وقت آنا چاہیے کہ درویشوں کی اصلی پسند ظاہر ہو۔کافی ہوگیا اب۔دھوکا بہت کافی ہوگیا۔داتا صاحبؒ کی پسند یہ تو پسند نہیں ہے کہ ان کی قبر کے اوپر پنکھا لگا ہو۔سارے درویش کہیں گے کہ یہ تم کیا کرتے ہو۔اب قرآن کا منشا یہ تو نہیں ہے کہ قرآن کا ماڈل بنا کے بُت بنادو۔قرآن کا بُت بنانا تو مقصد نہیں ہے۔قرآن کو مہنگا چھاپنا تو مقصد نہیں ہے۔قرآن کو Preserve کرنا تو مقصد نہیں ہے۔قرآن کا مطلب یہ تھا کہ اس کو پڑھنے کے بعد زندگی کو بہتر بناؤ۔زندگی ضائع کرکے بھی قرآن پڑھنے کا مقصد نہیں تھا۔قرآن کی پروڈکشن زندگی تھی۔عبادت کا مفہوم کیا تھا اختر صاحب؟ کہ آپ کی زندگی بہتر ہو۔اور آپ نے زندگی کو عبادت کے لیے لگادیا' زندگی گزاری کہ عبادت بہتر ہو۔ ہونا کیا چاہیے تھا؟ عبادت کررہے ہیں کہ زندگی بہتر ہو۔آپ نے کھیل اُلٹ کردیا۔اب وقت ہے کہ حالات بہتر ہوں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لیے کہ زندگی بہتر ہو۔آج کے مسلمانوں نے عبادت کے نام پر زندگی کو بڑا ہی بدتر کردیا۔یہ زیادتی کی ہے مسلمانوں نے' کہ زندگی ضائع کردی۔اور عبادت کے نام پر ضائع کی۔اللہ نے زندگی دی ہے اور تم نے اللہ کے نام پر زندگی ضائع کردی۔اور آج تم کافروں کے محتاج ہو' حتیٰ کہ لڑائی کرنے کے لیے بھی ان سے بندوق چاہیے۔استغفراللہ' توبہ 'توبہ' توبہ ____ لڑائی بری شے ہے۔یہودی اور ہندو ہمارے دو دشمن ہیں۔ ہنود و یہود دو دشمن ہیں ناں۔ ہم ہندو کو مارنا چاہتے ہیں' لہٰذا یہودی تُو ہمیں بندوق دے۔اللہ تجھے عقل دے اور تو عقل کے ناخن لے۔ ہندو کے ساتھ لڑنے کے لیے یہودی سے بندوق مانگ رہا ہے' تُو پاگل تو پہلے ہی ہوگیا۔تیرے اندر خوبی کوئی نہیں ہے اور لڑائی ہی لڑائی ہے۔اس لیے محتاج

ہی محتاجی ہے۔اسلحہ مانگ کے دشمن کے ساتھ تُو لڑ رہا ہے تو کیا لڑے گا۔نہیں لڑسکتا۔ اور اگر مومن بیمار ہو تو ایکسرے مشین کہاں سے آنی چاہیے؟ جاپان‘ جرمنی سے‘ اُدھر سے آنی چاہیے۔ ان لوگوں سے فنڈ آنے چاہییں‘ دوائی وہ لوگ بنائیں‘ مشینیں وہ لوگ بنائیں بلکہ کاریں بھی وہ لوگ بنائیں اور آپ بسم اللہ پڑھ کے اس میں بیٹھ جائیں۔ کار پارک کرنے کی جگہ کوئی نہیں ہوتی۔ اور آپ مسلمان بڑے ہی اعلیٰ قسم کے مسلمان ہو‘ باطن آشنا نہیں ہو اور ظاہر آپ کا پریشان ہے۔ ظاہر بین الاقوامی ہے۔ باطن آپ کے عروج کا حصّہ تھا جس میں ہمیں تھوڑا سا زعم تھا کہ ہم آشنائے راز ہیں۔ آپ کیا آشنائے راز ہیں‘ کیا راز اور کیا آشنا۔ کیا پاگل اور کیا پاگل خانہ۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ لہٰذا آپ وہاں سے بھی رہ گئے۔ اب بتاؤ کہ آپ نے کیا کِیا؟ وہ مغرب والے Saint ہونے میں بھی باہر آ گئے‘ ان کے صوفی باہر آ گئے۔ کوئی رجنیش ہو گیا‘ کرشنا مورتی ہو گیا‘ اور اُوٹ پٹانگ بھی۔ لیکن وہ کچھ نہ کچھ کرتے جا رہے ہیں۔ اس طرف بھی آپ رہ گئے‘ دین میں بھی رہ گئے‘ دنیا میں بھی رہ گئے اور اب آپ کے سارے واقعات یہاں تک آ گئے۔ جھوٹ کو آپ پھر بھی ترک نہیں کرتے۔ خدا آپ کو سچا بنائے۔ دَم خم کرنے لگ جاتے ہیں تو بس اپنے حضور کی باتیں کرتے رہتے ہیں‘ کہ ہم بادشاہ ہوتے تھے‘ سلطان ہوتے تھے‘ ہم بابر ہیں‘ ہم غزنوی ہیں‘ ہم غوری ہیں ____ آپ پاگل ہیں‘ جاہل ہیں اور بالکل کچھ بھی نہیں۔ درویشی میں بھی نام نہ رہ گیا اور دنیاداری میں بھی نام نہ رہ گیا۔ رہ گئی تو ایک اَنا رہ گئی بیچاری اکیلی۔ تنہا کھڑی ہوئی۔ درخت گر گیا لیکن اَنا کا سایہ ابھی تک قائم ہے۔ یہ آپ کی حالت ہے۔ خدارا خوف کرو۔ اب بدلو۔ اگر چار آدمی ہو تو آپ بدل جاؤ۔ اس لیے میری یہ حُکم میں اپیل ہے۔ آپ بات سمجھے؟ اس وقت آپ کے علاوہ کوئی نہیں سوچ رہا۔ یہ میں ٹوٹل ملتِ اسلامی کی بات کر رہا ہوں۔ دریا سمٹا ہوا ہے‘ ایک لائن بن کے رہ گیا ہے۔ آپ اگر قائم رہ گئے تو پھر یہ طوفان دوبارہ آ سکتا ہے۔ پھر دَم خَم ہو سکتا ہے۔ اور آپ خود اس کے ذمہ دار ہو۔ آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے اندر خواہشات کی انا ہے۔ کہتے ہو کہ دعا کریں کہ پہلے میرا کام ہو جائے۔ اللہ کرے تیرا کام تمام ہو جائے۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

سوال:

آمین!

جواب:

تمہارا کام ابھی تمام نہیں ہوگا‘ ابھی تُو اور رہے گا۔

سوال:

سب کے لیے دعا کی ہے۔

جواب:

باقیوں کے لیے ہو سو ہو۔ آپ ابھی نہیں جاتے۔ ابھی ہم آپ کو جانے نہیں دیتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ ابھی انہوں نے بڑے کام کرنے ہیں۔ آپ سمجھ گئے؟ دِقّت کیا ہے؟ آپ Genuinely ٹھیک ہو جاؤ۔ اب آپ کی بات کی طرف آتے ہیں کہ یہ جو ہم ملتے ہیں‘ ایک تو یہاں ہم اجتماع کرتے ہیں اور اس اجتماع کو اگر آپ پھیلانا چاہو تو ہم اس کو پھیلا سکتے ہیں۔ لیکن میں کیوں نہیں پھیلاتا؟ اس لیے کہ آپ Dependable نہیں ہو۔ Dependable کسے کہتے ہیں؟ کہ جو ہم بات لے کے چلے اُس بات کے برعکس آپ میں خواہش نہ پائی جائے۔ میری بات سمجھے؟ اس میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیے جب آپ مکمل فیصلہ کر لو کہ ہم یہ ہیں‘ پھر ہم ایک تاریخ ہیں‘ پھر ہم ایک بات ہیں‘ پھر ہم ایک باب ہیں‘ پھر ہم ایک موڑ ہیں ____ یہ ہے بات اور پیغام۔ کر کے دیکھ لو ____

سوال:

یہ عمل میں لانے کی تو آپ سے درخواست کی تھی کہ کس طرح ہم اس کو عمل میں لائیں۔

جواب:

آپ نہیں لا سکتے' آپ خواہش ترک نہیں کر سکتے۔ آپ کو ذاتی طور پر جو کچھ میں کہوں آپ وہ کرتے نہیں ہو۔

سوال:

جن چیزوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے تو بالکل منع ہو گئے ہیں۔

جواب:

جو چیز میں نے کہی تھی کہ کرنی ہے وہ نہیں کی۔

سوال:

وہ کبھی تھوڑا سا رہ جاتا ہے۔

جواب:

یہ Presentability ہے کہ یہ لوگ ہیں ابتدا میں' جو تیار ہو گئے۔ فرض کرو کہ میں بات Withdraw کرتا ہوں' میں کسی اور طرف جاتا ہوں۔ آپ نے جس طرح بات سنی ہے آپ کو اپنی صداقت کا تو یقین ہو گیا ناں۔ اگر میں نہیں بولتا تو آپ بولو گے؟ انسان کب بولے گا؟ جب اُسے اپنے حصول کی تمنا نہ ہو۔ انسان کب بولتا ہے؟ اپنا ترک کرے گا تو بولے گا۔

ایک اور سوال:

ایک کیفیت شاید اور بھی ہو۔

جواب:

وہ اُمر کی ہے۔

سوال:

اگر اپنے آپ میں صداقت کا یقین ہو جائے تو پھر شک نہیں ہوگا۔

جواب:

وہ ٹھیک ہے۔ اس کو ہم مانتے ہوئے' صداقت کا یقین مانتے ہوئے' صداقت کا یقین ہونے کے بعد کچھ لوگ اپنی Perfection در Perfection کرتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ وہ اس میں شامل کرتے ہیں' یہ اُمر کا طریقہ ہے۔ ایسے بے شمار لوگ آئے جن کے علم ہمارے علم سے بہت زیادہ تھے لیکن انہیں بولنے کا اَمر نہیں تھا۔ جس نے جان لیا اُس نے بہت کچھ جان لیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ بہت کچھ نظر آیا ہے' اس سائیڈ میں بہت کچھ پڑا ہوا ہے اس میں۔ بولنے والے کو اُس نے کہا کہ بول' بتاؤ۔ ورنہ علم تو ہر دَور میں اتنا ہی پڑا رہتا ہے جتنا پڑا ہوا ہے۔ دس سیر کا دس سیر ہی رہے گا۔ علم میں کمی بیشی نہیں ہوگی

سوال:

آپس میں جب بھی ہماری بات ہوتی ہے تو سوائے اس کے کہ جو کوئی Specific ہو تو آپ ہی کے حوالے سے بات ہوتی ہے۔

جواب:

ہمارے لحاظ سے غلط بات ہو رہی ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ذاتی طور پر آپ لوگوں کے ساتھ' اس اجتماع کے

علاوہ' میری آپ لوگوں سے بہت کم ملاقات ہے۔ کیا کہا؟ اور آپ کی خواہش کے باوجود میری ملاقات نہیں ہے۔ آپ کہتے ہو کہ ملاقات کا موقع ہو تو میں کہتا ہوں کہ نہیں۔ اس بات کا آپ کو پتہ ہے؟ آپ نے فرداً فرداً خواہش کی اور میرے پاس فرداً فرداً جواب تھا کہ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ میرے پاس ٹائم یہ ہے' اجتماع کا۔ پھر میں کون آدمی ہوں؟

سوال:

اجتماع کا۔

جواب:

آپ ذاتی طور پر اجتماع میں کیا Contribution کرتے ہیں؟ یہ اجتماع بھی میں ہی بلاتا ہوں۔ میں ہی ٹیلی فون کرتا ہوں۔ آپ نے ٹیلی فون کیا؟

سوال:

تین ٹیلی فون کیے تھے۔

جواب:

اجتماع تین کا نام تو نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جب اجتماع کرنا ہو تو' محفل جب بنانی ہو تو ہر ایک کو جو واقف ہو اس کو بتانا چاہیے۔ اجتماع ایک کرنے کا کام ہے۔

سوال:

اس میں شاید غلط فہمی تھی' مجھے اور خیال تھا۔

جواب:

میں نے آپ کو کبھی کہا تھا؟ کیا کہا تھا؟ اب یہ آپ کی اور میری راز کی بات ہے جو سب کے سامنے ہو رہی ہے۔ کیا کہا تھا؟ کہ اطلاع ہونے کے باوجود سب کو فون کرو۔ کبھی کہا تھا؟

سوال:

جی۔

جواب:

ہاں میں نے آپ کو کہا تھا۔ میری کہی ہوئی بات کا یاد رہنا مشکل ہو گیا ناں۔

سوال:

جی یاد تو تھی۔

جواب:

پھر نہیں مانا ناں۔ میں پبلک کے سامنے آپ کو پیش کر رہا ہوں کہ یہ Perfection ہم نے پیدا کر لی ہے۔ کیا Perfection ہوئی ہے ابھی؟

سوال:

نہیں۔

جواب:

نہیں ہوئی۔ یہ میری کوتاہی ہے۔

سوال:

یہ میری کوتاہی ہے۔

جواب:

جب تک یہ نہ ہو میں کیسے اور آگے جاؤں۔

سوال:

اس کے لیے دعا کردیں۔

ایک اور سوال:

اگر آپ نے کہہ دیا تو آپ کی دعاؤں کا وزن ہوگا۔ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو یہ ہوتا کہ آپ نے جب کہہ دیا ہے تو میرے خیال میں آپ کا کہا بہت ہے

جواب:

میں نے لوگوں سے نہیں کہا' ان سے کہا کہ آپ سب کو کہا کرو۔ میرا مطلب ہے کہ انسان اجتماع سے نکل کے تنہائی کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ذاتی طور پر میرے لیے یہ دعا ہونی چاہیے' وہ دعا ہو۔ میں ذاتی طور پر نکلنے کی بجائے اجتماع کرتا ہوں اور آپ کو یہ دعوت عطا کرتا ہوں کہ آپ مہربانی کر کے مجتمع ہو جاؤ۔ مجتمع ہونے سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی انفرادیت محفوظ رہے گی' ترقی ہوگی۔ یہ پیغام آسان ہے ناں اختر صاحب؟

سوال:

اگر اجتماع میں کہہ دیا جائے تو کیا فرداً فرداً ہر ایک یہ کہے۔

جواب:

میں نے ہر ایک سے نہیں کہا' میں نے ایک کی ڈیوٹی لگائی تھی۔

سوال:

اگر ہم سب سے کہہ دیں تو ____

جواب:

وہ الگ بات ہے' وہ تو ہم خود کہہ دیتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ایک کو انچارج بنایا ہے۔

ایک اور سوال:

ایک اور بات یہ ہے کہ ابھی آپ نے فرمایا کہ جو آپ کے جاننے والے ہیں اُن سب کو بلا لیں' اس وقت تھوڑی سی بے یقینی ہوتی ہے کہ کہیں محفل نہ ہو۔

جواب:

وہ نہیں' وہ الگ بات ہے۔ میں جو حوالہ دے رہا تھا یہ نہیں تھا کہ میں سب سے بات کر رہا تھا' میں یہ کہہ رہا تھا کہ جس آدمی کو جو کام سپرد کیا جائے اس میں جب معذرت آتی ہے تو پھر ہم سوچتے ہیں کہ ابھی تھوڑا سا اور ٹائم لگے گا ورنہ یہ جو بات ہے' آپ لوگوں سے صرف سند لینی تھی کہ یہ بات ہے' آگے تو پھر ہم نے بَرملا ہو جانا تھا۔ بَرملا ہونے میں دیر صرف یہ ہے کہ کہ آپ کے اندر تائید میں ذرا کمی آئی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ ورنہ جو بات یہاں کمرے میں کر رہے ہیں اس کو ہم پبلک' سٹیج پر کر سکتے۔ ایک بار کی جائے' دوبار کی جائے تو بات پھر نکل گئی۔ اب بات کے ساتھ پھر واقعات بھی نکل گئے۔ اس لیے آپ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ ذاتی خواہش کو تھوڑی دیر کے لیے ترک کر کے اجتماع سازی میں رجوع کرو۔ یہ پیغام

ہے۔

سوال:

میں نے ایک فارم بنایا ہے۔

جواب:

کیا؟

سوال:

اس میں ایڈریس وغیرہ ہیں۔

جواب:

لکھ لوناں۔ دعا یہ ہے کہ آپ کا آپس میں ایک گروہ ہو جائے۔ طریقہ بھی یہی ہے۔ ہم خالی کوئی پیر خانہ نہیں بنا رہے۔ ہم یہ بنا رہے ہیں کہ ایک Effective اجتماع آپس میں ایک دوسرے کے لیے مفید ہو۔ جب ایسا گروہ بن جاتا ہے تو وہ سماج میں اگر ایمان داری سے کام کرے تو انقلاب لاسکتا ہے۔ یہ ہمارا Statement ہے۔ اور ضرور لاسکتا ہے۔ کوئی فکر' نیا فکر' اگر اُس میں Sincerity ہو اور اس کا Effective Instrument گروپ ہو تو وہ کارگر ہو جاتا ہے۔ یہ بات آپ سے کر رہا ہوں۔ فکر کی ہمارے پاس اللہ کے فضل سے کوئی کمی نہیں ہے' فکر مکمل آ رہا ہے اور اس کی تائید بھی ہے' اعزاز بھی ہے' وہ Instrument جو گروپ ہوگا وہ آپ لوگ تھوڑی سی اور توجہ کرو۔ باقی بات پھر میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ اگر اس حال میں بتا دی جائے تو آپ کی ذاتی خواہش ہوگی اور آپ اس کو اپنی خواہش میں لگا دو گے ____

ہاں جی ____ اور سوال ____

سوال:

میری ایک گزارش ہے کہ میں نے ایک چھوٹی سی جگہ کا انتظام کیا ہے' اگر آپ کی اجازت ہو تو اگلا جمعہ وہاں اس جگہ بسم اللہ کر کے شروع کر دیں۔ آپ کی اجازت ہو تو۔

جواب:

دیکھو جی ہمیں کوئی انکار بھی نہیں ہے۔ آپ اس کو دیکھ لو' جو کہہ رہے ہیں یا کیا ہے یا جو کرنا ہے' دیکھ لو۔ کیا اُس میں آپ کو کوئی دِقّت ہے! بعض اوقات ہوتا ہے کہ کوئی دقت ہو۔

سوال:

جی دِقّتیں تو بہت ہوتی ہیں لیکن زندگی میں یہی ہوا ہے کہ دِقّتیں بھی ساتھ ساتھ چلتی گئیں اور کام بھی ہوتا گیا۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں۔

جواب:

نہیں' ہم تو ہر طرح سے آپ کے ساتھ چلتے رہے ہیں۔ اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اُس کو بنا کے چابی حوالے کر دو اور ایک یہ ہے کہ چابی اپنے پاس رکھو' جس دن ہم نے اجتماع کرنا ہو چابی سے کھول دو۔ ہمیں تو وہ بھی منظور ہے۔ ایک اور یہ ہے کہ نہ کھولو اور نہ ہم سے بات کرو' ہم یہیں بیٹھے ہیں جہاں بیٹھے ہیں۔ ہم تیسری حالت میں بھی راضی ہیں۔ ہم ہر حال میں آپ پر راضی ہیں۔

سوال:

آپ کی بڑی مہربانی ہے۔

جواب:

مطلب یہ کہ اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ کوئی شرط نہیں لگائی۔ کوئی ایسا کام آپ کو نہیں کہنا کہ جس میں آپ کو کوئی دِقّت محسوس ہو۔

سوال:

دِقّت کی بات نہیں ہے۔

جواب:

مطلب یہ کہ ہم بولنے والے ہیں' ہم اجتماع کرنے والے لوگ ہیں' اگر اجتماع سازی میں کوئی جگہ آسانی سے آپ کو Available ہوتی ہے تو اس کو وقف کردو۔ ایک طریقہ یہ ہے۔ چابی کے ساتھ حوالے کردو۔ نہیں کر سکتے ہو تو اس کا Use ' اس کا استعمال ہمارے حوالے کردو۔ ہم اُس وقت تک اُسے قبول کر لیتے ہیں جب تک ہم ذاتی طور پر اپنی کوئی جگہ نہیں بنا لیتے۔ ٹھیک ہوگیا؟ آپ والا ایک Temporary ٹرسٹ والا Arrangement ہے۔

سوال:

میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اجتماع تو ہر جمعہ کہیں نہ کہیں ہوتا ہے۔ سب کرتے ہیں جیسا بھی ہو سکے۔

جواب:

آپ سائل ہو گئے؟ غریب ہو گئے؟ غریب آدمی کو بیتاب کیوں ہونا چاہیے۔

سوال:

اور کسی چیز کے لیے بے تابی نہیں ہے۔ جب ایک مقصد بنالیا ہے تو پھر اس مقصد میں دیر نہ ہو۔

جواب:

مقصد کا پتہ ہے کہ کیا ہے؟ مانگنا۔ کیا مقصد ہے؟ مانگنا۔ نہیں؟ مانگے بغیر بنالیں گے؟

سوال:

مانگنے کی تو ضرورت نہیں۔

ایک اور سوال:

Voluntary ہو جائے گا۔

جواب:

یہ کہہ دینا کہ Voluntarily دو تو کیا یہ مانگنا نہیں ہوتا؟ یہ کہنا کہ Voluntarily اور Willingly دے دو' مانگنا اور کیا ہوتا ہے؟

سوال:

مانگنا اس لیے نہیں ہوگا کہ جب آپ نے کہہ دیا تو ____

جواب:

کیا کہہ دیا؟ مانگا ____

سوال:

آپ نے کہا کہ بنالو تو بس بن جائے گا۔

جواب:

اچھا جی بنالو۔ چلو بنالو۔ ہم پعۃ ہے کہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کے ذہن میں نیک مقصد ہے تو مانگنا جرم نہیں ہے اور اگر مقصد برا ہے تو پھر مانگے بغیر بھی آپ بُرے ہیں۔ یہ سارا نیت پہ دار و مدار ہے کہ آپ کے ذہن میں کام کیا ہے۔ اگر آپ کا مطلب اپنی ذات ہے تو پھر عرفان بھی غلط ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ پھر اسلام بولنا بھی غلط ہے۔ اور اگر آپ کا مقصد واقعی نیک ہے تو اس کے لیے جس راستے سے گزرو وہ نیک ہی ہے' حجاب کوئی نہیں ہے۔ مانگنا جرم نہیں ہوتا' اس کام کے لیے کیا مانگنا پڑے گا؟

سوال:

مقصد تو اللہ کے فضل سے نیک ہے۔

جواب:

پھر اس کے لیے تو مانگنا پڑے گا ناں۔

سوال:

میرا کہنا یہ ہے کہ مانگنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی' یہ جتنا اجتماع بیٹھا ہے' جو موجود ہیں یہ کافی ہیں۔

جواب:

یہ لوگ کیا کریں؟

سوال:

سوال خود کرلیں۔

ایک اور سوال:

ان کا کہنا ہے کہ لفظ "مانگنا" نہ استعمال کرنا پڑے۔

جواب:

میں تو وہ پہلے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔

سوال:

آپ نے ایک دفعہ فرمادیا ہے کہ یہ کریں تو بات ختم ہوگئی۔

جواب:

میں یہ لفظ استعمال کرنا چاہتا ہوں' کہ سائل ہونا ہی آپ کے لیے ضروری ہے۔ اَنا کو ختم کرو' اَنا نکالو۔

سوال:

میں اس کی مثال تو نہیں دینا چاہتا لیکن یہ گلبرک والی مسجد تقریباً پندرہ بیس برس سے ایسے چل رہی ہے۔

جواب:

ساتھیوں کو چاہیے کہ اس کو Acknowledgement دیں۔ یہ نہیں ہے کہ اس نے کرنا تھا تو کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **من یشکر الناس لم یشکر اللہ** جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا اُس نے اللہ کا کیا شکر ادا کرنا ہے۔ اگر بیٹا ہو اور Contribute کرے تو اس کا شکریہ ادا کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ شکریہ قبول کرنا آپ کی عظمت ہے۔ انسان کا انسان کے ساتھ یہ واقعہ ہونا چاہیے۔ اب آپ دیکھ لو۔

سوال:

آپ نے جو فرمایا ہے کیا یہ ضروری تو نہیں سب برابر جمع کرائیں۔

جواب:

نہیں، ہم اُس مقام کو Contribution کے انداز سے قائم نہیں کرنا چاہتے۔ وہ تسلیم کا مقام ہے۔

سوال:

وہ تسلیم کا مقام آئے گا تو پھر ذمہ داری ہو جائے گی۔

جواب:

وہ مقام آیا ہوا ہے۔ میں بتاتا ہوں، ایک آدمی غریب ہے لیکن وہ ماننے میں، تسلیم میں قریب ہے۔

سوال:

میں نے یہ نہیں کہنا چاہا، کہنے کا صرف یہ مقصد تھا کہ جب اپنا اپنا مقام پہچان لیں گے تو Contribution کی بات تو ہوگئی۔

جواب:

ہاں، ہوگئی۔

سوال:

سوال جو سمجھے کہ یہ میری ذمہ داری ہے، وہ اس طرح کرلے۔

جواب:

ٹھیک ہے ____ اور سوال پوچھو۔ بولو ____

سوال:

میں اللہ کو جب بہت قریب پاتا ہوں تو پھر اس کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔

جواب:

تقرب کا ایک مقام ہے۔ عرفان کے اندر ایک مقام آتا ہے جب اللہ کے قریب ہونے کا احساس ہوتا ہے اور خوف موجود ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ اللہ کہیں آس پاس سے قریب ہے۔ اور ایک مقام اس سے آگے آتا ہے کہ کہیں ارد گرد موت کا احساس ہوتا ہے اور وہ خدا کا خوف بن جاتا ہے۔ کہیں ایک مقام آتا ہے کہ اپنا ماضی، اپنا عمل یا کوئی صورت، اپنی نگاہ میں موجود رہتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے اعمال یا کوئی عمل عبرت نہ بن جائے۔ ایک اور صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی محسن کے ناراض ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ ناراض ہوگیا۔ یہ خشیت اللہ ہے۔ ایک یہ ہوتا ہے کہ عبادت میں تسلسل پیدا کرنے کے لیے خشیت اللہ عطا کی جاتی ہے۔ اس سے بچنے کی راہ نہیں ڈھونڈنی چاہیے۔ یہ اچھی چیز ہے۔ لیکن اگر خشیت اللہ زیادہ محسوس ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔ درود شریف پڑھو۔ کثرت درود ہو۔ پھر اللہ سے محبت ہوگی لیکن خشیت نہیں ہوگی۔ اللہ سے ہمارے دو ہی تعلقات ہیں، صرف دو۔ ایک یہ کہ استغفار کا رشتہ ہے اور دوسرا الحمد کا رشتہ ہے۔ استغفار کے زمانے میں خوف ہے اور الحمد کے زمانے میں خوشی ہے۔ یہ شوق کا زمانہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جب احسان کرنے پر آجائے گا تو پھر شوق پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے آپ الحمد للہ کا وظیفہ رکھو، استغفار سے جان چھڑاؤ۔ یہ بھی ایک خاص مقام ہے۔ استغفار پر بھی استغفار پڑھو۔ پھر توبہ پر بھی توبہ کرلیتے ہیں۔ ایسی توبہ سے بھی توبہ۔ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کردو، خوف نہیں رہے گا۔ خوف دو مرضیوں کا نام ہے۔

کون سی؟ اُس کی مرضی اور ہماری مرضی۔ دو ہوں گی تو خوف' اور ایک مرضی ہو تو خوف نہیں ہے۔ کیا کہا؟

سوال:

ایک مرضی ہو۔

جواب:

پھر خوف نہیں ہے۔ جب دو مرضی ہوں تو خوف ہے۔ اگر اللہ کی مرضی اور ہمارے مرضی میں ذرا بھی فرق ہو تو خوف آ جائے گا۔ اس لیے دعا کرو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی بنانے میں دِقّت محسوس نہ ہو۔

سوال:

انسان اللہ کی عظمت کے ساتھ Adjust نہیں ہو سکتا ہے۔

جواب:

نہیں ہو سکتا۔ کبھی ہوا ہی نہیں۔ اُس کی عظمت آپ پر ہیبت بن گئی۔ ہیبت' جلال' جلالِ خداوندی کا احساس جو ہے ناں وہ ہیبت طاری کر گیا

تیری ہیبت سے کانپتا ہے جہاں

اُس کی ہیبت سے یہ ہے۔ آپ نے ٹھیک کہا ہے' Overawed ہو گئے۔ جب اللہ کے آپ قریب ہوں گے تو دیکھیں گے کہ اُس کے اندر بھی محبت ہے۔ جس ذات سے محبت ہے وہ ذات آپ کی محبت کا انتظار کرتی ہے۔ وہ واحد ذات ہے کائنات میں' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی۔ درود شریف جو ہے وہ پھر اس کا علاج ہے۔ ایک علاج یہ ہے اور دوسرا علاج ہے کہ سجدہ' طویل سجدہ اور تنہا سجدہ ہو۔ طویل ہو۔ یہ اچھا ہے۔ بعض اوقات یہ مجذوب کا تقرب ہوتا ہے۔ آپ کیا کرو۔ درود شریف پڑھا کرو۔ سلام کیا کرو۔ یہ ہو جاتا ہے۔ ایک مقام آتا ہے۔ اللہ محفوظ کرے اپنی جلالت سے۔ اس سے آشنا تو کرائے لیکن جلالت طاری نہ کرے۔ ہیبت ہوتی ہے۔

ایک اور سوال:

جلالت کا پتہ تو وہاں چلتا ہے لیکن میں دوسری طرف جاتا ہوں تو سکون ہو جاتا ہے۔

جواب:

یہ اس وقت کعبہ میں ہیں' ہم بتا رہے ہیں کہ مدینہ شریف کا رجوع کرو۔ یہ بالکل وہی تو میں بتا رہا ہوں۔
وہی مقام آیا پڑا ہے۔ وہ Geographical ہے اور یہ Symbolical ہے۔

سوال:

وہاں تو ڈر آتا ہے۔

جواب:

اب مقام دوسرا آ گیا۔ آپ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف جاؤ گے تو پھر آپ کو سکون ہو گا۔ آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ لاہور میں جتنے بھی مزار ہیں' کچھ مزار جلالی ہیں اور کچھ جمالی ہیں۔ کبھی آپ نے نوٹ کیا ہے۔ شاہ جمالؒ جو ہیں یہ جلالی ہیں۔ نام شاہ جمالؒ ہے' اصل میں یہ جلال ہیں۔

سوال:

جمالی کون سے ہیں؟

جواب:

جمالی جمال والا ہوتا ہے۔ کبھی آپ جا کے دیکھو تو پتہ چلے۔

سوال:

میاں میرؒ جائیں تو۔

جواب:

آپ جاؤ گے تو پتہ چلے گا۔ جا کے دیکھو۔

سوال:

کیا ایسا ہوتا ہے کہ ایک جگہ پہ کسی کو ایک جمال کی کیفیت ملتی ہو اور دوسرے شخص کو جلال کی۔

جواب:

ناں۔

سوال:

مطلب یہ کہ ایک ہی کیفیت ہوتی ہے۔

جواب:

ہوا جب چلتی ہے تو ایک ہی جگہ چلتی ہے' برابر چلتی ہے سب کے لیے۔ ان کے لیے وہی کیفیت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک کے لیے اور ہو اور دوسرے کے لیے اور ہو۔ اگر کوئی بندہ ایسا کہے کہ مدینہ شریف میں اس کو جلال نظر آیا تو جھوٹ کہے گا۔ مدینہ شریف میں جلال نہیں آئے گا' جمال ہی ہوگا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ اس طرح کچھ درویش جو ہیں اُنہیں اللہ کا رنگ ملا اور کچھ درویشوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ ملا۔ کسی کے ہاں اللہ کا جلال ہے' کسی کے ہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال ہے۔ ہیں دونوں ہی درویش۔ اس لیے آپ جا کے دیکھو ان باتوں کو۔ کبھی کبھی جایا کرو ناں۔

اب آپ سب لوگ دعا کرو۔ ہاں جی' آپ نے کیا دعا کرانی تھی؟

سوال:

ثمینہ بی بی کی بیماری کے لیے۔

جواب:

کرو اُس کے لیے دعا_____ اور_____ دعا کے لیے آپ کسی کی کوئی ذاتی بات تو نہیں؟

ایک اور سوال:

مغفرت کے لیے دعا کرانی ہے۔

جواب:

ذاتی تو نہیں ہے؟ اچھا' ذاتی بات ہے۔

سوال:

میرے بچے کے لیے دعا کریں کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔

جواب:

دعا کرو_____ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یا رب العالمین تُو بہتر جانتا ہے کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں۔ وہ عطا فرما۔

سب موجود کی حاجتیں پوری فرما رب العالمین۔ آسانی عطا فرما۔ ہماری کسی غلطی کی وجہ سے ہمیں اس راستے سے دور نہ فرمانا‘ ہمیں اپنے قریب رکھ۔

صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ اصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک

یا ارحم الرّٰحمین۔

(3)

سر! میری گذارش یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے حوالے سے صبر، شکر اور اللہ کے فضل کی وضاحت فرما دیں۔
دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھنا کیا ہے۔

07-06-85

شکر اور فضل

سوال:

سر! میری گذارش یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے حوالے سے صبر' شکر اور اللہ کے فضل کی وضاحت فرما دیں۔

جواب:

انسان نے چند محدود ایام کے لیے اور چند محدود حرکات کے لیے اور چند محدود خواہشات کے لیے یہاں دنیا میں قیام کرنا ہے۔ قیام بھی محدود ہے اور خواہشات بھی محدود ہیں' جو وسائل ہیں وہ بھی محدود ہیں اور حرکات بھی محدود ہیں۔ انسان بہت زیادہ حرکات نہیں کر سکتا۔ اگر سیر کرنے جائے گا تو گھر نہیں بیٹھ سکتا' گھر بیٹھے گا تو دنیا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ محدود ہے۔ پہاڑوں پر جائے گا تو میدان میں نہیں ٹھہر سکتا۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا کے اندر اتنی لامحدود خواہشات ہیں' لیکن لامحدود انسانوں کے حصے میں لامحدود خواہشات میں سے محدود خواہشات ہی ملیں۔ ہر آدمی تو ہر چیز کی خواہش نہیں کر سکتا۔ وہ خواہش نہیں کر سکتا اور وہ جو خواہش کرتا ہے وہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے کچھ خواہشات ایسی ہیں جو صرف خواہش کی عزت افزائی کرتی ہیں' خواہش کہلاتی ہیں' نہ انہوں نے پورا ہونا ہے اور نہ پورا کرنے کی ہماری کوئی کوشش ہو سکتی ہے۔ صرف خواہش ہو سکتی ہے۔ کبھی کسی دن ایک سہانی صبح ہو' عین ممکن ہے کہ وہ جو گم ہونے والا دوست ہے اچانک مل جائے۔ یہ اتفاق کی بات ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ خواہش ہے' اس میں ہمارا عمل کوئی نہیں ہے۔ غریب آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اچانک ایسا دن آئے گا کہ میرے حالات بدل جائیں گے۔ اگر تو حالات بدلنے ہوں اُس محنت کے ذریعے جو وہ کر رہا ہے تو وہ نہیں بدلتے کیونکہ پچھلے پانچ سال سے جو محنت کر رہا ہے اُس سے تو کچھ پیسے جمع نہیں کیے۔ اور خواہش جو ہے وہ بہت سارا حاصل کرنے کی ہے۔ لہٰذا خواہش جو ہے وہ ایک خواب قسم کی چیز بن جاتی ہے' کہ کبھی تو ایک اچھا وقت آ جائے گا' سہانا وقت۔ اسی طرح آرزو' روحانیات' مشاہدات' لوگوں کو ملنا' اچانک گمنامی سے نکل کر شہرت کے آسمان پہ چلے جانا۔ ہر آدمی کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ شاید میں اس محجوب زندگی سے یا حجاب والی زندگی سے اچانک نکل کر ایک شہرت کی زندگی میں چلا جاؤں' عزت کی زندگی میں چلا جاؤں' غریبی سے نکل کر دولت کی زندگی میں چلا جاؤں' جہالت کی زندگی سے علم کی زندگی میں چلا جاؤں بلکہ ظلمات کی زندگی سے نکل کر نور کی زندگی میں چلا جاؤں۔ یہ خواہش ہوتی ہے اور اس کا عمل کچھ نہیں ہے۔ اس کا عمل سوائے انتظار کے اور کوئی نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اُس خواہش کا عمل کیا ہے؟ انتظار____ مثلاً کھانا اگر کھانا ہے تو اس کا عمل کیا ہے؟ پکاؤ۔ ہم پکائیں گے یا پکا پکایا لائیں گے' کچھ نہ کچھ عمل کریں گے۔ لیکن ایسی کچھ خواہشات ضرور ملیں گی جن کا عمل کوئی نہیں ہے سوائے اُن کے انتظار کے۔ عام طور پر ان خواہشات کا انتظار اللہ کے فضل کا انتظار ہوتا ہے کہ کہیں ہمیں انتظار ہے' حق نہیں ہے اور عمل بھی نہیں ہے۔ صرف انتظار ہے۔ اگر وہ انتظار یقین بن جائے تو پھر انسان کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ایسی آرزو جس کا عمل کوئی نہیں ہے سوائے انتظار کے' اور وہ انتظار شدید ہے' انسان صرف انتظار کرتا جا رہا ہے تو وہ اللہ کے فضل کا انتظار ہے۔ کسی نہ کسی دن وہ فضل ہو سکتا ہے اور اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ جس طرح آپ کسی آستانے پہ جاؤ تو صاحبِ آستانہ کی زیارت کا انتظار ہو۔ عمل تو کوئی نہیں کر سکتے آپ۔ جب کبھی کوئی چاہے تو دیدار ہو جائے۔ یہ خواہش ہے' تو ایسی خواہشات جن کا عمل سوائے انتظار کے کوئی نہ ہو' اُن کا تعلق اللہ کے فضل سے ہوتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس زندگی میں انسان محدود ایام کے لیے آیا' محدود خواہشات کے لئے' محدود ایام کے لئے' محدود حرکات کے لئے' اُس نے یہاں پر دن

گزارتے ہیں۔ کچھ خواہشات ایسی ہیں جن کا عمل ہی کوئی نہیں سوائے انتظار کے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔اور کچھ خواہشات ایسی ہوتی ہیں جو انسان جانتا ہے کہ یہ اچھی نہیں ہیں۔ وہ خواہش رکھتا ہے اور ساتھ استغفار کرتا ہے کہ یہ خواہش ٹھیک نہیں ہے۔ دل کے اندر ہی ایسی خواہش کو روک دینا نیکی کی بات ہے۔ کیونکہ نفس ساتھ موجود ہے اس لیے ایسی خواہشات رہتی ہیں' کہ دوسروں کے باغ کا پھل' جب پاس سے گزرتے ہیں' تو کبھی توڑ ہی لیا جائے۔ پھر کہتا ہے کہ نہیں' توڑنا اچھی بات نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ایسی خواہشات بھی رہتی ہیں جن کا منفی رُخ ہوتا ہے۔ اُس خواہش کو اندر ہی اندر کاٹ دینا نیکی ہے۔ بری خواہش کو اپنے اندر عمل سے پہلے بند کر دینا بھی نیکی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ یہ نیکی کا ایک حصّہ ہے۔ اب باقی جو Indispensible خواہشات ہیں' جو ناگزیر ہیں' وہ آپ گن لیں۔ اب جب یہاں پر آپ آئے تو آپ نے رہنا ہے' کھانا کھائیں گے اور اپنے وجود کے کسی حصّے کو عمل میں لائیں گے تا کہ باقی حصّے پرورش پائیں۔ مشکل بات ہے؟ آپ اپنے ہی وجود کے کسی حصّے کو عمل میں لائیں گے تا کہ باقی وجود کے حصّے پرورش پائیں۔ مثلاً ایک آدمی بولتا جا رہا ہے' زبان استعمال ہو رہی ہے' تو بولنے سے اُس کو جو ذریعہ معاش ملا اس ذریعہ معاش سے وجود کے باقی حصّے پرورش پا گئے۔ کچھ لوگ بولتے نہیں ہیں وہ صرف دماغ استعمال کرتے ہیں۔ دماغ کے اندر اُن کا رزق موجود ہے۔ کچھ لوگ سماعت کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ Message آ گیا۔ پھر Message ریکارڈ کر لیا۔ اس طرح رزق موجود ہے۔ کچھ لوگ جو ہیں وہ ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں۔ کچھ لوگ دوڑتے جاتے ہیں' یہ رزق ہے کہ کھیل کو بھی ذریعہ رزق بنا لیا۔ ایسا پروفیشن بن جاتا ہے۔ اس طرح انسان کا رزق اس کے اپنے وجود کی حرکات میں ہے' وہ دریافت ہو جاتی ہیں اور باقی حصے پرورش پا جاتے ہیں۔ ایک تو انسان کی زندگی میں یہ دریافت کرنا ہے کہ اُس نے کمائی کرنی ہے اور جسم کے حصوں کو استعمال کرنا ہے تا کہ باقی حصوں کی پرورش ہو جائے۔ آپ لوگ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک تو یہ طریقہ ہے۔ اب اس کے اندر اُس کے پاس وقت نہیں رہتا' کہ دفتر گیا' آٹھ گھنٹے کام کیا' پھر آرام کیا' پھر اس کے پاس تھوڑا سا وقت رہ گیا۔ اب اس میں اُس نے کیا حاصل کرنا ہے۔ جو چیز کمائی ہے اس کو پھر استعمال کرنا ہے۔ گویا کہ اللہ کریم نے اس کو جس کام کے لیے اُسے یہاں دنیا میں بھیجا ہے اُس کے اندر آپ کے پاس ٹائم بھی تھوڑا ہے' محدود ایام ہیں۔ مثلاً نفس کا استعمال ہو گا' ضرور ہو گا' نگاہوں کا استعمال ضرور ہو گا' بیماری کا استعمال ضرور ہو گا' صحت کا استعمال ضرور ہو گا' واقعات کا استعمال ضرور ہو گا ___ مقصد یہ ہے کہ یہ جو مجبوریاں ہیں' اپنی بھی' والدین کی بھی' اولاد کی بھی' ان مجبوریوں سے گزرتے گزرتے آپ کے پاس وقت اور تھوڑا رہ جاتا ہے۔ اور پھر آپ جتنے بھی قویٰ استعمال کرتے ہیں وہ استعمال ہوتے ہوتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان کمزور ہو گیا' بوڑھا ہو گیا۔ اب اس سارے کے اندر دریافت کرنے والی بات یہ ہے کہ کون سا ایسا عمل کر لیا جائے۔ باقی کے سارے اعمال جو Routine کے ہیں' ہندو کے ساتھ بھی وہی ہیں' مومن کے ساتھ بھی وہی ہیں۔ اُن کے علاوہ ایمان پھر کیا ہے؟ کھانا کھائے گا تو ہندو بھی کھائے گا' کافر بھی کھائے گا' مومن بھی کھائے گا' کمائے گا بھی وہ' دونوں کمائیں گے۔ سائنس کے ذریعے کھائیں گے' آپ بھی سائنس کے ذریعے کھاؤ گے۔ سائنس ہی ہے ناں فیکٹری' جیسے اُن کی فیکٹری ہے ویسے آپ کی فیکٹری ہے' جیسے وہ دفتر میں جاتے ہیں ویسے آپ دفتر میں جاتے ہیں' کھانا جیسے وہ پکاتے ہیں آپ بھی پکاتے ہو۔ دوائیاں وہ کافر بناتے ہیں اور آپ استعمال کرتے ہو' کمپنیاں ساری وہی کی وہی۔ ڈاکٹر سارے اُسی انداز سے' ایم بی بی ایس کی وہی کتابیں۔ گویا کہ یہ زندگی تو ایمان کے علاوہ ہے۔ آگ جو آپ جلاتے ہیں کھانے کے لیے یہ مسلمانوں کی آگ ہے کہ کافروں کی آگ ہے۔ لکڑی کی آگ ہے' تیل کی آگ ہے' چولہے کی آگ ہے' گیس کی آگ ہے' یہ کیا آگ ہے؟ اس میں تو نہ اسلام ہے اور نہ اس میں کفر ہے' بس آگ ہے۔ آگ ہے' کھانا پکے گا۔ گائے جو ہے وہ جو دودھ دیتی ہے نہ وہ مسلمان ہے نہ وہ ہندو ہے۔ ہندوؤں کی ماں ہو سکتی ہے' تمہارے ساتھ اس کا تعلق ہی نہیں۔ اس کا دودھ جو آپ استعمال کرتے ہو وہ صحت کے لیے ضروری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ

زندگی، صحت کا تعلق، بیماری کا تعلق، تعلیم کا تعلق، آنے جانے کا تعلق، اس میں تو کوئی دین شامل نہیں ہے۔ بس جو ہے یہ چیکو سلواکیہ سے آتی ہے، بس جو ہے اٹلی سے آتی ہے، پتہ نہیں کہاں کہاں سے آتی ہے اور آپ اس میں اسلامی پیسے دے کے سفر کرتے ہو۔ بسیں جو گورنمنٹ کی چل رہی ہیں، جاپان کی گاڑیاں چل رہی ہیں، اس میں اسلام کا تو کوئی تعلق نہیں ہے، نہ ایمان کا تعلق ہے۔ آپ گئے اور بس میں بیٹھے، رکشے میں بیٹھے۔ ویسپا کس علاقے کا ہے؟ کدھر کا رکشہ ہے؟ اٹلی کا۔ اندازہ لگالو، یہ رکشہ اٹلی سے آتا ہے۔ اٹلی مسلمانوں کا علاقہ ہے؟ ناں۔ یہ مسلمانوں کی بات نہیں ہے۔ گویا کہ وہ پاک لوگ ہیں یا ناپاک لوگ ہیں، انہوں نے رکشہ بنایا اور آپ کی پاکیزہ زندگی اُس پر سفر کر رہی ہے۔ یہ تو کوئی بے تعلق سی بات ہے۔ گویا کہ اس زندگی کی بہت ساری حرکات جو ہیں اس کا اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کو تو نکال دو۔ اب باقی جو بچا تو نیند کے عالم میں انسان نہ مومن ہے نہ کافر ہے۔ غافل ہے ناں اب، سو ہی گیا۔ اسی طرح بیماری کے عالم میں، بچپن کے عالم میں، اس طرح کے اور واقعات میں شعور کی موجودگی نہیں ہے۔ اب جو ہے ناں باقی اُن خواہشات میں سے، محدود خواہشات میں سے، دیکھو کہ کون سی ایسی خواہش ہے جس کا تعلق آپ کے ایمان سے ہے۔ وہ خواہش وہ ہونی چاہیے جو کافروں میں نہ ہو۔ وہ ضرورت کی خواہش بھی ہوسکتی ہے اور ضرورت کافر میں بھی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے انسان کو بنایا اور سارے انسان برابر بنا دیے۔ سب انسانوں کو یکساں آنسو ملے، یکساں تکلیف ملی، یکساں زندگی ملی۔ کچھ عرصہ کے بعد سارے چلے گئے۔ پہلے فرعون چلا گیا اور اُس کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی آ گئے۔ فرعون جا کے ملا ہوگا راستے میں، دوزخ میں جا رہا ہوگا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ تم کہاں؟ کہتا ہے تم نے مجھے بھیج دیا میں اِدھر دوزخ میں جا رہا ہوں۔ اور آپ کہاں؟ کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے بھی بُلا لیا۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ رہے نام اللہ کا۔ اب اپنی خواہشات میں سے آپ دیکھو کہ دن محدود ہیں، زندگی محدود ہے، رہنا یہاں پر نہیں ہے، روٹین کی خواہشات ہیں، کچھ دیر ٹھہرنا ہے آپ نے۔ اور وہ خواہشات نہ دینی ہیں، نہ غیر دینی ہیں، ضرورت کی خواہشات ہیں۔ ٹیلی وژن جو ہے یہ آپ کی ضرورت کی خواہش ہے، نہ یہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ یہ ٹیلی وژن ہے اور ٹیلی وژن لفظ ہی انگریزی کا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ سوچو کہ اب آپ کے پاس ایسی کون سی خواہش رہ گئی اور کون سا ایسا وقت رہ گیا اور کون سا ایسا جُزوِ زندگی رہ گیا، کون سے ایسے اجزائے جسم رہ گئے جس سے آپ نے اسلام حاصل کرنا ہے۔ بس اس پہ آپ نے سوچنا ہے۔ میرا سوال سمجھ آ گیا آپ کو؟ اب جو روٹین کی زندگی ہے اُسے آپ دیکھو۔ اُس کے بعد آپ غور کرو کہ انہیں مقامات پہ کافر اور مومن میں کیا فرق ہے۔ کافر جو ہے **الدنیا سجن المومن و جنت الکافر** دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ جو شخص اس دنیا میں ہمیشہ ٹھہرنا چاہے اور جو شخص یہاں سے نکلنا پسند کرے، یہ دو مختلف لوگ ہو گئے۔ ٹھہرنے کا مزاج اور ہے، یہاں سے نکلنے کا مزاج اور ہے۔ ٹھہرنے کا مزاج، ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا مزاج، یہ عام طور پر کافرانہ مزاج ہے۔ ہمیشہ ٹھہرنے کا مزاج اور پختہ ٹھہرنے کا مزاج اور **Concrete** ٹھہرنے کا مزاج۔ لیکن جب یہاں سے نکلنے کا مزاج بنائیں گے کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے **انا للہ وانا الیہ راجعون** جب آپ اللہ کی طرف رجوع کرو گے، نکلنے کا مزاج بناؤ گے تو یہاں سے آپ کا دین شروع ہو جاتا ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے اور ہم ایک ابدی زندگی کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ اِسی زندگی میں ٹھہر کر اُس زندگی کی طرف رجوع کرنا ایمان کی ابتداء ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہاں سے ایمان شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کے بعد وہی وسائل جن کو ہم حاصل کر رہے ہیں، مثلاً بڑی مشکل سے کھانا پکایا، کھانے لگا تھا تو فقیر نے صدا دے دی۔ اُس نے اپنا کھانا اُٹھا کے دے دیا۔ اب کھانا اپنے لیے پکایا ہے، مانگا کسی نے جس کا حق بھی نہیں ہے۔ جس نے کمایا، پکایا، اُس کا کھانے کا حق تھا۔ کھانے سے پہلے اُس نے ایک صدا کا حق لگا لیا۔ اگر آپ نے اُٹھا کے اس کو دے دیا تو یہ دین شروع ہو گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ گویا کہ اِسی زندگی کو اگر آپ شعور کے ساتھ استعمال کرو تو یہ زندگی جو ہے یہ دینی بن جاتی ہے۔ مثلاً آپ اللہ کا حکم سمجھ کے اس زندگی سے گزر رہے ہو

تو یہ دین ہوگیا' اُس کے فضل کے سہارے آپ چل رہے ہو تو یہ دین ہوگیا۔ زندگی میں آپ کو جو انعامات ملے ہیں اگر آپ شکر کرنے لگ جاؤ تو یہ دینی زندگی ہوگئی۔ مثلاً آپ کو آنکھیں ملی' بینائی ملی' اب بینائی کا فائدہ؟ یہ اُس وقت محسوس ہوگا جب کوئی نظارہ آپ کو پسند آئے۔ نظارہ پسند نہ آئے تو بینائی بے کار ہے۔ اگر آپ کو یہ نظارے پسند آنے شروع ہوگئے' چہرے پسند آنے شروع ہوگئے' زندگی کے ساتھ کوئی دلچسپیاں شروع ہوگئیں تو پھر آپ کو اپنی بینائی کا لطف آئے گا۔ اس وقت بینائی کا شکر ادا کرنا اصل میں نظارے کا شکر ہے۔ نظارہ بھی اُس نے دیا اور نظر بھی اُس نے دی۔ دونوں کا آپ نے شکر ادا کیا کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ مجھے دیکھنے والا بنایا اور میرے دیکھنے کے لیے نظارہ بنایا۔ یہ دونوں چیزیں جو ہیں اس کا ہم شکر ادا کر رہے ہیں۔ صرف بینائی کا شکر ادا نہیں کر رہے بلکہ بینائی کے ساتھ اُس نے ایک منظر بھی دکھایا۔ گویا کہ بینائی ہو اور منظر نہ ہو تو یہ بھی آدھی زندگی ہے۔ بینائی بھی ہو' منظر بھی ہو اور شکر نہ ہو تو یہ زندگی بھی نامکمل ہے۔ یہ سائنس والے یا انگریز یا کافر بینائی بھی رکھتے ہیں' نظارہ بھی دیکھتے ہیں لیکن شکر ادا نہیں کرتے۔ اس لیے وہاں پہ وہ کافر ہیں اور اس منظر کے لیے آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہو جو آپ کی بینائی کو پسند آیا' یہاں سے آپ ایمان والے ہوگئے۔ اس لیے جو کھانا کھاتے ہیں اگر آپ اس کا شکر ادا کر رہے ہو' شکر ادا کرنے والے ہو تو آپ ایمان میں داخل ہوگئے۔ حتیٰ کہ کہتے یہ ہیں کہ مومن تکلیف میں بھی شکر ادا کرتا ہے' کہ تکلیف ہی اس کو اللہ کے قریب کر رہی ہے۔ تکلیف جو ہے اس کو اور رجوع کرا رہی ہے' غم اُس کو اور رجوع کرا رہا ہے۔ خدانخواستہ کوئی بچہ بیمار ہے' اصل میں تو ڈاکٹر کے پاس دوڑنا چاہیے۔ اُس کا بابا ڈاکٹر کے پاس چلا گیا اور ماں چلی گئی مصلّے پہ۔ اب مصلّے پہ کون سا ڈاکٹر ہے۔ یہ جو خیال ہے کہ دنیاوی تکلیف کے لیے مصلّے کی طرف رجوع کرنا' ایک الگ سا ہے' یہ مزاج ہے' یہاں سے دین شروع ہو جاتا ہے۔ ورنہ تو کوئی بیمار ہو تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ' پہلے فیسوں کا انتظام کرو' پھر ڈاکٹر نے کہا کہ جی یہ رخصت ہی ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ رخصت ہوگیا تو ہوگیا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس میں ایک اور بات ہے۔ تکلیف کہاں ہے اور علاج کہاں پر ہے؟ مسجد میں۔ اب بات سمجھے؟ تکلیف کہیں ہو رہی ہے اور اپنی تکالیف میں ایک ایسی ذات سے رجوع کرنا جس کا آپ کو مفہوم سمجھ نہیں آ رہا' بظاہر دیکھ بھی نہیں رہے۔ اُس کو ٹھیک کرنے والے جو دوسرے وسائل ہیں آپ اُن کے علاوہ کسی وسیلے کی طرف چلے جاتے ہو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ یعنی کہ وہ وسیلہ جو بظاہر متعلق ہی نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ تُو دعا کر رہا ہے تُو فیکٹری میں ملازم ہو جاتا کہ تجھے تنخواہ ملے۔ کہتا ہے ہمیں فیکٹری والی بات سمجھ نہیں آئی' ہم اللہ کی طرف ہیں۔ اللہ برکت دے گا' انہی پیسوں میں برکت دے گا۔ گویا کہ تکلیف کے اندر بھی وہ شکر ادا کرتے ہیں' رجوع الی اللہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد ہے کہ جو میرے بندے ہیں ان کو جب میں تکلیف میں' خوف میں آزماتا ہوں **ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرت** یعنی خوف میں' بھوک میں' مال کے نقصان میں' کوئی جانی نقصان ہوگیا اور پھل کا نقصان ہوگیا' پھل کا معنیٰ کھیت بھی ہے' کپاس کی فصل کا نقصان ہوگیا۔ تو وہ لوگ صبر کرتے ہیں اور پھر ان کے لیے اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔ اس کا ترجمہ دانا یا فقیر لوگ یہ کرتے ہیں کہ مومن جتنا ایمان میں داخل ہوتا جائے گا' اُس کو صبر کا مقام جو ہے وہ شکر کا مقام نظر آئے گا۔ عام دنیا دار کے لیے جو مقامِ صبر ہے وہ اللہ کے بندوں کے لیے مقامِ شکر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تُو تو بیمار ہوگیا تو وہ کہتا ہے کہ الحمدللہ ____ کہتا ہے کہ الحمدللہ کس بات کا؟ وہ کہتا ہے کہ چٹھی آئی ہے اُدھر سے' چاہے جو بھی لکھا ہو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ چٹھی تو اُس کی طرف سے ہے۔ گویا کہ صبر کا مقام عام درجہ ہے۔ جب تکلیف ہوتی ہے تو دنیا دار غصہ کرتا ہے۔ یہ حقیقت سے بہت دُور ہے۔ غصہ کرنا اور جھگڑا کرنا **خصیم مبین** ہے' جھگڑالو ہے انسان۔ اگلا درجہ یہ ہے کہ انسان غصہ نہیں کرتا گلہ کرتا ہے۔ یہ بھی حقیقت سے دُور ہے۔ تیسرا جو ہے وہ برداشت کرتا ہے' صبر کرتا ہے۔ یہ بھی دُور ہے۔ چوتھا جو ہے وہ شکر ادا کرتا ہے کہ آپ جو کر رہے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں' جو تجھے میرے لیے منظور نہیں اپنے لیے مجھے بھی وہ

منظور نہیں، جو تجھے منظور ہے میرے لیے وہ مجھے بھی منظور ہے میرے لیے۔یعنی کہ میں اس مقام سے توبہ کرتا ہوں کہ میں اپنے لیے کوئی ایسی چیز پسند کروں جو تجھے میرے لیے پسند نہ ہو۔اے خدا میری دعا یہ ہے کہ میں ان دعاؤں سے توبہ کرتا ہوں جو تجھے منظور ہی نہیں ہیں۔اس لیے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دعا کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہو، مجھے اس خواہش کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہو۔اس لیے میں اپنا Case اور اپنی زندگی جو ہے تیری خواہش کے تابع کرتا ہوں۔یہاں سے ایمان شروع ہو جاتا ہے۔آگے اس کی تفصیل ہے۔آپ میری بات سمجھ رہے ہو؟ اگر انسان کلمہ پڑھنے کے بعد ایمان میں داخل ہو گیا تو پھر بھی آپ دیکھو کہ آپ کی زندگی، آپ کا وجود، سارا تو مومن ہو نہیں سکتا۔اس میں آلائشیں ہیں، وجود کے اندر قباحتیں ہیں، اس میں ناپاکیاں بھی ہیں، تو سارا وجود کہاں سے پاکیزہ ہو۔ یہ پوتر ہو، بڑا مشکل ہے۔جس طرح ایک گھر ہے، گھر کے اندر باتھ بھی ہیں، بلندیاں بھی ہیں، پانی بھی ہے۔جس طرح شہر ہیں اسی طرح وجود بھی شہر ہے، اس کے اندر ہر طرح کی لغزشیں ہیں۔وجود کے اندر ایسے حصے موجود ہیں جو ظاہر ہو جائیں تو ناپاکی ہے، چھپے رہیں تو پاکیزہ ہیں۔گویا کہ ناپاکی کو چھپانا بھی پاکیزگی ہے۔اس لیے اپنی ناپاکیوں کو اور ناپاک خواہشات کو اور ناپاک ارادوں کو چھپا دینا بھی پاکیزگی ہے۔اس لیے اپنی برائیوں کا اظہار نہ کرنا۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ انسان کی ساری زندگی جو ہے وہ پاکیزگی میں استعمال ہی نہیں ہو سکتی۔ اس کے اندر ہزار واقعات آ جاتے ہیں، صحت بھی خراب ہو جاتی ہے، صحت ٹھیک ہو جاتی ہے، بعض اوقات انسان مجبور ہو جاتا ہے، جیسا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ رشوت مجبوری ہے۔ یہ واقعات کی مجبوریاں ہیں۔ یہ جو آپ کا ہاتھ ہے اس نے کیا عبادت کرنی ہے۔ پھر عبادت کیا ہوئی؟ کون سا حصّہ ہے جو عبادت کے لیے مخصوص ہے۔سر آپ کا جھک گیا۔اب عبادت کیا ہوئی؟ گویا کہ وجود کا سارا حصّہ عبادت کی طرف رجوع نہیں کرتا اور نہ اس کو کرنا ہے۔آپ یہ محسوس کرو کہ عبادت کے لیے کون سا حصّہ مقرر کیا گیا ہے؟ وہ آپ کے دل کے علاوہ اور کوئی حصّہ نہیں ہے۔یعنی دل کا رجوع کرنا۔اگر آپ دنیاوی کام بھی کر رہے ہو اور آپ کا دل جو ہے رجوع الی اللہ ہے تو پھر آپ کے لیے نیکی شروع ہو گئی۔بات سمجھ گئے؟ اپنا دل سوائے یادِ الٰہی کے اور کسی کام میں لگانا نہیں چاہیے۔آپ اپنا کام کر رہے ہیں، دنیاوی کام کر رہے ہیں لیکن اپنا دل اُدھر ہی لگا رہے۔دل کی عبادت جو ہے یہ ظاہر بھی نہیں ہوتی اور محسوس ہی نہیں ہوتی۔ باقی جسم کا سارے کا سارا حصّہ عابد نہیں ہوتا، باقی ساری زندگی عابد نہیں ہوتی۔جس نے عابد ہونا ہے وہ آپ کے وجود کا وہ حصّہ ہے جو سب سے زیادہ لطیف ہے اور وہ آپ کا دل ہے۔اُس حصّے کو اللہ کے تقرّب کی طرف رجوع کراؤ۔اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس میں ایسی کوئی خواہش نہ آنے دو جو والہانہ پن پیدا کرے۔ایسی خواہش نہ ہو جو جنون پیدا کرے۔کوئی بھی دنیاوی خواہش۔ کہتے یہ ہیں کہ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے کچھ عرصے کے لیے بیٹھ جاؤ۔آپ بات سمجھے کہ میں نے کیا کہا؟

سوال:

دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھ جاؤ۔

جواب:

ہاں، دربان بن کے کچھ عرصہ کے لیے بیٹھ جاؤ اور سوچو کہ یہ خواہش جو پیدا ہو رہی ہے یہ کیا ہے۔خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔اگر تو اُس خواہش کا تعلق اللہ سے ہو تو دل میں آنے دو اور اگر اس کا تعلق دنیا سے ہو تو اُسے دل کی دنیا سے باہر کر دو۔ کچھ عرصہ تک یہ کام کرو تو آپ کا دل مصفّا ہو جائے گا، صفا ہو جائے گا۔خواہشات کو آپ Sort Out کرو گے۔مثلاً یہ جو خواہش ہے یہ چیز کیا ہے؟ یہ خواہش ہے کہ یہ ٹیپ ریکارڈر ہے۔اگر اس خواہش کا تعلق میوزک کے ساتھ ہے، ڈانس کے ساتھ ہے یا اور واقعات کے ساتھ ہے تو یہ دنیا کی خواہش ہے۔ اگر اس کا تعلق کوئی اچھے واقعات کو ریکارڈ کرنے سے ہے تو یہ دنیا کے علاوہ کی خواہش ہے۔ اُس عمل کو آپ اس وقت ہو جانے کی اجازت دو، اُس کے لیے "کُن"

آپ کے پاس ہے۔آپ بھی تو ''کُن'' کہتے رہتے ہو۔ کسی عمل کو ہونے کی اُس وقت اجازت دو جب آپ کا یہ خیال ہو کہ اِس کے ہونے سے نیکی میں اضافہ ہے۔ یہ عمل جو ہے آگے کی طرف لے جائے گا۔اس لیے دل کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کا دل جو ہے یہ کعبہ کے مِثل ہے۔اب اس کو ذرا غور سے سمجھو۔ یہ کعبہ کے مِثل ہے یعنی مثال' اوراس کے اندر قبل از اسلام بُت موجود ہیں۔قبل از اسلام کا زمانہ جو ہوا۔ بُت کا معنٰی ہے خواہشات' وہ خواہشات جِن کا تعلق یہاں ٹھہرنے سے ہے۔مثلاً پاور ہے' دولت ہے' آٹے کا' غلّے کا سٹور ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تو لمبا عرصہ ٹھہرنا پڑے گا' پتہ نہیں کب تک ٹھہرنا پڑے گا' اس لیے سب کچھ بھرلو۔ ایک آدمی نے دوپہر کا کھانا پکایا۔ کہتا ہے شام کا کھانا؟ اُس نے کہا کہ جس نے دوپہر کا دیا ہے شام کا بھی وہی دے دے گا۔ ایک کہانی بھی سُن لؤ یہ یادرکھنا کہ میں کیا کہہ رہا تھا تا کہ کہانی میں وہ بات ہی نہ بھول جائے۔ ایک درویش نے کسی درویش کی بڑی تعریف سُنی کہ فلاں علاقے کا درویش بڑا نیک ہے اور بزرگ ہے۔ وہ اس کی تلاش میں گیا' جا کے ملا اور مغرب کی نماز اُس کے پیچھے پڑھی۔ مہمان درویش اور میزبان درویش دونوں مل رہے ہیں۔گفتگو کے دوران میزبان نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کہتا ہے کہ میں بہت دُور سے آیا ہوں' آپ کی تعریف سنی تھی' آ گیا۔اُس نے کہا کہ آپ یہ بتائیے کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ مہمان درویش نے کہا کہ اچھا' ذریعہ معاش تو میں بتاؤں گا' پہلے میں وہ تین فرض لوٹا لوں جو میں نے تمہارے پیچھے پڑھے ہیں' تُو تو درویش ہی نہیں لگ رہا یعنی کہ درویش ہو کے یہ پوچھتا ہے کہ ذریعہ معاش کیا ہے' دنیا اللہ کے کام ہیں' جس طرح وہ دیتا ہے اُس طرح لو۔ درویش جو ہیں وہ ذریعہ معاش کے بارے میں Worry نہیں کرتے۔اب یہ ایک ایسی چیز ہے جو اس وقت دنیا میں کہنا بڑا مشکل ہے۔لوگ پریشان ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے۔اگر آپ اسی سوال کو اور غور سے دیکھو تو جو شخص ذریعہ معاش کے لیے پاکستان سے باہر چلا گیا وہ آمدن جو آپ نے استعمال کی اور وہ آمدن جو آپ نے جمع کی' اگر جمع کو غیر ضروری کہہ دیا جائے' جرم کہہ دیا جائے' بینکوں کو بند کر دیا جائے' اس کی ضرورت ہی نہ رہے' پھر سوائے ضرورت کے اور کوئی ضرورت ہی نہ رہے تو ہر شے پوری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ کوئی دِقّت کی بات نہیں ہے۔ بہرحال درویش جو ہیں وہ Worry نہیں کرتے۔ اس طرح لوگوں نے اور بڑی بڑی مثالیں دی ہیں کہ ایک درویش بڑے متوکّل تھے انہوں نے ٹکڑا بھگو کے کھالیا اور پھر جو بچا وہ صبح کے لیے رکھ لیا۔ ان کی بیوی ناراض ہوگئی کہ تو کیسا متوکل ہے' اب تو کھایا ہے اور صبح کے لیے کیا رکھنا' اس کو کسی کو دے دو۔ایک اور درویش کا واقعہ ہے کہ تہجد پڑھ رہا تھا' اُسے Concentration نہ ہوئی' توجہ نہ ہوئی۔ بڑا پریشان ہوا کہ آج لطف نہیں آ رہا۔ دوڑا بھاگا' گھر گیا کہ کوئی چیز تو نہیں رہ گئی۔ دیکھا کہ تھوڑا سا روٹی کا ٹکڑا پڑا تھا۔ وہ جا کے تقسیم کر آیا' پھر آ کے تہجد ادا کی۔ مقصد یہ ہے کہ جمع کرنے والا انسان جو ہے وہ عبادت کے لطف سے محروم رہتا ہے کہ **جمع مال وعدده** مال جمع کیا اور گنتا رہا۔ بہرحال یہ الگ سی بات ہے ـــــ

ہاں تو بتایئے کہ میں کیا کہہ رہا تھا؟ بولیں۔

سوال:

دل مِثل کعبہ ہے۔

جواب:

اس کے اندر اسلام سے قبل جو بُت موجود ہیں' آپ کے دل میں اسلام ابھی داخل نہیں ہوا' تو جو بُت موجود ہیں وہ خواہشات ہیں۔ اگر آپ اُن خواہشات کے بتوں کو ایک ایک کر کے Eliminate کرتے جاؤ' نکالتے جاؤ تو یہ عین کعبہ ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ **قلب المومن عرش الله** مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔ اور یہ کہ مومن جو ہے اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کا قلب ہوتا کیا ہے؟ مومن کا قلب یا مومن کا دل وہ ہوتا ہے جس دل کے اندر دنیاوی خواہشات ٹھہر نہ

سکیں ۔گویا کہ انہیں نکالنا ہے' آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا' آپ نے صرف اُس کی صفائی کرنی ہے یعنی اپنے وجود کی۔اللہ خود بخود ہی آتا ہے۔آئینہ جو ہے اِسے آپ نے پالش کرنا ہے' خواہشات کو ترک کرنا ہے' باقی واقعہ خود بخود ہونا ہے۔اللہ تلاش کا نام نہیں ہے' اللہ انتظار کا نام ہے۔یہ انتظار کا نام ہے اور پاکیزگی کا نام ہے۔ایک بندہ اللہ کو تلاش کرنے گیا' اُس کو درویش ملا۔کہتا ہے کہ کہاں؟ کہتا ہے کہ اللہ کی تلاش میں ۔کہتا ہے کہ پھر اُس علاقے کے اللہ کو میرا سلام کہنا' اُس علاقے کے اللہ کو چھوڑ چلے ہو' جب ایک ہی اللہ ہے تو پھر قصہ کیا ہے۔اس لیے جہاں سے تم علاقہ چھوڑ کے جا رہے ہو وہاں اللہ نہیں ہے؟ اللہ ہر حال میں ہے۔اسی طرح رازق ہر حال میں ہے' توجہ چاہیے۔دل جب صفا ہو جاتا ہے تو اس کا عرش ہے۔پھر مومن جو ہے اپنے دل کے رجوع کے اندر جب نماز پڑھے تو وہ نماز کعبہ میں ہوتی ہے۔کہتے ہیں کہ یہاں بیٹھ کے اُس نے کیسے کہہ دیا کہ میں کعبہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔کہتے ہیں کہ یہ جو فقیر تھا اس نے جھوٹ بولا'' وہ تو وہیں تھا' ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔اب کہتا ہے کہ میں کعبہ میں نماز پڑھ کے آیا۔وہ ٹھیک کہتا ہے کہ وہ نماز اُس نے اپنے دل میں پڑھی ہے ؎

دِتھا کے دل میں انہیں اُن کی ہی نماز پڑھی
انہی کے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا

اس لیے وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُن کی نماز اپنے دل کے حرم کے اندر ادا ہو۔وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نماز کعبہ میں ادا ہوئی۔یہ تب ہے اگر اُن کو ایسا مقام ملے تو۔بہر حال ایسا ہوسکتا ہے۔Possible تو ہے ناں۔یہ دل جو ہے اس کو ہمیشہ اس دنیا میں نہ لگاؤ۔اس کا رجوع اُدھر کی طرف ہے اور خود بخود ہی ہے۔اس لیے ایمان کی بات صرف اتنی ہے کہ اس زندگی کے اندر' زندگی کے احکامات جو ہیں ان کی بجاآوری میں دل Involve نہ ہو۔مثلاً بچے ہیں' بچوں سے محبت کرنا فطری بات ہے' اللہ کا حکم ہے' محبت کرو' پرورش کرو لیکن اللہ اور بچوں کے درمیان اگر کبھی Choice ہو جائے تو پھر اللہ ہو۔اور یہ چانس اکثر ہو جائے گا کہ اولاد کا تقاضہ یہ ہے اور دین کا تقاضہ وہ ہے۔انسان اکثر اولاد کے لیے چلا جاتا ہے اور دین کا تقاضہ چھوڑ دیتا ہے۔اس لیے وہاں پر جو اللہ کے دوست ہیں وہ پھر وہاں پر دین کا تقاضہ پورا کرتے ہیں' اولاد کا نہیں۔مثلاً آپ کربلا کے اندر دیکھو' بڑوں کے ساتھ جو ہوا سو ہوا' ایک بچہ معصوم ہے' بچے کے لیے سارا واقعہ چھوڑ دینا چاہیے تھا لیکن نہیں۔انہوں نے اپنا مقصد قائم رکھا' بچہ بھی اپنے ہاتھ سے قربان ہونے دیا۔مقصد تو یہ واقعہ ہے۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اس دنیا کے تقاضوں کو دین کے تقاضے میں حائل نہیں ہونے دیتے۔بس اتنی سی بات آپ نے کرنی ہے۔اِسی زندگی کو عبادت بنالیا کہ آپ جا رہے ہیں' دنیا کے کام کرتے جاؤ' کماؤ کھاؤ پیو' وغیرہ وغیرہ۔لیکن رجوع اللہ کی طرف رکھو۔جس طرح گھڑا بھرنے والی لڑکی ہوتی ہے کہ وہ سب سے بات کرتی ہے لیکن اس کا دھیان گھا گھر کے اندر ہی ہو کہ وہ گر نہ جائے۔اس لیے آپ کا دھیان اپنے اندر ہو کہ ہم یہاں پر آئے ہیں اور یہاں سے نکل جانا ہے۔گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' چار دن کے بعد یہاں ہر شے ختم ہو جائے گی۔اور آپ دیکھ رہے ہو کہ آپ سے پہلے کا زمانہ ختم ہو گیا۔اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے کتنے جنازے دیکھے ہیں تو میرا خیال ہے کہ بہت جنازے دیکھے ہوں گے۔

سوال:

سینکڑوں دیکھے ہیں۔

جواب:

سینکڑوں جنازے دیکھنے کے بعد اپنے جنازے کا امکان ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ بس اتنی سی کہانی ہے۔جب یہ امکان ہی ہے تو پھر جو کچھ آپ نے حاصل کیا وہ تو یہیں رہ گیا۔جو یہیں رہ جانا ہے اُس کو آپ نے اُٹھایا کیا۔مقصد یہ ہے کہ جو چیز آپ نے یہاں سے حاصل کی ہے وہ یہیں کی چیز تو یہیں رہ جاتی ہے اور آپ مسافر ہو' آپ نے نکل جانا ہے۔نکل

جانے والے نے ٹھہر جانے والے سے دوستی کیسے کی؟ تعجب تو یہ ہے' کہ وہ نکل جانے والا تھا اور یہ ٹھہر جانے والا ہے' تُو نے یہ Combination بنایا کیسے؟ بس اتنی سی بات سمجھ آ جائے تو دین شروع ہو جاتا ہے' کہ نکل جانے والا کون ہے اور ٹھہر جانے والا کون ہے۔ روح نکل جانے والی شے ہے اور وجود ٹھہر جانے والی شے ہے۔ اپنے وجود کی محبت آپ میں نہیں ہونی چاہیے' آپ کے اندر روح کی محبت ہونی چاہیے۔ روح جو ہے وہ راجع الی اللہ ہے۔ اس لیے دنیا کے اندر دنیا کے ساتھ محبت نہیں ہونی چاہیے' اپنی مسافرت سے محبت ہونی چاہیے' کہ ہم مسافر ہیں

؎ مسافر ہے تو اے بازارِ امکاں کے تماشائی

کہاں تک خود پسندی اور خود آرائی ہوگی' آخر تجھے جانا ہی ہے۔ جب جانا ہے تو جانے کا انتظام کرو۔ آپ نے یہاں سے کچھ لے نہیں جانا۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ یہاں سے نیک عمل لے کے جائیں' تو کچھ بھی نہیں لے کے جائیں گے' نیک عمل چھوڑ کے جائیں گے۔ یہاں سے تو کچھ لے کے نہیں جانا۔ جتنا آپ نے یہاں نیکی کا عمل کیا ہے' وہیں آپ کے وصال پر بٹن دبا دیا جائے گا کہ نیکی اتنے نمبر پہ ہے' بدی اتنے نمبر پہ ــــــ گویا کہ نیکی وہ ہے جو آپ یہاں کر چلے ہو' نیکی وہ جو آپ اس دنیا میں کر چلے ہو' اگر آپ کو ایک بات بتا دی جائے کہ دنیا لامحدود ہے اور آپ لامحدود ہو' یہ دنیا جو ساری انسانوں کی دنیا ہے' وجود کی دنیا' کائنات کی دنیا' سورج چاند ستاروں کی دنیا' یہ ساری ــــــ یہ کیا ہے آپ کے مقابلے میں؟ لامحدود' اور آپ محدود۔ اگر تھوڑا سا یہ خیال آ جائے کہ سارا لامحدود الٰہیات ہے اور تم انسانیات ہو تو پھر یہاں اس سارے کے ساتھ تمہارا جو عمل ہے وہی عبادت ہے۔ کیونکہ وہ لامحدود ہے اور تم محدود ہو' تو لامحدود جہاں بھی ہوگا الٰہی ہوگا۔ آپ کے خیال میں لامحدود ہے۔ اس لیے قطرہ جہاں ہوگا محدود ہوگا' سمندر' قلزم جہاں ہوگا وہ لامحدود ہوگا۔ قطرے کے اندر قلزمیت کا جو خیال ہے یہ عبادت ہے۔ جہاں قطرے نے کہا کہ انا البحر وہاں وہ لامحدود ہو گیا۔ اس لیے کبھی کبھی آپ کے اندر اس کائنات اور اس زندگی اور ان انسانوں کے ساتھ نیکی کی خواہش پیدا ہو جائے گی' وہی الٰہیات ہے۔ اور اگر آپ کا انسانوں کے ساتھ جھگڑا ہے' نفرت ہے تو سمجھو کہ آپ کا ایمان کمزور ہو گیا۔ آپ کے پاس چند سال کی زندگی ہے اور کائنات میں وقت لامحدود ہے۔ وقت الٰہیات ہے اور تم انسان ہو۔ اس وقت کے ساتھ آپ نے کیا Contribute کیا' یہ آپ کی عبادت ہے۔ گویا کہ لامحدود ایام ہوں' اعمال ہوں' وقت ہو' زمانہ ہو' زمانہ دنیا کے طور پر' زمانہ ٹائم کے طور پر' زمان و مکان کے طور پر ــــــ اُس کے اندر آپ نے جو کچھ عمل کیا یہ عبادت ہے' اور یہی آپ کا نتیجہ ہوگا۔ آپ محدود ہو اور باقی سب لامحدود ہیں۔ محدود کا عمل لامحدود کے ساتھ یہی نتیجہ لائے گا۔ اس لیے آپ آہستہ آہستہ اس میں نیکی کرتے جاؤ۔ کبھی اتفاق سے کوئی ایسی نیکی ہوگی جو بڑھنے والا درخت ہو گیا تو آپ کی نیکی پھیل جائے گی۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ نیکی کرتے جاؤ اور ایک یہ ہوتا ہے کہ نیکی کا بیج کسی مناسب جگہ پر بو دو۔ اب وہ درخت بن جائے گا تو وہ ساری نیکی آپ کے نام۔ کسی انسان کے ساتھ اگر ایسی نیکی کر دی جو اُس کی Development میں کام آ جائے تو یہ نیکی بڑھتی جائے گی۔ مثلاً کسی بچے کی تعلیم بند ہو گئی تھی' وہاں اُس کی فیس آپ نے دے دی۔ اُس کا ساری عمر کا حاصل جو ہے وہ آپ کے نام ہوگا۔ اس لیے آپ اس زندگی میں بڑی توجہ سے دیکھو' بڑے موقعے ملیں گے آپ کو عبادت کے' بڑے موقعے ملیں گے آپ کو اپنی زندگی میں ترقی کرنے کے اور الٰہیات کو سمجھنے کے۔ اس کا اور طریقہ یہ ہے' یہ بڑا غور طلب طریقہ ہے' غور کرنے والا۔ کہ آپ یہاں زندگی میں موجود ہیں اور آپ کی ساری نسبتیں وصال میں ہیں' پھر آپ اگر وصال میں جانا نہیں چاہتے تو آپ کی نسبت ہی کمزور ہے۔ آپ کلمہ پڑھتے ہو' بزرگوں کو یاد کرتے ہو' فقراء کو یاد کرتے ہو' یہ نسبتیں ہیں' حجرہ شاہ مقیم کو یاد کرتے ہو' داتا صاحبؒ کو یاد کرتے ہو اور اجمیر شریف کو یاد کرتے ہو۔ اب یہ سارے کے سارے جو بزرگ ہیں کہاں ہیں؟ پردے کے پرلی طرف۔ پردے کے پرے تم جانا نہیں چاہتے اور کہتے ہو محبت اُن کے ساتھ ہے۔ یہ محبت تو غلط ہو گئی۔ لہٰذا اس زندگی کے ساتھ محبت کرنے والا اگر دعویٰ پردے کے

پاروالے لوگوں سے محبت کا کرے تو وہ جھوٹا ہو جاتا ہے۔اس لیے اگر آپ کو پردے سے پاروالوں کے ساتھ محبت ہے' آپ نے کلمہ پڑھا ہے اور آپ رجوع کرنا چاہتے ہو تو پردے کے پار جا کے دیکھو۔اور یہ پردہ زندگی ہے۔اس لیے آپ کو دیدار کی تمنا ہے' زیارت کی خواہش ہے تو پھر زندگی کے پردے سے نکلنے کی خواہش ہونی چاہیے۔کہتا ہے کہ زندگی کا پردہ چاک نہیں کرنا اور زندگی کے پرے بھی دیکھنا ہے' تو یہ جھوٹا ہے۔اس لیے آپ کو دین کی بات تب سمجھ آئے گی جب آپ اس زندگی کے دامن کو چاک کرنے کی خواہش پیدا کرو گے۔اس دامنِ ہستی کو چاک کرنے کے بعد ہی ہستی کا راز آشکار ہوتا ہے اور ہستی کا راز آشکار ہو جائے تو حقیقت سمجھ آ جاتی ہے۔آپ میری بات سمجھ رہے ہیں کہ نہیں؟ اب آپ اپنی خواہشات کو دیکھو۔ حافظ صاحب اگر ہم آپ کو یہ کہہ دیں کہ تعالیٰ آپ کو دیدار کرائے اور آپ رخصت ہونے کا جلدی انتظام کریں' آج ہی' تو آپ کیا کہیں گے؟ کہ تھوڑے سے کام رہتے ہیں' بچوں کا خیال' دیکھ بھال وغیرہ ___ آپ کو فوری طور پر جانے کی تمنا نہیں ہوتی' خواہش ضرور ہے۔بس یہ جو رکاوٹ ہے یہی آپ کا پردہ ہے۔اس کو دُور کرو۔کبھی فرائض کے نام پر' کبھی مجبوریوں کے نام پر' کبھی کسی اور چیز کے نام پر۔اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں اور وہ دوست جس کی آپ کو تمنا تھی وہ باہر ہے' تو پھر نکل جاؤ ناں کمرے سے۔لیکن نکلتا نہیں ہے۔آپ کو کہا جائے کہ آپ کے دوست آئے ہوئے ہیں' باہر چلو۔کہتا ہے کہ دھوپ کا موسم ہے ورنہ دوست کی تو بہت تمنا ہے۔اس لیے آپ لوگ اگر کلمہ پڑھتے ہو' اگر آپ کو یقین ہے اور محبت ہے' بانیٔ دینِ مُبیں سے محبت ہے تو پھر جہاں اُن کا مقام ہے اُس طرف رجوع کرنے کی خواہش ہونی چاہیے۔یہاں جو آستانہ ہے' مدینہ شریف ہے' یہ تو آستانہ ظاہر ہوا ناں' سفر کا مقام ہوا' لیکن جو ذات کے ساتھ تعلق ہے' جس مقام پر بھی وہ ذات ہو' اس سے رجوع کرنا چاہیے۔جس آدمی کو ماضی کے کسی بزرگ سے کوئی نسبت ہو جائے اُس کو حال کی زندگی ترک کرنے میں کوئی دیر نہیں ہے۔بات سمجھ آ رہی ہے کہ نہیں آ رہی؟ اس لیے یہ حال کی زندگی جو ہے یہ آپ کے لیے سرمایہ ہے' سرمایۂ ایثار' قربانی کا سرمایہ ہے۔آپ یہ دُنبہ پال رہے ہو اور جب قربانی کا موسم آ جائے تو اِسے ذبح کر دینا۔آپ کہتے ہیں کہ اگلے سال کریں گے۔یہ نہیں ہونا چاہیے۔دین کی اتنی سی خواہش ہے کہ آپ اپنی زندگی میں یہ کریں۔ساری زندگی جو ہے یہ دین نہیں' سارا وجود دین نہیں ہے' ممکن ہی نہیں ہے۔ایک عمل' دل کی خواہش' رجوع الی اللہ' رجوع الی الرسول ہو۔رجوع ہی کرنا ہے۔جس نے فضل کا انتظار کیا اُس پر فضل شروع ہو گیا۔جس نے تکلیف پر شکر ادا کیا اُس کا شکر منظور ہو گیا۔وسیلہ جو ہے وہ عمل بھی ہے اور ذات بھی ہے۔یہ چغتائی صاحب کا سوال تھا۔لیکن سب سے بڑا وسیلہ فضل ہے۔اُس کا فضل ہو جائے تو یہ وسیلہ ہے۔ہمارا' مومنوں کا وسیلہ جو ہے نہ عمل ہے' نہ کوئی پیر ہے' نہ شیخ ہے' سب سے بڑا وسیلہ کون ہے؟ فضل! کہ یا اللہ تیرا فضل ہونا چاہیے۔فضل ہو جائے تو سارا مقام ہی ٹھیک ہے۔اگر وہ عدل کرے تو سب تھر تھر کانپ جائیں اور فضل کرے تو سب ٹھیک ہے۔یا اللہ تُو مہربانی فرما' ہم پر فضل کر۔یارب العالمین ہماری زندگی کو ہمارے اعمال کی روشنی میں نہ جانچنا' اپنی رحمت کی روشنی میں ہم پر فضل کر۔تُو رحم کرنے والا ہے اور تُو فضل کرنے والا ہے۔فضل کا مطلب یہ ہے کہ حق کے علاوہ دینا۔ انصاف کا مطلب کیا ہے؟ حق کے مطابق دینا۔رحم کا مطلب کیا ہوا؟ اُس کے لیے رعایت کرنا۔فضل کا مطلب ہے کہ بالکل ہی ماسوا ہو' بندہ کدھر جا رہا ہے اور اُس کو کچھ اور دے دینا۔ظلمات سے نور میں داخل کرنا فضل ہے۔انسان اندھیرے میں جا رہا تھا' اُس کو وہاں سے اُٹھا کے نور میں داخل کر دیا۔یہ کیا ہے؟ فضل۔اندھیرے کو کم کرنا' روشنی کرنا' یہ رحم ہے' یہ آہستہ آہستہ' بتدریج ہے۔لیکن یک لخت' Categorical Change جو ہے یہ فضل ہے۔کہ ہم اس قابل ہی نہیں تھے کہ تیری رحمت نے ہم پر فضل کیا۔اس لیے دعا کرو کہ یا اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرما اور ہمیں ہمارے اعمال کی عبرت سے بچا' اعمال کی ''چُونڈی'' سے بچا' اعمال ہمیں پکڑے بیٹھے ہیں' ہم غلطی سے بہت غلطیاں کر بیٹھے ہیں لیکن اب ہم تیرے سامنے آئے ہیں تو ہماری غلطیاں تُو اپنے فضل سے دُور کر دے' غلطیوں کی یاد بھی دور کر دے' وہ احساس بھی دور کر دے' ہمیں اپنے فضل میں

داخل کر لے تا کہ ہم ایک نئی زندگی بسر کریں، نیا زمانہ بسر کریں اور ہمیں اپنے دامنِ رحم میں جگہ دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونورعرشه حبیبنا وشفیعنا وسیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ واصحابه اجمعین. آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

—...—

(4)

1. سر! آپ نے فرمایا تھا کہ ظلم نہ کرنا' تو یہ ظلم کیا ہے؟
2. اگر ظلم لاعلمی میں ہوجائے تو کیا اس کی بخشش ہوجاتی ہے؟
3. سر عورت اور مرد دونوں کی اسلام کی کیا حیثیت ہے؟
4. قرآن پاک میں جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو یہ کیا ہے؟
5. مرد یہ کیوں چاہتا ہے کہ عورت اس کا ہر حکم مانے اور نہ بولے اور وہ مرد جو کام کر رہا ہے وہ سب ٹھیک کر رہا ہے۔
6. عورت بہت سے مراحل سے گزرتی ہے...... پھر بھی اس کو وہ عزت کیوں نہیں دی جاتی۔
7. سر! قرآن کا حکم تو یہ ہے **ادفع بالتی ھی احسن .....**
8. ایک دفعہ خدا سے قربت کا لمحہ جو انہیں نصیب ہوتا ہے اُس کے بعد عمر دوسرے لمحے کے انتظار ہی میں کٹتی ہے۔
9. سر! آنسوؤں کا زمانہ بھی تو عطا ہی ہے۔
10. انسان فطرت کیسے پہچانے؟
11. پہچان کیسے کریں؟
12. سر! کیا نصیب جو ہے دعا یا عبادت سے بدل سکتا ہے۔
13. کیا جنت اور دوزخ بھی نصیب سے ہیں؟
14. پیدائش سے پہلے سب انسان بچے کی صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں' پھر اللہ نے کسی کو اچھا نصیب اور برا نصیب کیوں دیا ہے؟
15. اگر نصیب نہیں بدل سکتا تو پھر نہ کوئی عبادت کرے اور نہ حساب کتاب کرے' نہ کوئی کوشش کرے____
16. وہ رب جو **احسن الخالقین** ہے' وہ رب جو **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** کہتا ہے' وہ انسان کو بدصورت کیوں پیدا کرتا ہے۔
17. اس دنیا میں رہتے ہوئے بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب اچھے نہیں ہیں۔
18. ایک شخص کو درد انگیز کیفیت میں کیوں پیدا کیا جاتا ہے اور دوسرے شخص کو کیوں ایک خوب صورت ماحول میں پیدا کیا جاتا ہے؟
19. اگر نصیب نے بدلنا ہی نہیں ہے تو کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

12-05-89

بلال صاحب کے گھر (1+2)

سوال:

سر! آپ نے فرمایا تھا کہ ظلم نہ کرنا' تو یہ ظلم کیا ہے؟

جواب:

میں نے کہا تھا کہ گدھے پر زین نہ کسو اور گھوڑے پر وزن نہ لادو۔ جو عربی النسل گھوڑا ہے وہ زین کے لیے ہے' سواری کے لیے ہے اور گدھا بوجھ کے لیے۔ دونوں کی فطرت الگ الگ رکھو اور ماسوائے فطرت کام نہ لو۔ استعداد سے زیادہ کام نہ لو' یہ ظلم ہے۔ ایسا کام نہ لو جو اپنے ساتھ نہیں چاہتے' یہ ظلم ہے۔ باقی یہ تو Define کر دیا گیا ہے کہ یہ چیز ظلم ہے' وہ ظلم ہے ___ ظلم نہ کرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپ کے قریبی حلقے میں' نزدیک کے دائرے میں' دور کے دائرے میں' جمیع عوام الناس کے دائرے میں' بین الامم دائرے میں' آپ کے گھر میں رہنے والے' آپ کے قریب رہنے والے' آپ سے منسوب رہنے والے' آپ سے وابستہ رہنے والے جو ہیں ان تمام لوگوں کو غلط استعمال نہ کرنا۔ ان لوگوں پر بوجھ نہ لادنا۔ یعنی کہ ان پر ایسا ظلم نہ کرنا کہ یہ لوگ زندگی سے اُکتا جائیں۔ ان کو زندگی میں خوش خیال اور خوش حال رہنے دو۔ جو گانے والے پرندے ہیں ان کو گانے کا موقع دو' جو اُڑنے والے پرندے ہیں ان کو اُڑنے کا موقع دو۔ مطلب یہ کہ ہر چیز کو اس کے قدرتی مزاج کے مطابق ماحول فراہم کرو' ورنہ ظلم ہو جائے گا۔ بات سمجھ میں آئی آپ کو؟ تو ظلم کیا ہوا؟ اگر کسی شے کو اس کا قدرتی' Natural ماحول فراہم نہ کیا جائے تو یہ ظلم ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنے اپنے دائرے میں ہوتا ہے' تو اس کو دائرے کے اندر آسانی فراہم کر دو تاکہ وہ آدمی اپنی زندگی پر خوش اور خراماں خراماں چلتا جائے ورنہ ظلم ہو جائے گا۔ اپنی استعداد کے علاوہ کام کرنا خود پہ ظلم ہے۔ اسے کیا کہیں گے؟ اپنے آپ پر ظلم۔ اپنے آپ پر ظلم یہ ہے کہ جس کام کے لیے آپ Meant for نہیں ہیں وہ کام آپ کرنے لگ جائیں' جو کام آپ سے منسوب نہیں ہے' آپ وہ کرنے لگ جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ صاحبان' قدر دان میں فلاں چیز آپ کے لیے لایا ہوں ___ جو آپ لا نہیں سکتے وہ کہاں سے لائیں گے۔ جس کام کے لیے آپ وقف نہیں ہیں یا مقرر نہیں ہیں یا آپ مامور نہیں ہیں' وہ کام کرنا اپنی جان پر ظلم ہے' ہلاکت ہے۔ آدھے سے زیادہ لوگ یہی کرتے ہیں۔ اسی لیے فرمان ہے کہ ''اور تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا''۔ بے شمار لوگ ایک لفظ کی ہلاکت میں ہیں' لفظ آپ کو بتاتا ہوں ''مبالغہ'' تو وہ مبالغے کی ہلاکت میں ہیں۔ یہ بڑا ظلم ہے۔ اگر مبالغہ نکال دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ زندگی کا معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ مبالغے کا مطلب کیا ہے؟ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے بلند ظاہر کرنا۔ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے کم ظاہر کرنا ایک طرح سے ظلم ہے مگر وہ برداشت کے قابل ہے۔ لیکن اپنے آپ کو اپنی ہستی اور اپنے Status سے بلند ظاہر کرنا بہت ظلم ہے۔ آدھے لوگ تو اس ظلم میں گرفتار ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے زیادہ بلند کرنے میں وقت گزارتے ہیں اور دوسرے کو تکلیف دینے میں وقت گزارتے ہیں۔ یہ ظلم ہے۔ بلکہ بہت سارے لوگ اپنا بہت سارا وقت اور بہت سا پیسہ ضائع کر کے صرف دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں مصروف ہیں۔ اس سے پوچھا کہ تُو روتا کیوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ تُو ہنستا کیوں ہے؟ ہنسنے والے کو اس کے رونے پر ہنسی آ رہی ہے اور رونے والے کو اس کی ہنسی پہ رونا آ رہا ہے۔ جس کو ہنسی پہ رونا آ رہا ہے وہ ظالم ہے۔ جس کو رونے پہ ہنسی آ رہی ہے ممکن ہے کہ وہ غیر جانب دار ہو' ظالم نہ ہو لیکن یہ ظلم ہے کہ کسی کی ہنسی پہ تم رونے لگ جاؤ۔ کہتا ہے کہ میں اُداس ہوں اس لیے کہ تم خوش ہو۔ کسی کی خوشی کو برداشت نہ کرنا ظلم ہے۔ اکثر لوگ

دوسرے کو خوش دیکھ کے، مسرور دیکھ کے ظلم کرنے لگ جاتے ہیں۔ ظلم کی تعریف بڑی آسان ہے، یہ کہ قدرت کے حکم کے علاوہ کام کرنا، اللہ کے مقرر کیے ہوئے انصاف کے علاوہ کام کرنا، کسی انسان سے اس کی فطری صلاحیتوں کے علاوہ کام لینا اور اس پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں تمہاری استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور انسان ہے کہ وہ استعداد سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ ایک ظلم ہے کہ آپ کسی کو خوراک مہیا کرو، لباس بھی مہیا کرو بلکہ تمام آسانیاں مہیا کرو لیکن اس کا جوہر ضائع کر دو۔ یہ سب سے زیادہ ظلم ہے اور یہ ظلم بڑے ہی ظالم لوگ کرتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ کہ اس کو ہر فراوانی دے دی، ہر آسانی دے دی، ہر آسائش دے دی، بلبل کو کھانا دے دیا، بلبل کو دانہ دے دیا لیکن گانا نہ دیا۔ اگر بلبل کو گانے نہ دیا تو نتیجہ یہ ہے کہ یہ ظلم ہے، ہر چند کہ ہر چیز موجود ہے۔ وہ چیز جو فطری صلاحیت ہے یا جو فطری خواہش ہے وہ روک دی گئی یا اصلی، ذاتی جوہر کو روک دیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو تو ہر چیز ملی ہوئی ہے، آپ کے پاس بہت دانے ہیں، بہت گندم ہے، دوسری چیزیں بھی ہیں لیکن یہ بتاؤ کہ وہ جو شب بیداری ہے وہ کہاں ہے۔ تمہاری نیم شبی کی آہ، آہِ نیم شبی جو ہے وہ کدھر ہے۔ کہتا ہے کہ اس سے تو اللہ نے بچالیا۔ اللہ نے تمہیں بچالیا ہے یا اللہ نے تجھے محروم کر دیا ہے؟ مطلب یہ کہ وہ جو اصلی بات تھی، جو ہر تھا، وہ Nip ہوگیا، ضائع ہوگیا۔ گلاب کے اندر رنگ بہت آ گئے، سائز بڑا ہوگیا لیکن خوشبو نہیں ہے۔ اگر گلاب میں رنگ ہے اور خوشبو نہیں ہے تو یہ ظلم ہوگیا۔ گلاب کا جوہر کیا ہے؟ اس کا جوہر خوشبو ہے۔ یہ اس کا ذاتی جوہر ہے۔ تیرا ذاتی جوہر اگر ضائع ہوگیا تو یہ ظلم ہے۔ اگر تم نے کسی کا ذاتی جوہر ضائع کر دیا تو تم نے اس پر ظلم کیا۔ وہ کون ہے جو تمہارے خلاف فریاد کر رہا ہے؟ وہ جو فریاد کر رہا ہے وہ تمہارا ظلم ہے۔ گویا کہ ظلم کیا ہوگا؟ اگر قیامت کا دن ہو اور دربار عام خاص ہو اور وہ شخص جو تمہارے خلاف فریادی بن جائے تو تُو نے اس پہ ظلم کیا ہوگا۔ ظلم کی بعض اوقات ایک اور قسم ہوتی ہے کہ ظالم کو خبر نہیں ہوتی اور مظلوم جو ہے ظلم محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ یہ کون سی کیفیت ہے؟ کہ دوسرا شخص جہاں کسی عمل کی توقع کر رہا ہے اور تم اس عمل پر نہیں پہنچ پار ہے ہو تو یہ غفلت یا لاعلمی کی وجہ سے ہو سکتا ہے اور یہ بڑا ظلم ہے۔ گویا کہ غیر متوقع توقع پر بھی نہ پہنچنا ظلم ہے۔ میں نے غیر متوقع کیوں کہا؟ کہ تمہیں خبر نہیں ہے، اس سٹیج پر تم ایسے محسوس کرو گے کہ تمہارے ہاں کھانا پکا ہوا ہے اور ایک آدمی ملنے کے لیے آیا تو تم نے اس کو دعوت نہیں دی۔ وہ Flavour لے کے، خوشبو لے کے چلا گیا اور اگر اس نے وہاں جا کے خود کو مظلوم محسوس کیا کہ تم نے اس کی توہین کر دی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی ایسا خاص واقعہ نہیں تھا۔ ایسی جو توقع ہے اس توقع کو رد کرنا یا توقع کو Cater نہ کرنا بھی ظلم ہے۔ یہ ظلم بار بار ہوتا رہتا ہے اور تمہیں علم نہیں ہوتا۔ اس سے ضرور بچنا چاہیے۔ جو صاحبانِ علم ہیں اور حساس طبیعت والے ہیں وہ اس سے بچتے ہیں کہ کہیں دوسرا شخص اپنے آپ کو مظلوم محسوس نہ کرے ہر چند کہ میں ظلم نہیں کر رہا۔ یہ خطرناک بات ہے اور سمجھنے والی بات ہے۔ جب تک یہ نہیں سمجھو گے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ بھی ظلم ہے جس سے ظالم بے خبر ہو اور مظلوم اس کی خبر رکھتا ہو۔ کون سا ظلم ہے؟ کہ ایسا واقعہ جس میں ظالم کو خبر نہیں ہو رہی کہ وہ ظلم کر رہا ہے لیکن مظلوم جو ہے وہ محسوس کر رہا ہے کہ ظلم ہوگیا۔ تو وہ بھی ظلم گِنا جائے گا۔ اس لیے ظلم کی بڑی قسمیں ہیں۔ اس سے بچنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں ظالم ہونے سے بچا، وہ ظلم جو ہماری خبر میں ہے اُس سے بھی بچا اور جو خبر میں نہیں ہے اس سے بھی بچا۔ اگر تمہارے چلتے وقت پاؤں کے نیچے آ کے چیونٹی مر گئی تو یہ بھی ظلم ہے۔ یا اللہ اس سے بھی بچا۔ جو ظلم سہواً ہوگیا یا عمداً ہوگیا یا خطا یا نسیان سے ظلم ہوگیا، جو بھی ہوگیا یا اللہ اس سے بچا۔ بعض اوقات ایک اور ظلم ہو جاتا ہے کہ تُو نے دوسرے کو اس کی شان کے مطابق استقبال ادا نہ کیا۔ یہ ظلم ہوگیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک اور ظلم بھی ہونا ہے، وہ بے شک برداشت کر لیا جائے یعنی کسی کو اس کی ہستی سے ماسوا دینا، ماورا دینا۔ اس کو کہتے ہیں نچ نوازی۔ اگر نچ نوازی کا موقع آ جائے تو برداشت کر لو لیکن حق والے کو حق سے محروم نہ کرنا۔ ناحق والے کو بے شک عطا کر دو، ہے وہ بھی ظلم ہے کیونکہ برے کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہے جیسے نیک

کے ساتھ برائی کرنا۔ یہ ظلم ہے لیکن یہ راز آخر سمجھ آ جائے گا۔ بہرحال بیچ نوازی بھی ایک ظلم ہوتا ہے لیکن حق والے کو حق سے محروم نہ کرو' توقع والے کو توقع سے محروم نہ کرو' استعداد سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو' دوسرے کو آزردہ نہ کرو' پژمردہ نہ کرو' اس کو افسردہ نہ کرو۔ اپنے آپ کو بہت بلند نہ بناؤ۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

بعض اوقات ایسا ظلم بھی ہوتا ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا' تم صرف پاس سے گزر گئے اور ظلم ہو گیا۔ اب یہ پاس سے گزر جانے والا ظلم کیا ہے؟ کہ تم نے اس کی صلاحیت کو درخورِ اعتنا ہی نہیں کیا' آنکھ سے گرا دیا' پاس سے ایسے گزرے کہ حقارت و تحقیر سے گزر گئے' لاعلم اور بے علم گزر گئے تو یہ ایک ظلم ہو گیا۔ دنیا میں تجھے بھیجا گیا تھا کہ تم اسے دیکھو لیکن تم دنیا سے آنکھیں بند کر کے گزر گئے۔ یہ بڑا ظلم کیا' اپنی جان پر تم نے ہلاکت ڈالی۔ تم نے دنیا کو دیکھا نہیں' اللہ کے ستارے نہ دیکھے' چاند نہ دیکھا' آسمان نہ دیکھا' اپنی اوقات نہ دیکھی' اپنا آغاز نہ دیکھا' اپنا انجام نہ دیکھا' زندگی کی ماہیت' زندگی کی اصلیت اور اس کی پیدائش کا مقصد نہ دیکھا۔ تم نے یہ کیا کیا؟ تم نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا' ظلم کر دیا ____

آپ یہ ظلم کا سوال کہاں سے لے آئے؟ آپ کو رحم کی بات سمجھ نہیں آئی؟ ظلم جو ہے رحم کے برعکس ہے۔

سوال:

اگر ظلم لاعلمی میں ہو جائے تو کیا اس کی بخشش ہو جاتی ہے؟

جواب:

بخشش تو ہو جاتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی قوالی سُنی ہے یا دیکھی ہے؟ دیکھنے اور سننے کے علاوہ یہ ہوتا ہے کہ قوالی آپ پر وارد ہوئی ہو اور آپ صاحبانِ حال میں شامل ہو گئے ہوں۔ حال کا معنی یہ ہے کہ اپنے آپ سے غافل ہو کے اُس مصرعے کی اصلیت کے اندر وارد ہو کر آپ اپنے حال سے بیگانہ ہو جائیں۔ اُس وقت آپ صاحبانِ حال بن گئے۔ وہ آدمی جو اُس حال میں ہو وہ اپنے آپ میں رقص کرے یا اپنے آپ سے باہر ہو جائے یا جیسے بھی ہو جائے سو ہو جائے' تو اس کو حال ہو گیا۔ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی محفلِ قوالی میں صاحبِ حال ہو جائے' اُس پہ حال وارد ہو جائے' یعنی کہ اپنے آپ سے غافل ہو جائے' جذب میں چلا جائے' اس کے بعد اس کی یہ حالت ہو کہ وہ پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی پتی سے غافل ہو جائے اور اُسے روند ڈالے تو وہ صاحبِ حال نہیں رہے گا۔ یعنی کہ اتنا بے خبر ہو اور اتنا باخبر ہو' اُسے پھول کی پتی سے بھی باخبر ہونا چاہئے کہ وہ پاؤں کے نیچے نہ آ جائے۔ یا اُسے پتہ ہونا چاہئے کہ پاؤں کے نیچے کچھ آئے تو اُسے پتہ لگ جانا چاہئے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لیے اپنی غفلت' اپنی لاعلمی اور اپنے جذب میں اُسے اتنا باخبر ہونا چاہئے کہ اُسے ذرہ ذرہ کا احساس ہونا چاہئے کہ وہ اس وقت بھی ظلم نہ کرے' تو ایسے واقعات کا بڑا خیال ہونا چاہئے۔ انسان ضرور غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جو حکم دیا وہ اس کے اندر ہے' جہاں نہیں جانا اگر وہاں جاؤ گے تو یہ ظلم ہو گا۔ اور جہاں جانا چاہئے تھا وہاں اگر نہ جاؤ گے تو یہ ظلم نہیں ہو گا بلکہ وہ غفلت ہو گی۔ آپ کو یہ فرق سمجھ آیا؟ جو کرنا تھا وہ نہیں کیا' یہ ظلم نہیں ہے مگر جو نہیں کرنا تھا اور وہ کر گئے تو یہ ظلم ہے۔ اس فرق کو ذرا یاد رکھنا۔ غفلت اور کمزوری کو یاد رکھنا' اس کی اور طرح سے معافی ہے اور یہاں ظلم اور طرح سے ہے کہ تم نے چیز کو بگاڑ دیا' اس کا غلط استعمال کر دیا۔

اب بولو ____ اور سوال؟

سوال:

سر عورت اور مرد دونوں کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟

جواب:

اسلام میں تو دونوں کی بالکل ٹھیک حیثیت ہے۔ اس سوال میں کہاں دِقت پیدا ہوئی ہے؟

سوال:

یعنی کہ عورت کم تر ہے یا مرد برتر ہے۔

جواب:

یہ دونوں کے لیے مقرر ہے اور آدمی اس کے بغیر چل نہیں سکتا۔ یہ تو اس زمانے کا جھگڑا ہے' یہ اسلام میں جھگڑا نہیں ہے۔ اسلام میں تو دونوں کا احترام ہے اور عزت ہے۔ وہ اس کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہ اُس کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ **ھن لباس لکم وانتم لباس لھن** وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ دونوں' دونوں کے بغیر ایسے ہیں جیسے بے لباس ہو جائیں۔ دونوں' دونوں کے بغیر نہیں چل سکتے۔ اب یہ جو کم تری اور برتری کا سوال ہے یہ تو کوئی اور ہی سوال ہے' غفلت کا سوال ہے۔ دونوں' دونوں کے لیے Indispensible ہیں۔ دونوں' دونوں کے لیے احترام والے ہیں۔ دونوں' دونوں کے لیے باعثِ عزت ہیں۔ فرض کرو کہ مرد بہت بڑا ہوگیا' بہت بڑا ہو کے بھی اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اگر یہ بہت چھوٹا ہوگیا تو بھی وہ اس کے بغیر نہیں ہے۔ یہ ایک شعبہ ہے جہاں وہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں' وہ رسہ کشی اور Competition ہوتا ہے' وہاں پہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کم تر ہے اور وہ برتر ہے۔ ورنہ کوئی بیٹا یہ ثابت نہیں کرنا چاہے گا کہ وہ ماں سے فوقیت رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ وہ نہیں مانے گا کہ ماں Inferior ہے کیونکہ وہ عورت ہے اور ہم مرد ہیں اس لیے بڑے ہیں۔ اس لیے کوئی بیٹا یہ نہیں کہے گا کہ ہم Superior ہیں اور ماں Inferior ہے۔ بیٹی کو بھی کوئی نہیں کہے گا کہ وہ Inferior ہے۔ یہ جو جھگڑا ہے Superior اور Inferior کا' گھر میں اس کی اور وجوہات ہیں۔ وہاں دونوں کے درمیان Equation نہیں ہوتی۔

ایک اور سوال:

کوئی مانے یا نہ مانے لیکن جو Male chauvinistic سوسائٹی بنی ہوئی ہے اس میں مرد یہ Impose کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ بہت سے Areas میں وہ عورت کے مقابلے میں Superior ہے اور یہ بحث آئے روز سوسائٹی میں ہوتی رہتی ہے۔ حکومت سے لے کر گواہی تک تمام مسائل میں مرد کی کوشش ہے کہ عورت کو اپنے سے کم تر مخلوق ثابت کرے۔

جواب:

سوال اپنے Premesis سے باہر نکل گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ اسلام میں یہ کیا ہے۔ باقی یہ کہ Chauvinism میں اور واقعہ ہوگا' سوسائٹی میں اور واقعہ ہوگا۔

سوال:

سر! مصیبت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کہا جارہا ہے۔

جواب:

ہم تو یہ نہیں کہہ رہے کہ یہ سب اسلام کے نام پر ہورہا ہے۔

سوال:

یہ سارا شریعت آرڈی ننس اور گواہی کا معاملہ جو ہے یہ تمام اس بات پہ لائے جاتے ہیں کہ اسلام میں یہ ہے۔

جواب:

آپ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ لانے والے صحیح لا رہے ہیں یا نہیں لا رہے۔

سوال:

جی میں یہی پوچھ رہا ہوں۔

جواب:

لانے والے صحیح نہیں لا رہے۔

ایک اور سوال:

یہ صاحب یہی پوچھ رہے تھے۔

جواب:

نہیں' یہ پوچھ رہے تھے کہ اسلام میں یہ کیسے ہے۔اسلام تو پھر بنیادکی بات ہے۔ اسلام تو جہاں سے شروع ہوا ہے آپ وہاں ہی جاؤ گے۔ جہاں سے اسلام کا آغاز ہو رہا ہے وہاں پر عورت کا مقام بہت بلند ہے۔ اور جہاں یہ انجام ہوگا وہاں بھی یہ مقام بہت بلند ہوگا۔ درمیان میں تمہاری سوسائٹی کے اپنے نشیب وفراز ہیں اور تمہاری سیاست کی ضرورت ہے' Exigencies ہیں۔ یہ تم آپس میں کرتے ہو۔اس سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے____

اور بولو____ پوچھو۔

سوال:

قرآن پاک میں جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو یہ کیا ہے؟

جواب:

وہاں یہ نہیں کہا گیا کہ عورت Inferior ہوگئی ہے یا آدھی ہوگئی ہے یا تمہارے برابر نہیں ہے۔ صرف یہ کہا گیا کہ جہاں گواہی کا معاملہ ہو اگر کوئی بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔ بھول جانے کا کیوں کہا گیا؟ تم اس کی زندگی کو دیکھو' اس کی ساخت کو دیکھو' اس کی افادیت اور ضرورتوں کو دیکھو۔ جہاں وہ افادیت میں آ رہی ہے وہاں وہ Pain سے گزر رہی ہے۔ جہاں وہ مفید ہوگی وہاں Pain میں ہوگی اور جہاں Pain میں ہوگی تو آپ کو پتہ ہے کہ اگر دانت میں درد ہو' سر میں درد ہو تو یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔اس لیے دوسری عورت کا کہا گیا کہ یہ اس کی گواہی میں اضافہ کرے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ آدھا مرد ہو یا مرد کا سر کاٹ کے رکھ دو تو وہ عورت کے برابر ہوگا۔ ایسی بات نہیں کہی گئی ۔ مطلب یہ کہ یہ کہا گیا کہ اس کو ضرورت ہی ایسی ہے کہ کبھی یہ بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔اس میں آسانی ہے' دقّت کی کوئی بات نہیں۔

سوال:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ **الرجال قوامون علی النساء**۔

جواب:

قوامون کا مطلب ہے کہ مرد کی قوت زیادہ ہے۔آپ جانتے ہیں کہ قوت زیادہ ہے' بے شک رسّہ کشی کرالو۔ قوت اگر زیادہ ہے تو یہ عورت پر فوقیت کے لیے نہیں بنائی گئی بلکہ اگر جنگ کا موقع آ جائے' دشمن کے ساتھ جنگ ہو جائے تو مردوں کو گھر میں نہیں بیٹھ جانا چاہیے ۔ اور اگر عورتوں کو کہیں کہ تم طاقت ور ہو اور تم جا کے میدانِ جنگ میں لڑو تو یہ بے غیرتی ہو جائے گی۔ قوامون کا مطلب یہ ہے کہ جہاں Defence کی ضرورت آ جائے یا اور واقعات آ جائیں تو اپنی قوت کا استعمال کرو' اپنی قوت کو عورتوں کو مارنے میں استعمال نہ کرو۔ قوامون کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری ساخت ایسی ہے' تمہارے وجود کی کیفیت ایسی ہے۔یعنی کہ اگر باکسنگ کا انٹرنیشنل مقابلہ ہو جائے تو کیا مرد اور عورت کی آپس میں باکسنگ ہو سکتی ہے۔ اگر اسے مارو گے تو یہ کمزور ہو جائے گی۔یعنی کہ مرد میں فزیکل فوقیت ہے اور طاقت ہے کہ یہ **قوامون علی النساء** ہے۔

اللہ نے اس کو عورت کے مقابلے میں زیادہ قوت دی ہے۔ لیکن افادیت کا نہیں کہا گیا ہے، عورت کی افادیت زیادہ ہے۔ تمہاری دنیا کے رنگ وبو کے ساتھ اس کا بہت تعلق ہے۔اب ایسی وجوہات نکالنا کہ مرد لوگ اپنے آپ کو بہت Superior سمجھنے لگ جائیں تو اس سے تو سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ ایسا ہے ہی نہیں ہے۔ Best بات وہی ہے کہ تم ایک دوسرے کا لباس ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ تمہارا تعلق ہے۔ اس میں دِقّت کی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال:

Inheritance میں بھی اس کو آدھا رکھا گیا ہے۔

جواب:

یہ جو Inheritance میں اس کو آدھا رکھا گیا ہے اس کی وجوہات الگ ہیں۔ لوگوں نے اس بارے میں بڑی بڑی باتیں لکھی ہیں، بڑے بڑے Jurists نے بہت کچھ لکھا ہے اور پھر Jurisprudence میں کتنے کتنے Chapter لگے ہوئے ہیں۔ تو اس کی کوئی وجوہات ایسی ہیں۔ اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اسلام کے نام پر اس کو قبول کرلو اور اگر وہ پسند ہے تو اپنا حصہ بھی اس کو دے دو۔ قانون کو نہ چھیڑو، وہ جیسا ہے ٹھیک ہے۔ اس کی افادیت وہ جانیں جنہوں نے قانون دیا ہے اور ہم ان کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمایا ہوا مستند ہے۔ ہم سے پہلے جو فقیہہ آئے ہیں جو وہ فرما گئے ہیں یہ صحیح ہے۔ اس کو اس طرح ہی رہنے دو۔ آپ کے پاس اپنی ذات کو چلانے کے، Develop کرنے کے بہت سے واقعات ہیں۔ آپ وہ کرلو۔ اپنے پرانے علم کی اصلاح نہ کرنا، دین کی اصلاح نہ کرنا بلکہ دین کے مطابق اپنی اصلاح کرنا۔

سوال:

مرد یہ کیوں چاہتا ہے کہ عورت اس کا ہر حکم مانے اور نہ بولے اور وہ مرد جو کام کر رہا ہے وہ سب ٹھیک کر رہا ہے۔

جواب:

کچھ لوگ آپ کو ایسے بھی ملیں گے جو یہ کہیں گے کہ مرد جو ہیں وہ عورتوں کا حکم مانتے چلے جا رہے ہیں، جو وہ کہتی ہے وہ کرتے جا رہے ہیں، جب اُس نے کہا کہ آجاؤ تو آگئے اور کہا کہ چلے جاؤ تو چلے گئے۔ وہ Shut up & get out کرتی رہتی ہیں۔ یہ اپنا اپنا واقعہ ہے، اپنی اپنی Equation ہے۔ نہ کوئی عورت آپ کو ایک جیسی نظر آئے گی اور نہ کوئی مرد۔ ہر کسی کی زندگی الگ الگ چلی جارہی ہے۔

سوال:

میں نے یہ اسلام کی برتری کے حوالے سے کہا ہے کہ مرد کے ذہن میں یہ ڈالا گیا ہے کہ اس کو فوقیت ہے۔

جواب:

اسلام نے مرد کے ذہن میں یہ نہیں ڈالا ہے۔ اسلام میں کہیں بھی مرد کے ذہن میں یہ نہیں ڈالا گیا۔ اسلام میں تو دونوں کی عزت کا معاملہ ہے۔ بلکہ اسلام میں مرد کو عورت کی عزت کا محافظ بنایا گیا ہے۔ مرد کی غیرت جو ہے وہ عورت کی عزت ہے۔ مرد اور عورت کو اگر چھوڑ دیا جائے اور یہ بحث نہ کی جائے تو مرد کو بہن کی گالی اس کے لیے قیامت ہے۔ اس کی عزت ہی یہی ہے۔ اس کی اور عزت ہی کوئی نہیں ہے۔ مرد کے لیے اس کی بیٹی اس کی غیرت ہے، اس کی ماں اس کی غیرت ہے۔ اگر کسی نے ماں کی بے حرمتی کردی ہے تو وہ اسے فنا فی السقر کردے گا۔ مرد جو ہے وہ ماں بہن اور بیٹی کے حساب سے غیرت کے اندر للکارا جاتا ہے۔ وہ ان کی پوری طرح عزت کرتا ہے۔ بیوی کے ساتھ اس کا لین دین کا جھگڑا ہوتا ہے، بحث ہوتی ہے، اخبار یں پڑھ پڑھ کے یہ خراب ہوگئے ورنہ تو یہ عزت کا معاملہ تھا۔ جو مرد اور عورت گھر میں جھگڑا کرتے ہیں اور جو مرد اپنی بیوی کو

Inferior سمجھتا ہے تو اس کی ماں اُسے کیا سمجھتی ہے؟ اس کا باپ اس کو کیا سمجھتا ہے؟اس کے بھائی اسے کیا سمجھتے ہیں؟ کیا بھائی اسے Inferior سمجھتے ہیں۔عام طور پر مرد جن عورتوں کو گھر میں Inferior سمجھتے ہیں ان کے بھائی کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ Inferior کہتے ہیں؟ کبھی نہیں کہتے۔

سوال:

وہ کہتے ہیں کہ یہ تو زن مُرید ہے۔اس کی ماں سے پوچھیں' اس کی بہنوں سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور ہمارے بیٹے سے زیادہ دنیا میں عورت کا کوئی غلام پیدا نہیں ہوا۔

جواب:

اندازہ لگاؤ کہ یہ سارے واقعات کیا ہوئے پڑے ہیں۔

ایک اور سوال:

عورت بہت سے مراحل سے گزرتی ہے' ایک عورت جو ماں بھی ہے' بہن بھی ہے' بیوی بھی ہے اور بیٹی بھی ہے' پھر بھی اس کو وہ عزت کیوں نہیں دی جاتی۔

جواب:

ہر جگہ عزت ملی ہوئی ہے۔صرف ایک جگہ ہے جہاں کہہ سکتے ہیں اور وہ خاوند والی بات ہے۔ باقی تو ہر جگہ عزت ملی ہوئی ہے۔ خاوند کے ساتھ تعلق کی یہ ٹریننگ ہوئی ہے کہ اس کے برابر ہونا ہے' ایک دوسرے پر فوقیت جتانی ہے' اس لیے عزت نہیں ملتی۔ فرض کرو کہ تم عزت دینے والے ہو تو جو عزت دے گا اس کو عزت مل جائے گی۔تم رسّہ کشی بند کرو۔

سوال:

اکثر بھائی بھی اپنے آپ کو بہنوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مرد ہوں اور یہ عورت ہے۔

جواب:

نہیں' وہاں مرد عورت کا ہوش نہیں ہوتا۔ وہاں یہ بات نہیں ہوتی کہ Better سمجھتے ہیں یا کم سمجھتے ۔ بھائی تو بہن کی غیرت کے نام پر چلتا ہے۔اب Inferior ہونا یا Superior ہونا جو ہے یہ کسی بیان کی بات نہیں ہے کہ آپ Inferior ہو گئے یا Superior ہو گئے ۔ یہ بات یوں ہے کہ اگر اسلام کے نظام پر چلا جائے تو مرد کی عزت ہے۔

سوال:

کہتے ہیں کہ عورت کو حکم ہے کہ مرد کو سجدہ کرے۔

جواب:

سجدے کرنے کا حکم کہاں ہے۔

سوال:

شاید یہ حکم تھا یا جیسے بھی تھا۔

جواب:

یہ ہندو تعلیم ہے۔ وہاں پر پتی کی عزت ہے بلکہ پتی کی پوجا ہے۔ یہ ہندو سماج میں ہے۔

سوال:

کیا اسلام میں ایسا نہیں ہے؟

جواب:

نہیں، ایسا کہاں ہے۔

سوال:

یہ جو مجازی خدا والا لفظ ہے یہ کیا ہے؟

جواب:

مجازی خدا والا لفظ اس لیے ہے کہ اس کی عزت کرو، یہ اچھی بات ہے۔

سوال:

لیکن ''خدا'' کا لفظ کیوں استعمال ہوا ہے؟

جواب:

خدا کس نے کہا ہے؟ ''خدا'' تو فارسی کا لفظ ہے۔ اسلام تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اللہ ہے۔ وہاں مجازی اللہ نہیں کہا گیا۔ ''خدا'' کا جو لفظ ہے وہ ''خداوندانِ مکتب'' میں استعمال ہوا ہے۔ بچوں کا جو سکول ہوتا ہے وہاں سکول کے استاد کو بھی خداوند کہتے ہیں۔ خاوند سے خداوند ہے۔ خداوند اس کو کہتے ہیں جو Lead کرنے والا ہو، گھر کو کنٹرول کرنے والا ہو، اس کو خدا تو نہیں بنالیا گیا۔ یہ وہ خدا نہیں ہے۔ اس کا نام اللہ ہے۔

سوال:

لیکن سر یہ جو لڑکی اور لڑکے کے حصے کی بات ہے تو ہم خود سے تو نہیں کہہ رہے بلکہ یہ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔

جواب:

میں نے بتایا تو ہے کہ جو کہا ہوا ہے، اسلام نے جو کہا ہوا ہے وہ مان لو۔ بس! بحث نہ کرو۔ اگر یہ کہا گیا کہ الرجال قوامون علی النساء تو مان لو۔ اگر قرآن پاک میں یہ کہا گیا کہ وہ تمہارا لباس ہے اور تم اس کا لباس ہو تو یہ مان لو۔ میں نے یہ کہا ہے کہ مذہب کو دوبارہ Discuss نہ کرو، تمہارے پاس Discuss کرنے کے بہت شعبے ہیں، دین کو چھوڑ دو، دین کو قبول کرو، پھر قبول کرلو۔ اس میں بحث نہ کرو۔ اگر آدھا حصہ رکھا گیا ہے تو آدھا حصہ قبول کرو۔ اس کی افادیت وہ جانے جس نے دین دیا ہے۔ یہ بحث نہ کرو کہ اللہ کو لا الہ الا اللہ کہنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ بس قبول کرلو۔ اللہ کے ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے اور کیا نہیں پڑتا؟ بس یہ قبول کرلو۔ اللہ کے رسولؐ، پیغمبر ہیں تو یہ ماننے سے زندگی میں کیا فرق پڑے گا؟ بس یہ قبول کرو۔ یہ عاقبت کی باتیں ہیں، وہ باتیں ہیں جو تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ یہ قبول کرنے سے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے ہیں تو تم مان لو۔ دیکھا تو ہم نے ہے نہیں۔ مان لو تو بہتر ہے۔ اس میں بحث کی بات نہیں ہے۔ تحقیق کرنے کے لیے پوری زندگی پڑی ہے۔ اس میں تحقیق کرو______

آپ کے ذہن میں کیا کوئی اور بات آئی ہے؟ سوال آیا ہے؟

سوال:

یہ جو بات ہو رہی ہے تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مرد اور خواتین کے درمیان .....

جواب:

اب یہ بحث نہیں ہو رہی۔ وہ تو ختم ہوگئی ہے۔

سوال:

میں یہ کہہ رہا تھا کہ مردوں اور عورتوں کے رہن سہن میں جو فرق ہے اس کی وجہ سے یہ تقسیم ہوئی ہے۔ مردوں کا

رہن سہن عورتوں کے رہن سہن سے بالکل مختلف ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ سے گواہی اور وراثت کا قانون بنا ہے۔

جواب:

پہلے آپ اس کو مان لو جو اسلام نے کہا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ بھی مان لو اور اسے چلنے دو۔ جب اس کی افادیت سمجھ آئے گی تو بات سمجھ آ جائے گی۔ اسے قبول کرو۔ اسلام کے اندر داخل ہونے کا آپ کو یہ فائدہ ہے کہ اسلام کے جو Orders ہیں آپ انہیں بغیر چون و چرا کے قبول کرلو۔ اور جہاں بزرگوں نے جو فیصلے کیے ہیں ان کو قبول کرلو۔ پھر باقی زندگی بے شمار فیصلے کرنے کے لیے بچ جائے گی تو وہاں فیصلہ کرو۔

سوال:

آج کل محبت کم ہوگئی ہے اور ذہن میں نفرت آ گئی ہے۔

جواب:

ذہن میں کیسے آتی ہے؟ مجھے یہ بتاؤ ناں ____

سوال:

اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ ذہن میں کیسے آتی ہے تو پھر وہ نہ آنے دوں۔

جواب:

آپ کے ذہن میں آتی ہے؟

سوال:

بالکل آتی ہے۔ غصہ بن کے بھی آتی ہے۔

جواب:

کس کے ساتھ آتی ہے؟

سوال:

بہت سے لوگوں کے ساتھ آتی ہے۔

جواب:

اُتنے ہی لوگوں کے ذہن میں آپ کے ساتھ نفرت ہے۔ آپ کو ان کے ساتھ نفرت ہے اور انہیں آپ کے ساتھ ہے۔ نفرت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ناپسند کرنا یا شکل کی وجہ سے ناپسند کرنا۔ شکل تو اپنی بھی تقریباً اُسی طرح ہوتی ہے۔ پسند اور ناپسند برابر ہوتی ہے۔ رہ گئے اعمال تو وہ آدمی دوسرے کے اعمال کو ناپسند کرے جس کو یہ دعویٰ ہو کہ اُس کے پاس کوئی برا عمل نہیں ہے۔ یعنی کہ وہ شخص نفرت کرنے کا حق رکھتا ہے جس کے پاس اپنا کوئی عمل قابلِ نفرت نہ ہو۔ جب آپ میں یہ بات آ جائے تو آپ ضرور نفرت کرو۔ یہ اس وقت ہو جب آپ کے اندر کوئی بات قابلِ نفرت نہ رہ جائے۔ ورنہ دوسرے سے نفرت جو ہے یہ اپنی قابلِ نفرت بات کو چھپانے کا ذریعہ لگتا ہے۔ یہ Contrivance ہے' آپ نفرت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چل جائے کہ آپ کے اندر کیا چیز قابلِ نفرت ہے۔ لوگوں کو اس وقت برا کہو جب تمہارے اندر برائی نہ ہو' اس وقت لوگوں کو گناہ گار کہو جب آپ کے پاس گناہ نہ ہوں۔ عام انسانوں کو آپ ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے' یہی انسان اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اللہ سے محبت کرنے والے جو ہیں وہ اللہ کی مخلوق کو برا نہیں کہتے۔ وہ دل جو محبت کے لیے وقف ہو اس دل میں نفرت کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ نفرت کی گنجائش دراصل محبت سے محرومی کی دلیل ہے۔ آپ محبت کرتے جائیں تو نفرت کو موقع ہی نہیں ملے گا' نفرت کو

مقام ہی نہیں ملے گا۔ محبت کرنے والے جتنے لوگ ہیں وہ نفرت نہیں کر سکتے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دل Part time محبت بھی کرتا جائے اور نفرت بھی کرتا جائے۔ محبت کرنے والے محبت کرتے جاتے ہیں۔ اللہ سے محبت کرنے والے اللہ سے محبت کرتے جا رہے ہیں۔ ان پر پتھر برس رہے ہیں اور وہ محبت کرتے جا رہے ہیں۔ تمہیں سرکارِ دو عالمؐ نے انتہاء بتا دی کہ پتھر برس رہے ہیں اور آپؐ ان لوگوں کے لیے دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ اس قوم کو ہدایت دے اور اس قوم کو عذاب سے بچا۔ نفرت کا سوال کہیں بھی پیدا نہیں ہوا۔ یعنی کہ سرکارِ دو عالمؐ نے کسی انسان کو نفرت سے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ تم لوگ اسلام کے اتنے نام لیوا ہو اور ابھی تک نفرتوں میں پڑے ہوئے ہو۔ نفرت جو ہے یہ نفس ہے اور تم نفس سے بچو۔ یہ فسادِ نفس ہے۔ کون کون سی چیزیں فسادِ نفس ہیں؟ نفرت، غصہ، حسد، لالچ، کینہ، انتقام، پیسے کی جمع تفریق_____ یہ ساری باتیں آپ بند کر دو۔ ان کو چھوڑ دو آپ_____

اور کوئی سوال_____

ایک دوسرے کے ساتھ Discussion کا مقابلہ نہ کرو۔ آپ نے کوئی Debate تو نہیں کرنی۔ میں ایک بات پھر یاد دلاتا ہوں، کہ یہ جو زندگی ہے اس میں تمام چیزیں موجود ہیں، اس زندگی میں، اس دنیا میں، دوزخ کی خوراک موجود ہے، جنت کا انتظام موجود ہے، جنت میں جانے والے لوگ موجود ہیں، برے لوگ ہیں، اچھے لوگ بھی ہیں، کافر ہیں، مومن ہیں، ہر چیز ہے_____ آپ ایک خاص انداز کا سفر کر رہے ہیں۔ اس میں اُن چیزوں پہ غور کرو جو آپ کو آپ کے سفر کے مطابق کام آنے والی چیزیں ہیں۔ اس میں گھبرانے والی بات نہیں ہے۔ یہ نہ ہو کہ نفرت کا مضمون چل پڑے، پھر یہ نہ سوچ لو کہ گمراہی کیا ہوتی ہے۔ اب گمراہی کی وضاحت کرتے کرتے کہیں آپ گمراہ نہ ہو جائیں۔ آپ یہ پوچھو کہ سیدھا راہ کیسے چلنا ہے۔ اس سیدھے راستے پہ لوگوں کو اپنے سفر کے ساتھ لے کے چلو۔ وہ خیال ہونا چاہئے جس کو آپ Positive خیال کہتے ہیں۔ اثبات والے خیال میں آؤ اور نفی خیال سے بچو۔ حسد کیا ہوتا ہے؟ اس پہ آپ پورا مضمون بول دیں گے۔ مگر حسد کو آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ اس بات کو چھوڑ دو کہ لالچ کیا ہوتی ہے۔ اس سے نکلنے کی کوشش کرو۔ اس سے بچو۔ حسد بری شے ہوتی ہے، لالچ بری شے ہوتی ہے۔ انتقام سے بچو_____

اور سوال کرو_____ بولو_____ غور کرو_____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ برے کے ساتھ نیکی نہ کرنا، یہ سمجھ نہیں آئی_____ اگر ہم برے کے ساتھ نیکی کریں تو ممکن ہے کہ اس کا دل نیکی کی طرف مائل ہو۔

جواب:

آپ کا نیکی کرنے کا جو جذبہ ہے وہ تو اچھی بات ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ ایک مقام پر ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹے آدمی کے ساتھ سچ بولنا منع ہے۔

سوال:

وہ کیا مقام ہے؟

جواب:

جس طرح جھوٹے آدمی کے ساتھ سچ بولنا منع ہے اسی طرح سچے کے ساتھ جھوٹ بولنا منع ہے۔ ورنہ تو سچ، سچ ہی ہے۔ آپ یہ غور کیا کرو، پہچانا کرو، کہ یہ آدمی اتنا جھوٹا ہے کہ اگر اس کو سچی بات بتا دی تو یہ تمہارا راز خراب کر دے گا۔ وہاں سے نجات کا راستہ لے لو۔ ہر آدمی کو ہر وقت ہر بات بتانا مناسب ہی نہیں ہے۔ جو چور ہے وہ کل کو تمہارے گھر میں

چوری کر لے گا' اس لیے اس کو مت بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا ہو۔ اُسے یہ مت بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے۔ اس لیے جو جھوٹا آدمی ہے اس کو سچ مت بتاؤ۔ وہاں سے نکل جاؤ۔ برے کے ساتھ نیکی جو ہے اُس کا مطلب ہے اُس برے انسان کو پالنا۔ ایک کہانی بڑی مشہور ہے جو شیخ سعدیؒ نے لکھی ہے کہ ایک بادشاہ تھا' اُس نے کچھ ڈاکوؤں کو مارا' گرفتار کر لیا' ڈاکو قتل ہو گئے۔ وہاں سے ایک بچہ لے کر اُس نے پال لیا۔ وزیر نے کہا کہ ایسا نہ کرو' یہ ڈاکوؤں کا بیٹا ہے' ڈاکو ہی ہے۔ اس نے کہا ہم اس کے ساتھ نیکی کر لیں تو کیا ہے' بچہ ہے' چھوٹا سا معصوم ہے' پھر بادشاہ نے اُس کو پالا۔ لوگ اُسے کہتے رہے' دانا یانِ فرنگ ِ ایران کہتے رہے کہ جانے دو' اس کو نہ پالو' یہ ڈاکوؤں کا بیٹا ہے' برا ہے' اس کا بیج برا ہے' جانے دو۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں' ہم اس سے نیکی کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ بڑا ہوا تو اندر سے genes کا مضمون شروع ہو گیا۔ اُس نے بادشاہ کے بیٹے کو اپنے لیے الگ رکھا اور باقی سب کو تہہ تیغ کر دیا۔ تو بد کے ساتھ نیکی جو ہے اتنی بری ہے جتنی نیک کے ساتھ برائی۔ یہ مثالیں بتائی ہیں مثالیں بتانے والوں نے کہ دھیان کرو' نیچ نوازی نہیں کرنی چاہیے۔ اُس کا مطلب یہ ہے' نیچ نوازی یہ ہوتی ہے کہ نیچ کے ساتھ نیکی نہ کرو۔ اگر ایک آدمی کو شوق ہے' اُس کو ایک پیارا سانپ مل جاتا ہے' خوب صورت سانپ' جس کے بڑے اچھے رنگ ہوتے ہیں۔ ایسے سانپ بڑے رنگیلے چمکیلے اور زہریلے قسم کے ہوتے ہیں اور بڑے خوب صورت ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا میرا دل کرتا ہے کہ میں اس کو پالوں' دودھ پلاؤں۔ ہزار بار پلاؤ' کروڑ بار پلاؤ مگر یہ نہیں سوچنا کہ وہ ڈسے گا نہیں۔ بُرے آدمی کے ساتھ تم نے نیکی کی تو وہ تمہیں ڈسے گا ضرور۔ کافی لوگ ہیں جو برے آدمیوں کے ساتھ نیکی کرنے کے ڈنگ کھائے ہوئے ہیں' ڈسے ہوئے ہیں۔ سماج میں کبھی نظر دوڑاؤ تو پتہ چلے گا۔ کہتا ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ نیکی کی' اُس نے کیا کیا؟ میرے ساتھ برائی کر دی۔ پھر دوسرے سے پوچھو کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ کہتا ہے کہ میں نے نیکی کی تھی اس کے ساتھ اور وہ برائی کر گیا۔ وہ تھا ہی برا۔ تو برے آدمی کے ساتھ نیکی نہ کرنا۔ اگر ایسا لاعلمی میں ہو تو ہو' ورنہ جانتے ہوئے کہ یہ برا ہے آپ اُس سے بچو۔ نیکی نیک کے ساتھ کرو۔ مدد پہنچانی ہے تو اُس کو طاقت ور بناؤ جو کسی وقت سماج میں نیکی پھیلائے۔ برے آدمی سے بچو' اسے اپنی عاقبت کے ساتھ جانے دو یا اُس کی اصلاح کرو۔ لیکن اُس کو اتنا تعاون نہ دو کہ وہ اپنی بدی میں پکا ہو جائے' پختہ ہو جائے۔ اب بات آسان ہو گئی؟ سمجھ آ گئی؟

ہاں جی! بولیں_____اور پوچھیں_____

سوال:

سر! قرآن کا حکم تو یہ ہے ادفع بالتی ھی احسن یعنی برائی کو آپ اچھائی سے ختم کریں اور نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی اور بزرگانِ دین کا شیوہ بھی یہی رہا کہ برے سے برے آدمی سے بھی وہ اچھے سے اچھے رہے۔

مجھے پتہ ہے آپ نے اسے ایک Exception کے طور پر بیان کیا ہے۔ آپ نے Rule وہی رکھا ہے کہ اچھائی کرنی ہے اور سچ ہی بولنا ہے اور مجھے آپ کی ساری گفتگو یاد ہے کہ آپ نے اسے Exceptional طور پہ بیان کیا ہے' Rule کے طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن جو سوال اُن کے ذہن میں آیا ہے اور میرے ذہن میں بھی آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حکماً یہی ہے اور نبی کریمؐ کا اور بزرگان دین کا بھی یہی ہے کہ بدی کے مقابلے میں بھی ہم نے اچھائی ہی کرنی ہے۔

جواب:

پھر!

سوال:

پھر Technically تو یہ ٹھیک ہے!

جواب:

اب میں اس کا پس منظر بتا رہا ہوں کہ کہاں پر منع ہے یعنی جہاں پر نیکی جو ہے وہ منع ہے' نیکی جو ہے وہ آپ ایسی نہ کرو جس سے اسلام کو نقصان ہو جائے۔ آپ تو ایسے آدمی کے ساتھ نیکی کر رہے ہو جو اسلام کا دشمن ہے۔ وہاں سر قلم کردو۔ آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں' آپ کے کان میں یہ بات سمجھا رہا ہوں کہ جہاں آپ کی State کے خلاف کوئی آدمی ہو اُس کے ساتھ نیکی نہ کرو' وہ State کے خلاف ہے' جہاں آپ کے ماں باپ کے خلاف کوئی آدمی ہو اُس کے ساتھ نیکی نہ کرو' جہاں پر توقیریں ہوں اور عزتوں کا معاملہ ہو وہاں پر اُس برے آدمی کے ساتھ نیکی نہیں کرنی ہے۔ یہ پوری کی پوری تفسیر بتا رہا ہوں اور آپ کو Points بتا رہا ہوں۔ اُس کو سمجھ لو کہ برے آدمی کے ساتھ نیکی جو ہے ایسے ہے جیسے نیک آدمی کے ساتھ برائی۔ بس فقرہ ایسے ہی ہے اور یہ پکا یاد رکھو ہے ہی ایسے۔ برے آدمیوں سے بچنے کا کہا گیا ہے۔ اب اگر آپ اتنے نیک ہو گئے ہیں کہ برے کے ساتھ بھی نیکی کر رہے ہیں تو دھیان کرو کہ ایسی نیکی نہ کرو جس سے وہ تمہارا پایہ تخت اُلٹا دے۔ اگر یہ ہوتا تو کبھی بھی اسلام میں کافروں کے خلاف جہاد نہ ہوتا۔ ورنہ حکم ہوتا کہ اُن کے ساتھ نیکی کرو' جہاد نہ کرو۔ اب یہ قتل کرنا نیکی ہے۔ اب یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کافر کو قتل کیوں کیا گیا؟ یہ نیکی اور طرح کی ہے۔ ''کافروں کو تباہ کردو'' اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ کہاں پر فرمایا' ''تبت یدا ابی لهب'' اندازہ لگاؤ اس کا۔ پورے کا پورا جو ہے یہ نیکی کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بددعا کی قسم کی بات ہے۔ دعا تو اللہ آپ ہی ہے۔

سوال:

بلکہ بعض سزاؤں کے سلسلے میں بھی حکم ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ کرو۔

جواب:

اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے کہ جو لعین ہیں' لعنة اللہ علی الکاذبین۔ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں اور انسانوں کو حکم ہے کہ اس پر لعنت کرو۔ برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

سوال:

یہ تو ٹھیک نہیں ہے کہ اگر ایک برے بندے کو آزاد کر دیا جائے جو دو ہزار بندوں کی زندگی اجیرن کر دے۔ بات سوسائٹی کے خلاف ہے۔

جواب:

وہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ یہ سوسائٹی کے خلاف ہے۔

سوال:

اور یہ ہے بھی Society کے خلاف۔

جواب:

یہ Society کے خلاف ہی تو ہے۔ اچھی بات نہیں ہے۔ میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہے جیسے نیک آدمی کے ساتھ برائی کرنا۔ پھر بھی اس کو میں نے Exception میں رکھا ہے تاکہ یہ قانون نہ بنے۔ بہر حال آپ ایسے نہ بن جاؤ کہ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرتے جاؤ۔ نیکی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نیکی ایک As a قوت قائم ہو جائے۔ اگر آپ نے نیکی As a قوت کمزور کر دی تو پھر آپ نے کیا نیکی کی۔

سوال:

اسی لیے شاید یہ Balance جو اسلام میں ہے کہ جہاں امرِ معروف کا حکم ہے وہاں نہی منکر سے انکار بھی جو

ہے اتنا ہی ضروری ہے۔ اسی طرح جو اچھی چیز ہے اُس کی پائیداری کے لیے ضروری ہے کہ جو بری چیز ہے وہ نیست ونابود ہوتی رہے بیچ میں۔

جواب

ہم نے یہ نہیں کہا۔ ہم نے یہ کہا کہ آپ کا نیکی کرنے کا جذبہ جو ہے وہ کسی نیک کے کام آئے۔ آپ کا مال جو ہے وہ اچھے لوگ کھائیں برے لوگوں کو مت کھلاؤ۔ تمہاری محنتیں جو ہیں نہ وہ غلط لوگوں کے کام نہ آئیں بلکہ اچھے لوگوں کے کام آئیں۔ تم نے اگر خرچ کرنا ہے' کچھ بنانا ہی ہے تو اچھی قسم کی چیزیں بناؤ' کوئی اچھا سا محفل خانہ بناؤ' بدی کے مضامین میں آپ شامل نہ ہوں۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو بات؟

سوال:

جی۔

جواب:

ہاں بولو اب سوال پوچھو۔ ثاقب صاحب آپ بولو! کیا کوئی جھگڑا ہوا ہے؟

سوال:

سر! جھگڑا تو نہیں ہوا۔ اصل میں دو چار دنوں سے یہ نفرت کا سوال میرے ذہن میں یوں آیا تھا کہ جس جگہ میں ملازم ہوں وہاں کئی لوگوں سے ایسا رابطہ ہو جاتا ہے کہ غصہ اپنی ذات کی بناء پر نہیں آتا کہ کوئی میری ذات کو جھٹلائے یا میں کسی کے ساتھ ذاتی ہو جاؤں' یہ بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ کوئی آدمی آئے اور وہ دین کے بارے میں ایسی بات کہے گا' خدا کے بارے میں ایسی بات کہے گا' نبی کریمؐ کے بارے میں ایسی بات کہے گا جو برداشت نہیں ہوتی' میں یہ پوچھ رہا تھا_____

جواب:

اب آپ وہ سب برداشت کر کے آئے ہو' نہ قتل کر کے آئے ہو' نہ قتل ہو کے آئے ہو۔ ہمارے پاس آ گئے ہو وہ واقعہ دیکھ کر قتل نہیں کیا آپ نے' نہ آپ کو کسی نے قتل نہیں کیا۔ وہ شخص جس کے اندر غیرت جاگنے کے بعد غیرت استدلال میں آ جائے یا سوال بن جائے یا پوچھنا پڑ جائے تو پھر اُس میں غیرت نہیں ہے اُس Topic پر۔ میں آپ کو دھیمی دھیمی بات سمجھا رہا ہوں۔ آپ اُسے ایسے سمجھ جاؤ جیسے میں سمجھا رہا ہوں۔ مثلاً آپ کو بڑا غصہ آیا لیکن آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اب میں اِسے جھوٹا کہوں یا کیا کہوں۔ لیکن میں پھر بھی نرم بات کرتا ہوں۔ آپ یہی کہہ رہے ہو ناں کہ غصہ آیا تھا۔ غصہ کرنا تھا اور اگر نہیں آیا تھا تو نہیں کرنا تھا۔ اب اگر مجھ سے جواز مانگ رہے ہو غصہ نہ کرنے کا تو میرے پاس جواز نہیں ہے۔ اگر جواز مانگ رہے ہو غصہ کرنے کا تو یہ بھی میں نہیں دوں گا۔ آپ اپنی فطرت اور اپنے دین کے ساتھ نسبت کے حوالے سے فیصلہ کر لیا کرو۔ جہاں برداشت ہوتا ہے وہاں برداشت کر لو' جہاں نہیں ہوتا وہاں نہ کرو۔ میرے جذبات سے آپ وہاں نہیں چل سکتے۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ کہ لوگ دین کے خلاف بول رہے تھے' پھر؟ وہ خلاف بول رہے تھے اور میں واپس آ گیا۔ اب بتاؤ میں اس میں کیا بتاؤں۔ نہ شاباش دے سکتا ہوں نہ آپ کو برا بھلا کہہ سکتا ہوں۔

یہ الگ بات لُٹ گئی عزت
قیمتی جان تو بچالی ہے

چلو جان بچا کے آ گئے' یہ کافی ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ قتل کر دو' میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر تم کمزور ہو تو دعا کرو یا اللہ مجھے دین کی حفاظت کے لیے کوئی قوت دے۔ اگر طاقت ور ہو تو طاقت دین کے تحفظ میں استعمال کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح ایک آدمی نے آپ کے ابا

حضور کو گالی دے دی' اب مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو؟ اب یہ نہ کہنا کہ ایک آدمی نے میرے والد صاحب کو گالی دے دی' اب میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔ پوچھنے کیا آنا ہے؟ اب کیا Reaction ہوگا؟ آپ بولو۔ وہاں Reaction ہوگا کہ پوچھنے آؤ گے۔ طاقت کا استعمال کرو۔

سوال:

سر! Reaction تو ہوسکتا ہے' یہ قوت کی بات ہے۔ اگر قوت ہو تو ___

جواب:

ہاں قوت کی بات ہے' اب یہ قوت کی بات ہے تو پھر قوت حاصل کرو' یا تو برداشت کرو یا پھر Out burst ہوجاؤ۔ دونوں ہی طریقے ہیں۔

سوال:

سر! یہ قوت کی بات ہے یا جذبات کی بات ہے' جذبے کی بات ہے؟

جواب:

جذبے کی بات بھی ہوسکتی ہے۔ اب اس میں دقت کوئی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو جو محسوس ہوتا ہے ویسا ہی کرے۔

سوال:

سر! اس قسم کے Flare up کرنے والے Elements تو ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں آج کل ___

جواب:

آپ پھر وہی بات کررہے ہیں' Flare up والے جو ہیں آپ اس طرح کے نہ بنو۔ آپ کے اندر ابھی ہوش کا پہلو ہے۔ جس میں ہوش نہیں ہے وہ Flare up ہوگا۔ دقت کیا ہوئی؟ سمجھ نہیں آرہی بات؟ آپ Flare up ہونا چاہتے ہو اور ہوتے نہیں ہو یا پوچھ رہے ہو کہ ہونا چاہیے کہ نہیں ہونا چاہیے۔

سوال:

وہاں ہوجانا چاہیے تھا۔

جواب:

کیا ہوگئے تھے؟ Flare up ہوگئے تھے؟

سوال:

میں تو صرف اپنی بات کررہا ہوں۔

جواب:

اپنی ہی بات کرو' دوسرے کی چھوڑو۔ بے شمار لوگ ہیں جو Flare up ہوتے ہیں اور جو نہیں ہوتے۔ اپنی بات بتاؤ۔

سوال:

جتنی میری قوت ہے اُتنا میں ہوگیا تھا۔

جواب:

اگر جتنی قوت تھی اُتنے ہوگئے تھے تو پھر آپ کے لیے داد ہے' یہ اچھی بات ہے۔ پھر آپ کا سوال تو کوئی نہ رہ

گیا۔

سوال:

میرے سوال کا مقصد یہ ہے' صرف یہ پوچھنا تھا کہ اگر یہ حالات چلتے رہے تو یوں گزارہ نہیں ہوتا۔

جواب:

پھر گزارہ نہ کرنا۔ یہ آسان سی بات ہے۔ گزارہ نہیں ہوتا تو گزارہ نہ کرنا۔ پھر کیا ہوگا؟ اُس کا انتظار کرو۔ کہتے ہیں کہ گزارہ نہیں ہوگا' جب گزارہ نہ ہوا پھر کوئی بات شروع کر دینا' تب کوئی واقعہ ہوجائے گا۔ ابھی تو آپ کا گزارہ ہورہا ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ برداشت نہیں ہوگا۔ کب؟ جب برداشت نہیں ہوگا۔ اُس وقت بتانا کہ یہ برداشت نہیں ہوا۔ ابھی تو آپ برداشت کرتے جا رہے ہو۔ ابھی آپ کے جذبات جو ہیں ذرا کمزور ہیں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ پہ رحم فرمائے اور سب پر بھی۔ سماج کے ساتھ نفرت نہ کرو' آپ اللہ اللہ کرو۔ آپ گھبرا کیوں گئے ہو؟ وقت کیوں ہوگئی ہے؟ آپ تو نفرت میں بیٹھے ہیں' غصے میں بیٹھے ہیں۔

سوال:

سر! یہ بات نہیں ہے۔

جواب:

پھر کیا بات ہے' بتاؤ نا آپ!

سوال:

بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے پاس اس نشست میں بیٹھتے ہیں تو ایک بہت خوبصورت تجربے سے گزرتے ہیں اور آپ سے سنتے ہیں' سیکھتے ہیں اور اُس کے بعد کسی دوسرے ماحول میں جاتے ہیں تو وہ Contrast اتنا ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تکلیف دہ ہوجاتا ہے۔

جواب:

پھر!

سوال:

تو آپ سے جو یہ سوال کررہے ہیں وہ شاید کوئی Strength مانگنے کے لیے ہے یا دعا کے لیے کہہ رہے ہیں۔

جواب:

ایک بات تو یہ ہوئی کہ اس نشست میں آنے کے بعد آپ اُس دوسری طرف چلے گئے تو بڑا کمزور واقعہ ہوگیا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کمزور واقعات میں رہنے کے بعد آپ اس نشست میں آگئے اور یہ اچھی بات ہوگئی۔ آپ کون سی بات اچھی سمجھتے ہیں؟ یہاں پر آپ رہتے ہو تو ٹھیک ہوتے ہو اور پھر آپ وہاں جاتے ہو تو وہاں بڑا برا لگتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ وہاں پر رہنے والے لوگ ہو اور پھر آپ یہاں آجاتے ہو تو یہ کتنی اچھی بات ہے۔ اس کو اچھی بات سمجھو کہ آپ اُس ماحول سے چلتے چلتے یہاں آگئے اور آپ کو قدرت کی طرف سے ہفتے میں ایک آدھ گھنٹے کا یہ ماحول مل جاتا ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ وہاں آپ زیادہ وقت گزارتے ہو' مہینے کے زیادہ دن آپ وہاں گزارتے ہیں اور ایک آدھا دن یہاں گزارتے ہو تو یہ آپ کے لیے بہتر ہے۔ یا تو اُتنے دن آپ یہاں گزارنے والے بنتے تو پھر میں آپ کو بتاتا کہ دیکھو وہاں کا وقت کیسا ہے۔ میرے پاس آپ نے آنا ہے' میں اگر آپ کو جذبات کی آگ لگا کر بھیج بھی دوں تو وہاں جا کر آپ بجھ جاؤ

گے۔تمہارے پاس نہ وہ وقت ہے اور نہ وہ قوت ہے۔تھوڑی دیر کے لیے آپ آئے ہو اور اپنی پریشانی سے آسودہ ہونے کے لیے آپ آ گئے' ہفتے میں ایک دن یا دو ہفتے میں ایک دن تھوڑی دیر کے لیے آپ آ جائیں۔ میری طرف سے یہاں کا ماحول وہاں لے جانے کی تو تمہیں اجازت ہی نہیں ہے۔اور نہ میں نے کہا ہے کہ وہاں جا کے تم چراغ جلاؤ۔ابھی تو میں نے کہا یہاں ہم ملتے ہیں' بیٹھتے ہیں' آؤ ہم اُس پریشان حالی سے گذر کر اب آسودہ حالی کا تھوڑا تجربہ کریں۔ یہ تو ہم نے کہا نہیں ہے کہ ہم نے کوئی انقلاب بپا کر دیا ہے۔ ہم نے کچھ بھی نہیں کہا' صرف آرام سے بیٹھے ہیں۔اس لیے اس بیٹھنے کو غنیمت سمجھیں۔وہاں کے حالات جو ہیں وہ تو ابھی رہیں گے آپ کے ساتھ۔یا تو یہ ہو کہ یہاں کوئی آپ نے ایسا فیصلہ کر لیا ہو کہ کل سے ہم سماج میں یہ کام کریں گے مگر ایسا نہیں ہے۔آپ یہاں ہفتے کا انتظار کرو' پھر یہاں اپنی بات ہونی ہے' باقی اور باتیں ہونی ہیں۔ بات سمجھ آئی۔ پھر آپ نے یہاں گھنٹہ آدھا گھنٹہ بیٹھنا ہے۔آپ Service کرتے ہو؟ Service آپ نہیں چھوڑ سکتے۔ Retirement کے بعد آپ کو Extension ملنی بہت ضروری ہے۔آج کے واقعات کے بعد آپ کو اور واقعات ملنے ہیں۔اگر دو دن آپ Service سے باہر رہو پھر تیسرے دن آپ ہم سے دعا کراتے ہو کہ یا اللہ رحم فرما۔ہم یہی دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ اس کو نوکری دے دے' اللہ تعالیٰ اُس کو اچھے واقعات دے دے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اُس دنیا میں آپ کو آباد کر دے جس دنیا کو ترک کرنے کا بھی خیال آپ کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ غریبی آپ سے برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔اب واقعات کا عالم تو یہ ہے۔تنہائی آپ سے برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔اب آپ زندگی وہی گذارو جو کہ گذار رہے ہو۔ پھر کیا کیا جائے؟ یہی غنیمت جانو جو یہ ملاقات ہو رہی ہے۔یا آپ کو بادشاہ بنا دیا جائے؟ کیا خیال ہے؟ یا ملک میں انقلاب برپا کر دیا جائے۔جب تک انقلاب بپا نہیں ہوتا آپ آرام سے گذارہ کرو' ابھی اسی میں گذارہ کرو' ابھی یہی وقت ٹھیک ہے۔سماج کے ساتھ ہمارا جھگڑا نہیں ہے۔بڑے بڑے لوگ یہ جھگڑا کر رہے ہیں' انہیں جھگڑا کرنے دو____ آپ اپنا سوال پوچھو!____ بولو____

Independent سوال پوچھو' بغیر کسی بحث کے۔ہاں آپ بولو!

پرویز صاحب پوچھیں____ ثاقب صاحب بولیں____ اور سوال کرو____ حنیف صاحب!

سوال:

سر منطق اور سچائی میں کیا فرق ہے؟

جواب:

پھر وہی بات' کیا آپ نے کتاب لکھنی ہے۔

سوال:

سر ہم نے دیکھا ہے کہ ......

جواب:

کیا دیکھا ہے آپ نے؟

سوال:

سر یہاں یہ Confusion آ رہی ہے۔

جواب:

منطق میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص فلاسفی جاننے والا ہو تو منطق کی Definition پر پہلے دس کتابیں لکھی جاتی ہیں۔آپ سمجھ رہے ہیں ناں بات کو؟ یہ نہ ہو کہ میں آپ کو کوئی غیر منطقی Definition دے دوں۔اتنا تو مجھے پتہ ہے

کہ Logic کیا چیز ہوتی ہے اوراس پر کم از کم پندرہ کتابیں پڑھنے کے بعد کی Definition پھر بھی ادھوری رہتی ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ سوال تو آپ نے بادشاہی والا کر دیا کہ منطق کیا ہوتی ہے؟ اور یہ کہ Logic ہے Truth کیا ہوتا ہے' سچائی کیا ہوتی ہے؟ اب یہ جو ہے اتنا بڑا سوال ہے کہ اس کا جواب نہیں سمجھ آئے گا 'منطق آپ کو کہاں پر Matter کرتی ہے؟

سوال:

جھوٹا آدمی بڑا منطقی ہوتا ہے اور خود کو سچا بتاتا ہے۔

جواب:

کس کو؟

سوال:

ہم لوگوں کو' کم علم لوگوں کو_____

جواب:

آپ کو جھوٹا آدمی سچا نظر آتا ہے۔کیا وہ جھوٹا بھی ہوتا ہے؟

سوال:

کیا پتہ کہ وہ کیا ہوتا ہے۔

جواب:

کیا وہ جھوٹا ہوتا ہے؟

سوال:

نہیں Sir' ہم نے یہ تو Detrmine کرنا ہے کہ وہ غلط آدمی ہے' جھوٹا آدمی ہے۔

جواب:

آپ بات کو سمجھو۔آپ تو منطق کی بات کر رہے ہیں۔کیا جھوٹا آدمی آپ کو سچا نظر آتا ہے یا وہ جھوٹا ہے؟ کیا یہ آپ کے علم میں ہے؟

سوال:

نہیں یہ تو پتہ ہی نہیں چلتا سر! یہی تو Determine کرنا ہے۔

جواب:

اب سوال کیا ہوا؟

سوال:

سچائی یہ ہے ایک آدمی منطق کی رُو سے سچا نظر آتا ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے؟

جواب:

کیا وہ سچا نظر آتا ہے' کیا وہ بندہ آپ کو سچا نظر آتا ہے؟ اور پھر آپ کو شک پڑتا ہے کہ سچا ہے کہ نہیں ہے۔

سوال:

یہ Doubt ہے؟

جواب:

اچھا یہ Doubt ہے۔آپ اس کو یوں حل کریں کہ آپ اپنی وفا کی وابستگی رکھیں۔ جو سچا نظر آئے اس کے ساتھ آپ بھی سچائی کرو' جھوٹے کو اُس کی عاقبت کے حوالے کرو' لیکن اپنے اندر جو ہے منافقت نہ پیدا کر لینا' اس زندگی میں بے شمار سچے ہیں اور بے شمار جھوٹے ہیں مگر آپ کو جہاں کہیں سچ کا شائبہ ملے' سچ کا ذرا بھیDoubt ملے' آپ اُس کے ساتھ وابستگی کریں' اپنے آپ کی اصلاح کریں ورنہ بے شمار سچائیوں سے آپ محروم ہو جائیں گے۔ یہ سوچا کہ پتہ نہیں وہ جھوٹا ہی ہو تو اسے آپ نے چھوڑ دیا۔ پھر سوچا کہ سچا لگتا ہے لیکن پتہ نہیں وہ جھوٹا ہی ہو۔ اس طرح ساری دنیا پھر آپ کو ایسی ہی لگے گی جیسے یہ بھی جھوٹا ہی ہو اور وہ بھی جھوٹا ہی ہو۔ اس طرح آپ کی عمر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ جھوٹا ہے کہ نہیں ہے' اور سچا لگ رہا ہے تو اس کے ساتھ ذرا چل کے دیکھو کہ کیا حالات ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ سچائی کے بارے میں ایک ہی بات آپ کو یاد ہونی چاہئے کہ سچا اُس وقت ملے گا جب آپ سچے ہو جائیں گے۔ سچائی کیا ہے؟ آپ کا نام۔ سچ کس کا نام ہے؟ آپ کا نام۔ جب آپ سچے ہوں گے تو کائنات خود بخود سچی ہوتی جائے گی۔ اپنی منافقت سے بچو۔ اپنے اندر سے Hypocritical attitude نکالو۔ آپ سچے ہو جاؤ۔ سچا آدمی جو ہے وہ سچ کو پائے گا یا سچا آدمی ہی سچے کو پائے گا۔ جب تک آپ سچے نہیں ہوں گے آپ کو سچا نہیں ملے گا۔ کوئی جھوٹا آدمی کسی سچے آدمی کے ساتھ تعارف نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ اپنے اندر کا خیال ہے۔ اپنے آپ کا خیال ہے۔ اپنی اصلاح کرو۔ اپنے اندر The Truth پیدا کرو۔ وہ پیدا ہو جائے گا۔ باقی یہ کہ Logic کے اندر نہ پڑو۔ Logic کیا ہے۔ فلسفی نے کبھی خدا کو دریافت نہیں کیا۔ فلسفی صرف فلسفی ہوتا ہے۔ کیا آپ ابھی غصے میں آئے ہیں؟ آپ ابھی Irritated ہیں' کیا کسی سے جھگڑا کیا ہے؟ ابھی ابھی ہوا ہے یہ۔ آج آپ دیر سے بھی آئے ہیں۔ کہیں کوئی بات ہوگئی ہے اور آپ کو معاف کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے اور یاد رکھنے کی طبیعت نہیں چاہتی اُس کو۔ یہ آدمی اچھا ہے مگر برے خیال میں پھنس گیا۔ اسے کہو کہ اچھا ہو جائے۔ آپ ہر چیز کو معاف کر دو۔ اپنے آپ کو بھی معاف کر دو۔ واپس آ جاؤ۔ اس ماحول میں واپس آ جاؤ۔ بس اتنی بات کافی ہوتی ہے۔ آپ نے تو اپنا ذہن ہی خراب کر لیا۔

سوال:

معاف کر دیا۔

جواب:

شاباش۔ یہ ٹھیک ہو گیا۔

ایک اور سوال:

انہوں نے مجھے لینے آنا تھا لیکن آ نہیں سکے۔ اس لیے پریشان نہ ہوں۔

جواب:

کیا آپ سے پوچھا ہے میں نے؟

سوال:

نہیں آپ نے نہیں پوچھا۔

جواب:

آپ اپنا سوال کریں۔ واقعات بیان نہ کریں۔ انسان کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو Project کرے۔

وہ سمجھتا ہے کہ میرے دم سے کائنات میں رونقیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ اپنے دم سے ہی ہے۔ بات بھی ٹھیک ہے' یہ اپنے دم تک ہی ہے۔

ہاں جی ____ رائے صاحب بولیں ____ سوال کا موقع ہے بس۔ ایک بات یاد رکھنی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو کوئی صفت عطا فرمائی وہ اُس صفت کے Acknowledge ہونے کا اہتمام بھی خود فرماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کو نظر عطا فرماتا ہے تو نظارے بھی خود ہی مہیا کرتا ہے۔ اب اپنی نظر کو محتاجِ نظارہ نہ بنانا۔ یہ میں وارننگ کے طور پر بات کر رہا ہوں کہ عطائے نظر کو محتاجِ نظارہ مت بناؤ۔

یہ نسخہ لکھ لو کتابوں میں کہ جس نے نظر عطا کی ہے نظر کو نظارہ وہ ہی عطا فرمائے گا' جس نے آپ کو ذہن عطا فرمایا' خیال وہ خود ہی عطا فرمائے گا' جس نے دل عطا فرمایا ہے وہ دلبر بھی عطا فرمائے گا' جس نے گلا عطا فرمایا ہے وہ سامعین خود ہی پیدا کر دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ آج تک ایسے کبھی نہیں ہوا کہ گلا عطا فرمائے اور سامعین کا ذوقِ سماعت نہ پیدا کرے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ ذوقِ سماعت وہی پیدا کر رہا ہے جو آپ کے اندر نغمہ پیدا کرے گا۔ اس لیے آپ اپنی صلاحیتوں کو دریافت کرو' اپنی خوبیوں کو دریافت کرو' خوبیوں کا تحفظ کرو لیکن خوبی Acknowledge کرانے میں زور نہ لگانا کیونکہ وہ خود بخود ہو جائے گی۔ عین ممکن ہے کہ ابھی وہ Time نہ ہو Acknowledge ہونے کا۔ اس لیے خوبیوں کو Preserve کرو۔ میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ انہیں Preserve کرو Destroy نہ کرو۔ خوبی Preserve ہوگئی تو Acknowledgement کا Time وہ خود ہی پیدا کرے گا۔ ایک آدمی جو حکیم تھا آپ کو ملا' وہ ایک بوٹی اکٹھی کر رہا تھا اور اُس میں سے کوئی دوائی بنا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے یہ دوائی ایک خاص قسم کی بیماری کو دور کرے گی۔ کہتا ہے کہ وہ بیماری تو دنیا میں ہے نہیں' آپ کون سی بیماری کی بات کر رہے ہیں' ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں یہ ایک واقعہ یوں ہو جائے تو یہ اُس کا علاج ہے۔ ابھی وہ بیماری پیدا نہیں ہوئی جس کا علاج اُس نے پیدا کر لیا ہے۔ اب ادھر سے علاج پیدا کیا اور اُدھر سے بیماری پیدا کر دی' تو علاج اور بیماری ضرور مل جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کمال کیا ہے' دنیا کے اندر فن پیدا کر دیا ہے' خوب صورت بات رکھی ہے کہ جس کو جو چیز عطا فرمائی ہے اُس کی Market خود پیدا کر دی ہے اور اُس کی پذیرائی کرنے کا موقع بھی خود پیدا کیا۔ کوئی حسن ایسا نہیں ملے گا جس کو چاہنے والا نہ ملا ہو۔ ہر حسن کو چاہنے والا ملے گا۔ اب گمراہ کہاں ہوتا ہے انسان؟ جو یہ سمجھتا ہے کہ میں حسن ہوں اور چاہنے والے اندھے ہوگئے ہیں، یہ جھوٹ بولتا ہے۔ حسن اگر ہے تو خود بخود چاہنے والا مل جائے گا۔ اپنے آپ کو حسن سمجھنا اور چاہنے والوں کے اندھے پن کا گلہ کرنا' یہاں سے گمراہ ہوتا ہے انسان کہ میں سب سے اچھا آدمی ہوں' لوگوں کو سمجھ نہیں آتی' یہ بیوقوف لوگ ہیں۔ اب یہاں سے گمراہ ہو گیا بندہ۔ اچھے کو اللہ تعالیٰ خود بخود Acknowledge کرا دیتا ہے۔ آپ اندازہ لگاؤ پیغمبروں کی بات' حضور پاکؐ کی بات دیکھو کہ کون سے زمانے میں کلمہ ہم پر آیا' صداقت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی اتنے دور ہم کھڑے ہوئے اس کلمے پر اپنی جان نثار کرتے جا رہے ہیں۔ صداقت کہاں سے چلی' کس زمانے سے چلی ہے اور آج تک ہمارے پاس چلی آ رہی ہے۔ صداقت کے اندر اعتمادِ صداقت کا یہ عالم ہے کہ آج تک آپ لوگوں کے اندر' یہ آپ کا ایمان ہے۔ اندازہ لگائیں۔ اس پر آپ نے اور کوئی تحقیق نہیں کی۔ بس یہ ہمارا ایمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں پیغمبری عطا ہوئی' وہاں اُمت ضرور عطا ہوگی۔ یہ اللہ کے کام ہیں' اور عطا ہو جائیں گے Followers ان لوگوں کو جن کے پاس خوبی ہوتی ہے۔ حسین کو چاہنے والا مل جائے گا' عقل والوں کو سمجھنے والے مل جائیں گے اور صاحبانِ مرتبہ کو مرتبے مل جائیں گے۔ آپ ایک Time کا' اچھے وقت کا' اچھی خوبی کے ساتھ انتظار کرو۔ اپنی صلاحیتوں کو قائم رکھو۔ اور کسی نے ٹھیک کہا تھا They also serve to only stand and wait اور یہ بڑی سروس ہے۔ اپنی خوبی کا تحفظ کرو۔ خوبی کی مارکیٹ جو ہے وہ

خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ یہ میری بات یاد رکھ لینا' خوبی کو ضائع نہ ہونے دینا۔ مایوسی سب سے بڑا گناہ ہے خوبی کے لیے۔ خوبی کہاں ضائع ہوتی ہے؟ مایوسی سے اور غصہ سے' ان دو باتوں سے خوبی ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ خوبی کے تباہ کن Elements ہیں۔ خوبی چاہے شکل کی ہو۔ کبھی شکل کی خوبی دیکھی ہے آپ نے؟ یعنی کوئی خوب صورت شکل۔ اور جب غصہ آ جائے تو وہ شکل خراب ہو جائے گی۔ وہ شکل مایوس ہو جائے گی تو تباہ ہو جائے گی۔ اپنے آپ پر اعتماد کرو' Wait کرو اس وقت کا جب یہ چیزیں Acknowledge ہو جائیں۔ Acknowledge کس نے کروانی ہیں؟ جس نے خوبی عطا کی ہے۔ اپنی خوبیوں کو مالک کے حوالے سے پہچانو۔ اور اس کو Acknowledge کروانے والا بھی وہی ہے۔ پس انتظار کرو کہ آپ کو صحیح وقت پر ہر چیز مل جائے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔ اگر گلا ہے' گاؤ گے تو سامعین پیدا ہو جائیں گے۔ Wait کرو۔ بے وقت گانا نہ گاؤ۔ ہر چیز کا اپنا وقت ہے۔ بس اس کو پہچاننا ہے تم لوگوں نے۔ اور تم نے کچھ نہیں کرنا۔ اپنی خوبی کو پہچانو' اُسے Preserve کرو اور Wait کرو۔ پھر وہ Acknowledge ہو جائے گی۔ گلہ نہ کرنا۔ ادھر سے اپنے حسن کا دعویٰ کرتے ہو' ادھر سے گلہ کرتے ہو کہ چاہنے والا کوئی نہیں۔ حسن ہوتا ہی چاہنے والے کا نام ہے۔ بس یہی خوبی ہے کہ انتظار کرو۔ ہم اپنے حوالے سے زمانے کو ماپتے رہتے ہیں مگر زمانہ اپنے حوالے سے چل رہا ہے۔ اگر وہ تمہیں اپنے ادراک کا موقع دے تو یہ بڑی بات ہے۔

سوال:

لیکن سر! انتظار کے لیے صبر کی ضرورت ہے؟

جواب:

انتظار کی بات کر رہے ہیں؟

سوال:

انتظار کوئی آسان چیز تو نہیں ہے۔

جواب:

دیکھو کمال کی بات ہے' اس کا ایک فقرے میں جواب دیتا ہوں۔ جس چیز کا آپ انتظار کر رہے ہیں وہ چیز آپ کے پاس ہے۔ یعنی جس چیز کا آپ انتظار کر رہے ہو وہی چیز آپ کے پاس ہے۔ کیونکہ انتظار بے تعلق نہیں ہوتا۔ کیا کہا؟ انتظار بے تعلق نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایک چیز بے تعلق نہیں ہوتی ہے اور وہ انتظار ہے۔ محبوب کا انتظار' محبوب کا حصہ ہے۔ محبوب کی یاد' محبوب کا حصہ ہے۔ یاد ماضی سے تعلق رکھتی ہے اور انتظار آنے والے وقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہ دونوں محبوب کے حصے ہیں۔ بلکہ یہ محبوب ہی ہیں۔ اگر محبوب کا ترجمہ کیا جائے کہ محبوب کیا ہے تو یاد + انتظار = یہ محبوب ہے۔ وہ انسان جو آپ کی یاد اور آپ کے انتظار میں ہو' وہی محبوب ہے۔ تو محبوب سلامت رہنے کا مطلب کیا ہے؟ کہ یاد سلامت رہے اور انتظار سلامت رہے۔ یاد ہے اس کے ساتھ گزرا ہوا زمانہ اور انتظار ہے آئندہ ملاقات کا اہتمام۔ چاہے وہ کسی انداز سے بھی ہو۔ یہی محبوب ہوتا ہے۔ اس لیے وہ انتظار تو بہت آسان چیز ہے۔ انتظار جو ہے اعتماد کے ساتھ ہوتا ہے' اگر اعتماد نہ ہو تو انتظار نہیں ہے۔ اعتماد کس بات کا؟ اپنی صداقت کا۔ اس کے لیے رعایت نہیں مل سکتی۔ اب انتظار میں ہم رعایت نہیں کر سکتے۔ انتظار تو انتظار ہے۔ میں نے آپ کو ایک فقرہ بتایا تھا کہ انتظار ایک ایسا زمانہ ہے جس کو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وصال کے نام پر فراق کا سفر ہے۔ وصال کی امید پر فراق کا سفر ہی انتظار کہلاتا ہے۔ کیا آپ فراق میں سے گزر رہے ہیں؟ کس کے انتظار سے؟ وصال کے انتظار سے۔ اور یہ بڑی عطا ہے۔ یہ محبوب کی عطا ہے۔ اُس کی یاد میں یہ سفر کٹ رہا ہے۔ انتظار کو تو لوگوں نے بعض اوقات وصال سے بھی زیادہ Prefer کیا ہے۔ آرزو کے سلسلے میں یہ بات آتی ہے کہ آرزو کا

قیام انتظار سے ہے۔ بعض اوقات کہتے ہیں کہ جب محبوب مل گیا تو یہ بھی آرزو کا بجھنا ہے۔ انتظار جو ہے یہ آرزو کے شعلے کو قائم رکھتا ہے۔ انتظار آپ کو قائم رکھتا ہے اور اُس کو فراق کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہمیشہ ہمیشہ کا انتظار ہے۔ یہ ختم نہیں ہوتا۔ وہ داستانِ فراق ہی ہے' داستانِ الفراق ہے' زندگی ہے داستانِ الفراق۔ وہاں مسلسل فراق ہے۔ جتنا زیادہ فراق ہوگا اتنا Divine ہوگا۔ جتنا زیادہ فراق ہوگا اتنی زیادہ Divinity ہوگی' کیونکہ مکمل Divine مکمل انتظار ہے۔ آپ نے غور کیا ہے بات یہ کہ مکمل Divine کیا ہوتا ہے؟ مکمل انتظار۔ کہ ہم اللہ کو کبھی نہیں پا سکتے' ہم اُس کو یاد رکھتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں۔ اللہ کا محبت سے انتظار اور یہ انتظار قیامت تک ختم نہ ہو ۔

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز

اور یہ دکھ دور نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ اس کو طویل کرتا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وصال جو ہے یہ آرزو کو واپس لینے کا نام ہے۔ دینے والے اپنی آرزو واپس لے لیتے ہیں جب وصال ہوجاتا ہے۔ اس لیے وصال والی بات نہیں ہوتی۔ دلیر روحیں جو ہیں وہ فراق اور انتظار کو ترجیح دیتی ہیں۔ اچھا ہوتا ہے سفر انتظار کا۔ انتظار' آشنا ہوتا ہے۔ یاد' آشنائی ہوتی ہے ____ بلال صاحب بولیں ____ اور کوئی بولے۔

سوال:

دین اور محبت میں کیا Dynamics کچھ اس طرح کی ہیں کہ ابتدا میں تو کچھ قربتیں کچھ صحبتیں اور کچھ ملاقاتیں میسر ہوتی ہیں اور جب انسان ان کا اعلان کر بیٹھتا ہے' اقرار کر بیٹھتا ہے تو پھر فاصلے بڑھ جاتے ہیں' دُوریاں بڑھ جاتی ہیں؛ پھر انتظار شروع ہوجاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ دین سے تعارف سے پہلے تو کچھ انتظار جلدی پورا ہوجاتا ہے لیکن جب واقعی دین کی دہلیز میں داخل ہوجاتے ہیں تو پھر انتظار کے لمحے زیادہ طویل ہوجاتے ہیں۔

جواب:

دیکھو یہ سوال سمجھنا مشکل ہے۔

سوال:

جی۔

جواب:

سوال یہ ہے کہ دین میں جب ذات کا' محبت کا مقام آجائے' تو اور کیفیت ہے۔ جب ذات کے بعد Code کا' ضابطہ کا عمل ہے پھر اس کی اور کیفیت ہی ہوجاتی ہے۔ یہ ٹھیک بات ہے۔ اب اس میں سارا راز یہ ہے کہ دین کی طرف راغب کرنے والی وہ ذات ہی ہے اور جس کو آپ کہتے ہیں کہ بعد میں کچھ کمی بیشی ہوجاتی ہے' انتظار کروایا جاتا ہے' تو وہ ذات آگے پھر ضابطہ نافذ کر دیتی ہے یعنی قانون' ضابطہ نافذ ہوجاتا ہے کہ یہ کرو وہ کرو' یہ ضابطۂ اخلاق ہے' یہ قانون ہے' ایک خاص نظام پر اللہ اکبر کرو' رکوع کرو' سجود کرو۔ پھر انسان اس میں لگ جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے آپ سے غافل ہوجائے' یہ اُس کو ہوشیار کرنے کے لیے ہے۔ وہ جسے آپ کہتے ہیں کہ دوری ہوجاتی ہے تو دوری نہیں ہوتی۔ یہ اُس کا پورا حصہ ہے۔ وہ ایک بار' پہلی بار جب وہ پکارتا ہے تو وہ پکارتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے پہل ہمیشہ اُس کی طرف سے ہے اور وہ ہمیشہ ہی ساتھ دیتا ہے۔

سوال:

لیکن بزرگانِ دین کے ملفوظات میں اور ان کے کوائف میں بیشتر تو یہی کیفیت ہے کہ ایک دفعہ خدا سے قربت کا لمحہ جو انہیں نصیب ہوتا ہے اُس کے بعد عمر دوسرے لمحے کے انتظار ہی میں کٹتی ہے۔

جواب:

یہ ٹھیک ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا' پھر سن لو کہ تلاش اُس نے کیا جس نے پالیا۔ تلاش کس نے کیا؟ جس نے پالیا۔ پائے بغیر تلاش نہیں کر سکتے۔ آپ جس کو تلاش کر رہے ہو اُس کو آپ پا چکے ہیں۔ یہ ایسا سفر ہے جس میں منزل ہمسفر ہوتی ہے۔

سوال:

سر! اُس میں احساس تو یوں ہو جاتا ہے کہ ایک چیز جو ملی تھی وہ گم ہو گئی ہے۔

جواب:

نہیں وہ گم نہیں ہوتی۔ گم کا تو بتا رہا ہوں۔ اسی کو آپ تلاش کہہ رہے ہیں ناں۔

سوال:

جی۔

جواب:

اصل میں آپ نے تلاش کرنا ہے۔ جو ملی تھی وہ بھی آپ کا تصور تھا۔ اور جو گم ہو گئی ہے یہ بھی آپ کا خیال ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تلاش کا نام ہی ملنا ہے۔ دین میں تلاش کا ہی نام ہے ملنا۔

سوال:

سر یوں لگتا ہے کہ یہ محبوب اور خدا شکل دکھا کے گم ہو جاتے ہیں۔

جواب:

یہ تو آپ کے الفاظ ہیں ناں۔ وہ شکل دکھا کر گم نہیں ہو جاتے بلکہ شکل دکھا کر ہمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اس طرح ہمراہ ہوتے ہیں جیسے آپ کی روح آپ کے ساتھ چل رہی ہو اور آپ اس سے غافل ہو۔ کہتا ہے کہاں ہے میری روح۔ کہتا ہے کہ میں روح کی تلاش میں جا رہا ہوں حالانکہ روح ساتھ ساتھ ہے۔

سوال:

جی وہ ٹھیک ہے کہ دل سے ہر وقت کوئی کہتا ہے کہ ؎

میں نہیں تجھ سے جدا غور سے سن
یہ کہتا تو ہے سامنے نہیں آتا

جواب:

دیکھو یہ کیسی بات ہے' سامنے اُس نے آنا ہی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کے سامنے آنے کا طریقہ ہی اور ہوتا ہے کہ جب تک تیرے سامنے دنیا ہے اُس نے تیرے سامنے نہیں آنا۔ جب ہر چیز تیری نگاہ سے ہٹ جائے گی وہ سامنے آ جائے گا۔ اس کا آمنا سامنا اس وقت ہوتا ہے جب آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوتے ہیں اور آپ اردگرد کے ماحول سے غافل ہوتے ہیں اس وقت وہ سامنے آتا ہے۔ اُس کی Visible form جو ہے آپ کے آنسوؤں کے زمانے میں ہے۔ باقی یہ کہ اس نے سامنے نہیں آنا۔

سوال:

سر! آنسوؤں کا زمانہ بھی تو عطا ہی ہے۔

جواب:

ہاں عطا ہوا' کیوں نہ عطا ہوا' یہ بڑی عطا ہے اور بڑی ہی عطا ہے۔ میرا خیال ہے سب سے بڑی چیز جو ہے وہ یہی عطا ہے۔ جس کو آہِ سحر گاہی عطا ہو جائے اور یہ بڑی عطا کی بات ہے' عبادت سے زیادہ عطا ہے۔ اگر عبادت عطا ہو جائے تو بڑی بات ہے' محبت عطا ہو جائے بڑی بات ہے اور اگر آہِ سحر گاہی عطا ہو جائے تو یہ بہت ہی بڑی بات ہے۔ میں نے آپ کو ایک شعر سنایا تھا پھر سن لو ؎

دشواریِ حیات کبھی مختصر نہ ہو
تیری نگاہِ لطف اگر ہمسفر نہ ہو

اب آپ یہ دیکھو کہ ؎

اتنا ستم نہ کر کہ نہ ہو لذتِ ستم
اتنا کرم نہ کر میری آنکھ تر نہ ہو

اب آپ وہ شعر سنو ؎

میری شب فراق نے دی مجھ کو یہ دعا
دامن میں تیرے آہِ سحر ہو' سحر نہ ہو

تو آہِ سحر ہی رہتی ہے' اور سحر نہیں ہوتی۔ یہ عطا ہوتی ہے کہ وہ آپ کو آہِ سحر دے۔ اقبالؔ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اس سے آپ کا ہر چیز کا مسئلہ حل ہو جائے گا ؎

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
سنبھل اے دل کہ پھر شاید کوئی مشکل مقام آیا

یہ عطا اُدھر سے آتی ہے۔ مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں جب وہ عطا فرماتا ہے تو۔ تو یہ بھی ایک عطا ہے۔ اور کوئی سوال____ اچھا ایک بات دیکھو کہ گدھا' گھوڑا کبھی نہیں بنے گا۔ بس اسی کے اندر ہی سارا راز ہے۔ کوشش' فطرت نہیں بدلتی باقی سب کچھ بدل سکتی ہے۔ کوشش نصیب نہیں بدلتی باقی سب کچھ بدل سکتی ہے۔

سوال:

کوشس تو ہم کرتے ہیں۔

جواب:

کوشش ایک خاص نصب العین کے مطابق Effort کرنے کو کہتے ہیں اور پھر آگے نصیب کیا ہے؟ یہ پھر اللہ کے کام ہیں' جو ناکام ہوگا وہ بھی کوشش ہی کرے گا اور کامیاب آدمی بھی کوشش کرے گا اور ہوسکتا ہے کہ ناکام آدمی زیادہ کوشش کرے بلکہ ہوسکتا ہے کہ چور کی زیادہ محنت ہو جس نے پرائے گھر میں چوری کرنی ہے۔ دوسرے کے گھر میں داخل ہونا' اس وقت جب انسان اپنے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا' رات کے وقت تاریکیوں میں۔ کوشش کو گمراہی کہا گیا ہے اُس وقت تک جب تک نصب العین کی صحت نہ ہو۔ اگر نصب العین گمراہی ہے تو کوشش گمراہی ہے۔ اگر نصب العین صحیح ہے' مقصد حیات صحیح ہے تو کوشش ناکام ہو جائے تب بھی صحیح ہے۔ اس کو پورا انعام ملے گا۔ کوشش کو Achievement بنانے پر اصرار نہ کرنا۔ آپ سمجھ رہے ہیں بات؟ اگر مقصد نیک ہے تو نیک مقصد میں کوشش کا ناکام ہونا بھی قبول ہے اور اگر مقصد برا ہے تو کامیابی سے بدتر اور کوئی چیز نہیں۔ کیا سمجھ آئی؟

سوال:

آپ کہہ رہے تھے کہ فطرت نہیں بدل سکتی تو انسان فطرت کیسے پہچانے؟

جواب:

یہ تو اور سوال ہو گیا۔ آپ کو پچھلا سوال سمجھ آ گیا؟ میں نے کیا کہا ہے؟ اگر مقصد برا ہو تو کامیابی سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ یہ بات سمجھ آ گئی؟ سب سے بُری چیز ہے کامیابی جب کہ مقصد بُرا تھا اور اگر مقصد نیک ہے تو ناکامیابی بھی اچھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ اپنی Intention کے مطابق ماپے جاؤ گے' آپ کا عمل جو ہے وہ نیت سے ماپا جائے گا۔ اب یہ کہ فطرت کو پہچانو' یہ تو الگ کہانی ہے' لمبی داستان ہے۔ ایک دفعہ پہلے یہ سوال ہو چکا ہے' آپ کو یاد ہوگا۔ انسان اپنی فطرت کیسے پہچانے؟ یہ سوال ہوا تھا؟ غالباً آپ ہی نے کیا تھا۔

سوال:

بالکل! بالکل! سب سے زیادہ مشکل بات یہ ہے کہ پہچان کیسے کریں؟

جواب:

پہلی بات یہ پہچانو کہ میں انسان ہوں۔ انسان ہونے کا شرف پہچاننا چاہئے کہ انسان ہونے کا شرف آپ کو کیسے ملا۔ صرف آپ کی بات کر رہا ہوں' یہ جمیع الناس کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ آپ ایک تو یہ کہ انسان ہونے کے ناطے سے اپنے اندر شرف دریافت کریں۔ پھر مسلمان ہونے کے حوالے سے اپنے اندر جو ہے اسلامیت دریافت کرو۔ اور استعداد کے حوالے سے اپنی صلاحیتوں کو دریافت کرو' غور کیا کرو کہ کون سی چیز کیا ہے۔ مثلاً یہ پرندہ ہے' اس کی پرواز کہاں تک جا سکتی ہے' یہ جانور ہے جو فلاں جگہ تک دوڑ سکتا ہے اور آگے نہیں جائے گا۔ ایسے آپ دیکھتے رہتے ہیں۔ اب اسی انسان کو دیکھو کہ یہ کہاں تک جا سکتا ہے' کس Extreme تک یہ انسان جا سکتا ہے۔ اس کو پہچانا کرو۔ پھر اس کے اندر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی استعداد کیا ہے یا آپ کی فطرت کیا ہے' اللہ کے حوالے سے کیا ہے' اللہ کے دین کے حوالے سے کیا ہے' اپنے آغاز کے حوالے سے کیا ہے' اپنے انجام کے حوالے سے کیا ہے' کون سا مال کب چھوڑ کے جانا چاہتے ہو' کون سے حوالے سے آپ جانا چاہتے ہو۔ اس میں اگر Sincere ہو جائیں تو کوئی Confusion نہیں ہے۔ یہ دیکھو کہ چاہتا کیا ہے انسان؟ انسان خواہش کے حوالے سے پہچانے اپنے آپ کو' اپنی آرزوئیں لکھ لے کہ میں یہ چاہتا ہوں' وہ چاہتا ہوں' پھر نتیجہ نکل آئے گا۔ کسی دانا سے پوچھو کہ یہ میری خواہشات ہیں' اب میں کون ہوں؟ پتہ چل جائے گا کہ آپ کون ہیں۔ یہ خواہشات کے حوالے سے ہوگا۔ خواہشات جو ہیں یا تو یہاں رہنے والی ہوں گی یا یہاں سے نکلنے والی ہوں گی۔ جس آدمی کے پاس یہاں رہنے کی خواہشات زیادہ ہیں وہ اور طرح کا آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقسیم کر دیا کہ "**ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ**۔" "تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں" دنیا کا طلب گار جو ہے جب اُسے یہ محسوس ہو جائے کہ میں دنیا کا طلب گار ہوں پھر اپنے آپ کو دریافت کرنے میں آسانی ہوگی۔ اور اگر محسوس ہو کہ میں آخرت کا طلب گار ہوں تو آپ آسانی سے اپنے آپ کو دریافت کر لو گے۔ آپ آخرت والوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ تو دریافت ہو جائے گا۔ اگر آپ دنیا دار ہو تو دنیا داروں کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اس طرح آپ دریافت ہو جاؤ گے۔ جو چیز آپ کو آزردہ کرنے لگے تو سمجھو کہ یہ End ہے۔ یہ سمجھ لو کہ یہاں میں اداس ہو جاتا ہوں اور اس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ یہاں پہ آپ دریافت کر لیں۔ یہ سب اپنی پسند اور ناپسند کے حوالے سے بھی دریافت ہو جاتا ہے' خوشی اور غم کے حوالے سے بھی دریافت ہو جاتا ہے اور اپنے بزرگوں کے حوالے سے دریافت ہو جاتا ہے۔ پتہ چل جاتا ہے۔ آپ مسلمان تو ہو' مسلمان ہونے کے حوالے سے آپ اپنے آپ کو پہچان لو۔ مسلمان ہو تو بس مسلمان رہو' یہ کافی ہے آپ

کے لئے۔

آپ کو میں نے پچھلی بار بتایا تھا کہ کوشش سے نصیب بدلتا ہے یا نہیں بدلتا۔ سمجھ آئی بات؟ کوشش سے نصیب نہیں بدلتا۔ نصیب کی الگ داستان ہے۔ انسان کوشش کرتا جائے آخر وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ ناکام لوگوں نے یا بدنصیب لوگوں نے زندگی میں بڑی کوشش کی ہے۔ بدنصیب جو ہے وہ بدنصیب ہی رہا۔ اُس کو کامیابی والا دائرہ ہی نہیں ملتا۔ وہ کولہو کے بیل اور کنوئیں کے مینڈک کی طرح محنت کرتا رہتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے دائرے میں رہتا ہے اور جن کو نصیب مل گیا اُنہیں بلند پرواز مل جائے گی۔ بس دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کوشش کی بجائے آپ کو نصیب کا مسافر بنائے۔ کوشش کا مسافر ذرا مشکل میں رہتا ہے بیچارہ۔ جو اللہ عطا کرے وہ بہتر ہے۔ ہر آدمی کوشش کرے گا کہ زندگی کو کامیاب کرے' کسی کی ہوتی اور کسی کی نہیں ہوتی۔ ہر آدمی کوشش کرے گا کہ خوش رہے' کچھ لوگ خوش ہوتے ہیں' کچھ نہیں ہوتے۔ کوشش تو سارے کرتے ہیں ____ہاں حنیف صاحب بولیں۔

سوال:

سر! کیا نصیب جو ہے دعا یا عبادت سے بدل سکتا ہے۔

جواب:

میں نے آپ کو جو بتایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اُس کو نصیب کہہ رہے ہیں جو بدلتا نہیں ہے۔ دعا اور عبادت جو ہے یہ آپ ہی کے نام ہیں' راستے والے مسافر کے نام ہیں۔ جو دعا کر رہا ہے اُسے کرنے دو' عبادت کر رہا ہے تو کرنے دو' کوشش کر رہا ہے تو کرنے دو۔ آپ کے حوالے سے جو Ultimate رزلٹ ہے ہم اُس کو نصیب کہہ رہے ہیں۔ آپ کے لیے ہم کسے نصیب کہہ رہے ہیں' جو آپ کا Ultimate End ہوگا۔ راستے میں کوششیں ہیں' دعائیں ہیں' نصیب ہے' اتفاقات ہیں' حادثات ہیں اور واقعات ہیں' سب کو ہونے دو۔ اور Ultimate انجام کیا ہے کہ رامے صاحب فلاح پا گئے۔ اسے ہم نصیب کہیں گے۔ نصیب کسے کہیں گے؟ کہ نجات ہوگئی۔ ہمارے حساب سے یہ نصیب ہے۔ درمیان میں کیا تھا؟ وہ آپ کی Effort تھی۔ کیا نصیب بدل گیا؟ ہم نہیں مانتے کہ یہ بدل جائے کیونکہ نصیب اگر بدل گیا تو پھر ہم دو نصیب مانیں گے' ایک بدلنے سے پہلے اور دوسرا بدلنے کے بعد۔ تبدیل ہونے سے پہلے کیا تھا؟ نصیب تھا۔ اور تبدیل ہونے کے بعد کیا ہوگیا؟ وہ بھی نصیب ہے۔ پھر تو دو نصیب ہو گئے۔ مگر ہم تو ایک نصیب مانتے ہیں' ایک تقدیر مانتے ہیں۔ اس لیے نصیب کی تبدیلی کو ہم نہیں مانتے۔

سوال:

سر! کیا کوشش کو نصیب نہیں کہہ سکتے؟

جواب:

نہیں' کوشش کو نصیب نہیں کہہ سکتے۔

سوال:

جس کا نصیب ہی کوشش کا ہے۔

جواب:

آپ بات کو سمجھا کرو' بحث نہ کیا کرو۔ کوشش کو ہم نصیب نہیں کہیں گے۔ ہم نصیب کو ہی نصیب کہیں گے۔ وہ نصیب جو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کو مل چکا ہے اُس کو ہم کیسے کوشش میں شامل کریں۔ ہمارے ہاں' ہم جو مسلمان ہیں' ہمیں تو کوشش کے بغیر ہی اسلام مل گیا۔ اس میں آپ کی کوشش کیا ہے؟ یہ نصیب ہے۔ کوشش کے علاوہ تمہارے انسان

بننے میں تمہاری کیا کوشش ہے۔ تمہاری کوشش کتنی شامل تھی آنکھ حاصل کرنے میں کوئی ناں۔ دماغ حاصل کرنے میں آنکھ حاصل کرنے میں علم حاصل کرنے میں اور والدین کے حاصل کرنے میں اولادوں کی کیا کوشش ہے۔ آپ کوشش کریں گے تو میرا خیال ہے کہ غلطی کریں گے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے گناہ کے لیے کوشش کی ہو۔ باقی تو ہر چیز آپ کو خود بخود ملتی آ رہی ہے۔ سورج نکلتا ہے سورج ڈوبتا ہے۔ یعنی کہ آپ گھر میں بیٹھے ہو اور آپ کا سفر سورج طے کر رہا ہے۔ آپ کہیں نہ آتے ہو جاتے ہو وہی آپ کا سفر طے کر رہا ہے۔ آپ کی زندگی کا سفر جو ہے سورج طے کر رہا ہے۔ آپ گھر میں بیٹھے ہو اور وہ آپ کو چلا رہا ہے۔ سورج چلتا جا رہا ہے اور بوڑھے آپ ہوتے جا رہے ہو۔ مدعا یہ ہے کہ یہ کوشش کس کی ہے؟ یہ کسی کی کوشش نہیں ہے۔ کوشش جو ہے یہ ایک بھرم ہے ایک وہم ہے ایک خیال ہے۔

سوال:

کیا جنت اور دوزخ بھی نصیب سے ہیں؟

جواب:

جنت اور دوزخ نصیب سے نہیں ہیں۔ جب اللہ نے بتادیا ہے کہ جنت اور دوزخ کیا ہے تو جس آدمی کے پاس شعور ہے وہ ذمہ دار ہے۔ اگر شعور نہیں ہے تو ذمہ دار نہیں۔ جو آدمی پروگرام بناتا ہے وہ ذمہ دار ہے اور جو پروگرام نہیں بناتا وہ ذمہ دار نہیں۔ اتنی بات سمجھ آ رہی ہے؟ نہیں سمجھ آ رہی! جو آدمی پروگرام بناتا ہے وہ ذمہ دار ہے۔ اگر آپ پروگرام میں چلنے والے ہو تو پہلے Calculate کرتے ہو پھر چلتے ہو تو آپ ذمہ دار ہو۔ دوزخ میں جانے سے بچ جانا کیونکہ تم جانتے ہو دوزخ میں جانا بہت بری بات ہے۔ اور ایک آدمی جو ہے وہ پروگرام نہیں بناتا اُس کا پروگرام فطرت خود بنا دیتی ہے۔ تو چلنے دو اس کو۔ جواب وہ وہی ہے جو بااختیار ہو۔ اگر آپ بااختیار نہیں ہیں تو دوزخ جنت یہ آپ کا کام نہیں ہے بلکہ یہ دینے والا کا ہے۔ اب آپ سوچ لو کہ اگر بااختیار رہتے ہو تو ذمہ دار کون ہے۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جو دنیا میں بااختیار نہیں رہتے وہ ذمہ دار نہیں ہیں دوزخ جنت کے۔ پھر جو ہو سو ہو۔ اگر آپ بااختیار ہو آپ جمع تفریق سوچتے ہو آمدن خرچ کا حساب کرتے ہو دن ضائع کرنے اور دن بچانے کا جانتے ہو تو پھر آپ دوزخ جنت کو ضرور سمجھو۔ اگر آپ اللہ کے حوالے سے چل رہے ہو تو اللہ آپ کو جنت میں ہی پہنچائے گا۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں زندگی میں آپ کو پیسہ حاصل کرنے اور خرچ کرنے کا فرق معلوم ہو جائے اور دوزخ جنت کا فرق معلوم نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ کون ذمہ دار ہے دوزخ جنت کا؟ انسان۔ اور جو انسان پروگرام کے ذمہ دار نہیں ہیں تو وہ اور ہیں۔

سوال:

سر! کیا کوشش اور عبادت کہیں یکجا بھی ہوجاتے ہیں؟

جواب:

کوشش اور عبادت یکجا ہوجاتے ہیں کہیں کہیں یہ یکجا ہوسکتے ہیں۔ عبادت کبھی کبھی آپ کے اندر از خود پیدا ہوجاتی ہیں اور کبھی کبھی کوشش سے پائی جاتی ہے۔ کوشش کرو جاگو سوجاؤ نصف شب ہوگئی ہے باوضو ہو جاؤ رونقیں لگا دو اللہ کو یاد کرو۔ یہ سب کوشش سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی آپ کے علم میں نہیں ہوتا اور آپ چل رہے ہیں۔ کبھی کبھی بغیر کوشش کے ہوتا ہے۔ کوشش سے عبادت ہوسکتی ہے۔ عبادت کوشش سے ضرور ہو بلکہ آدھی عمر تو عبادت کوشش سے ہی ہوتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں حیلہ ؎

عشق کی ابتداء عجب عشق کی انتہا عجب
گاہ بہ حیلہ می بُرد گاہ بزور می کشد

پہلا حصہ یہ ہے کہ آپ حیلہ سے چلتے ہو کہ کوشش کوشش ۔اور آخری حصہ' آگے وہ زور آور۔ خود لے جاتا ہے۔ آپ ایک Magnetic Line میں آجاتے ہو۔ بس پھر ٹھیک ہے۔ اب Magnetic Field میں جانا جو ہے یہ ایک واقعہ ہے۔ اُس سے پہلے کیا ہوگا؟ کوشش۔ آگے کیا ہے؟ آگے اُس کا دائرہ ہے' وہ لے جائے جہاں مرضی لے جائے۔ ہاں بولو۔ پوری بات پوچھو____ کوشش سے ہر بات اچھی ہوجاتی ہے۔

سوال:

پیدائش سے پہلے سب انسان بچے کی صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں' پھر اللہ نے کسی کو اچھا نصیب اور برا نصیب کیوں دیا ہے؟

جواب:

کوے نے پوچھا اللہ میاں سے کہ مور کو رنگین پر دیے اور میرے سیاہ کیوں دیے۔ یہ سوال ابھی طے نہیں ہوا۔ جواب نہیں دیا اللہ تعالیٰ نے۔ یہ کہ آپ نے پہاڑ بنائے تو دریا کیوں بنادیے۔ اس کا جواب اُس نے نہیں دیا۔ اُس نے کہا اس کو پہلے پہچانو' دیکھو' پھر ہم آپ کو جواب دیں گے۔ کہ جب تم اپنی زندگی چھوڑو گے پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ میں نے کیسی خوب صورت کائنات پیدا کی ہے۔ یہ وہی سوال ہے کہ اگر ستارے بنائے ہیں تو زمین کیوں بنائی ہے

سوال:

نہیں تھوڑا سا فرق ہے کہ سب انسان تو ایک جیسے ہیں۔

جواب:

یہ کس نے کہا؟

سوال:

مطلب ہے کہ بظاہر وہ ایک جیسے ہیں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ مذہب اور دین آپ کا ہے لیکن یہ بتائیں کہ فلاں شخص کو پیغمبر کیوں بنایا' ہم میں سے کسی کو بنادیتے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ مجھ سے نہ پوچھو کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے بلکہ یہ تیاری کرو کہ میں پوچھوں گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا کہا؟ تم تیار رہو کہ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا' مجھ سے مت پوچھو کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ اب ''کیوں'' نہ کرو اور باقی بات سمجھ لو۔ باقی بات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرق فرق پیدا کیا' رنگ رنگ پیدا کیا' کسی کو پھول بنا دیا' کسی کو پھل بنا دیا' کوئی درخت بنا دیا' کوئی دریا بنا دیا' کیسے کیسے بندے پیدا کر دیے' کوئی چاہنے والا بنا دیا اور کوئی چاہے جانے والے بنادیے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ سب اس کی رونق ہے۔ مثلاً پیدائشی طور پر بندہ سیاہ پیدا کردیا' پیدائشی طور پر اس کا رنگ اور کردیا۔ وہ کرتا رہتا ہے۔ کسی کو Follower' اُمتی بنا دیا اور کسی کو پیغمبر بنادیا۔ کسی کو دنیا میں بدنصیب کردیا اور کسی کو خوش نصیب کردیا۔ کہیں فرعون بنا دیا' کسی کو موسیٰ بنادیا۔ بڑے بڑے درویش اس مقام پر آکر اٹکے۔ پھر انہوں نے کہا کہ

کیہہ جانڑاں میں کون

کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ میں کون ہوں اور یہ کیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ وہ اللہ ہے جو سب کرتا رہتا ہے' آپ ہی فرعون بناتا ہے اور آپ ہی موسیٰ بناتا ہے۔ پھر جھگڑا ہو جاتا اور ہم کہتے ہیں کہ واہ سبحان اللہ۔ موسیٰ علیہ السلام کو کمزوری دے دی اور فرعون کو طاقت دے دی۔ اور وہ خود دور بیٹھ کے یہ دیکھتا رہتا ہے۔ وہ کیا کرتا رہتا ہے؟ یہی کرتا رہتا ہے۔ اب اس کی باتوں پر اعتراض نہ کرو

اور اُسے مانتے جاؤ کہ ایسے ہی ہے۔ اُس نے آپ کو ذاتی طور پر خوش قسمت بنایا۔ الحمدللہ پڑھو، شکر ادا کرو۔ آپ لوگوں کے خوش قسمت ہونے کے امکانات بڑے روشن ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ نے بڑا فیض عطا کر دیا کہ اپنے پیغمبر ﷺ کی اُمت سے پیدا کر دیا۔ یہ بڑا ہی احسان ہے؛ بڑا ہی احسان ہے، بہت کافی بات ہے۔

سوال:

یہ نصیب جو ہے وہ جنت اور جہنم تک ہے یا اُس سے آگے بھی ہے۔

جواب:

اگر آپ وہاں تک نہ جائیں تو کیا گزارہ نہیں ہوتا۔

سوال:

وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ پوچھ رہا تھا کہ کیا بدنصیبی آگے بھی چلے گی۔

جواب:

کیا دوزخ آگے جانی چاہئے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ آپ لوگوں کی بدنصیبی ہے ہی نہیں۔ آپ بدنصیبی کی طرف کہاں سے آ گئے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے پہلے ہی اسلام میں داخل کر دیا وہ خوش قسمت ہیں۔ خوش نصیب آدمی جنت سے بھی آزاد ہے، وہ اللہ کے قرب میں ہے۔ اب آپ کو اس میں کیا دِقت ہے؟ بولو____ آج کھل کے بات کرلو____

سوال:

پھر تو حق کے بغیر ہی مل گیا۔

جواب:

نصیب تو کبھی نہیں بدلے گا۔ کمال تو یہ ہے۔ معافی نصیب میں ہے۔

سوال:

یہ آخرت تک ہو تو ٹھیک ہے۔

جواب:

آخرت سے پہلے آپ عذاب میں سے کیوں گزر رہے ہو۔ یہ بات آپ کو کس نے بتادی ہے۔ اب آپ ایسی بات کر رہے ہو کہ آخرت سے پہلے تھوڑی سی Punismhment تو ہو جائے گی، پھر ہم بخشے جائیں گے۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ Punismhment نہیں ہوگی۔ انسان آخرت سے پہلے کسی عذاب میں سے گزرنا چاہتا ہے، لیکن نہیں؛ آپ لوگوں کے لیے بخشش ہے۔ اگر آپ کے پاس آج کا دن توبہ کا دن ہے تو آج سے پہلے کے گناہ معافی کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اب توبہ کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ضرور پریشان کرنا ہے کہ دوزخ کی سیر کرنی ہے۔ سیر کیوں کرنی ہے، آپ کہیں کہ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ کیا آپ کے پاس وقت ہے؟ توبہ کی توفیق ہے؟ جس کے پاس توبہ کی توفیق ہے اس کو جنت کے چھوڑنے کی جرأت کیوں پیدا ہوئی۔ دوزخ اس کے لیے ہے جو توبہ کے مقام پر اکڑ جائے، مقامِ استغفار پر نہ رُکے۔ کہتا ہے کہ میں نے توبہ نہیں کرنی ہے۔ یہ ابلیس ہے، شیطان ہے۔ انسان جرم بھی کرتا ہے، گناہ بھی کرتا ہے، شیطان نے بھی کیا مگر اس کو استغفار نصیب نہیں ہوئی۔ کہتا ہے کہ میں نے استغفار نہیں کرنی، میری غلطی کوئی نہیں ہے، میرا کیا جرم ہے۔ اور انسان نے کہا کہ یا اللہ ہمیں تو معاف کر دے، استغفراللہ! تو جانے اور تیری کائنات جانے، مجھے تو معاف کر دے۔ جس نے معافی مانگ لی اس کا نصیب درست ہے۔ اگر آپ کے پاس معافی مانگنے کا عمل موجود ہے تو آپ استقامت سے

پہلے کس مقام سے گزرنا چاہتے ہیں۔ آسودہ کیوں نہیں ہوجاتے؟ آگے آپ کے لیے معافی ہے۔ آپ نے اگر کسی کا حصہ رکھا ہوا ہے تو اُسے واپس پہنچا دو ورنہ بخشش ذرا مشکل ہوجاتی ہے۔ کسی اور کا مال' کسی اور کا حق اور کسی کی امانت اگر آپ کے پاس ہے تو اس کو واپس کردو۔ یہ یاد رکھنا' امانتیں لوٹا دو۔ امانت نہیں رکھنی۔ باقی پھر آسانی ہے۔ اب کوئی سوال رہ گیا؟

سوال:

۔۔۔اگر نصیب نہیں بدل سکتا تو پھر نہ کوئی عبادت کرے اور نہ حساب کتاب کرے' نہ کوئی کوشش کرے۔۔۔

جواب:

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ نصیب نہیں بدلتا آپ ان کی طرف سے بات کر رہے ہیں۔ وہ ایسا نہیں سوچتے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اب بھی کہہ رہا ہوں۔ اور جن کا نصیب نہیں بدلتا وہ کوشش کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ مفروضہ بنا رہے ہیں' کہ کوشش چھوڑ دیں گے تو مضمون خراب ہوجائے گا۔ آپ کوشش چھوڑ کے تو دیکھیں۔ مگر آپ نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر آپ کوشش چھوڑنے والے بن جائیں تو نصیب پھر بھی محفوظ ہے۔ یہ بات علمی طور پر سمجھ نہیں آتی۔ اگر یہ بات سمجھ لو تو آدھا مسئلہ یہیں حل ہو جائے گا' قیامت سے پہلے حل ہوجائے گا۔ اگر یقین ہوجائے کہ کوشش سے نصیب کا کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کوشش کردو تو پھر بھی نصیب آپ کے ساتھ ہوگا۔ نصیب ضرور آئے گا۔ آپ کوشش نہ کرو تب بھی آئے گا۔ اور اگر آپ کوشش کریں' جو نصیب میں نہیں ہے وہ کوشش کے باوجود بھی نہیں ملے گا۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ اگر کوشش کا مقصد درست ہے تو پھر تو کوشش کرنا ٹھیک ہے اور اگر کوشش کا منتہیٰ غلط ہے تو کوشش کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

جواب:

یہ تو ایک بات مکمل ہوگئی۔ اب آپ وہ آدمی نہ بدل دیں جس سے یہ بات ہوئی ہے۔ یہ ایک آدمی کا' ایک شعبے کا ذکر ہے جس کو میں نے بات بتائی تھی۔ اب دوسرا آدمی آ گیا۔

سوال:

اگر ایک آدمی کو یہ پتہ چل گیا کہ کوشش سے نصیب نہیں بدلتا تو وہ کوشش بھی چھوڑ دیتا ہے اور اس کو Faith بھی نہیں ہے' اللہ پر ایمان نہیں ہے جس نے اس کا نصیب بنایا ہے اور جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ شخص ایمان کے بغیر اگر چھوڑ دیتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا چھوڑنا بے کار ہے۔ اگر اُسے خدا پر ایمان ہے اور وہ توکل پر چھوڑتا ہے تو پھر تو ٹھیک ہے۔

جواب:

نصیب کا تعلق End سے نہیں ہے بلکہ نصیب کا تعلق اللہ کے بھیجے ہوئے انعام کے ساتھ ہے۔ نصیب یہ نہیں ہے کہ فائنل End کیا ہے۔ ہم مسلمان سے یہ بات کررہے ہیں کہ نصیب وہ ہے جو اس کا انجام ہے۔ اب آپ اس بات کو غیر اسلامی نہ بناؤ۔ جو آپ کا آخری انجام ہے وہ نصیب ہے۔ ''آپ'' سے مراد آپ مسلمان ہیں۔ اب بات کیا ہوئی؟ جو آپ کو ملے گا وہ آپ کا نصیب ہے۔ اگر آپ جنت میں جا رہے ہیں' جیسا کہ آپ ضرور جا رہے ہیں' تو یہ آپ کا Ultimate End ہے۔ اب راستے کا عمل آپ کے لیے Meaningless ہے۔ آپ کو سمجھنے میں دقت ہو رہی ہے؟

سوال:

دِقّت اس لیے ہو رہی ہے کہ ہم تو عمل پر مجبور ہیں۔

جواب:

عمل کرو۔ضرور کرو۔

سوال:

جتنے دن جیتے ہیں عمل تو کرنا ہے۔

جواب:

عمل کرو۔ضرور کرو۔وہ آپ کا مشغلہ ہے۔

سوال:

بے عملی بھی تو ایک عمل ہے۔ہم کچھ نہ کچھ کرنے پر تو مجبور ہیں۔

جواب:

آپ بے شک کرو۔ضرور کرو۔ What are you going to change? آپ کس کو بدل رہے ہو؟ آپ کچھ نہیں بدل رہے' صرف نیکی کا عمل کر رہے ہو۔اچھے انجام کے لیے یہ کرتے جا رہے ہو' کرتے جاؤ۔وہ جو آپ کی Destiny ہے وہ فائنل ہے۔

سوال:

اس کے دوران جو رہا ہے وہ پھر.....

جواب

بات کو سمجھو۔یہ کہنا کہ کیا یہ Destiny کے مطابق ہو رہا ہے یا اس کے خلاف ہو رہا ہے' جو اس کا Net Result ہوگا وہ Destiny ہے۔

سوال:

اگر یہ دوران میں ہو جائے تو۔

جواب:

دوران ہی ہو جائے' کیا فرق پڑتا ہے اس سے۔اپنے حالات کو تراش خراش کر کے جہاں آپ انجام تک پہنچا دیں گے وہی آپ کی Destiny ہے۔عمل سے پہنچاؤ یا بے عملی سے پہنچاؤ۔اس نے پہنچنا وہیں ہے۔اب اس میں گھبراہٹ کیا ہے۔آپ اپنے آپ کو بہت Change کرلو' بہت کوشش کرلو لیکن آپ نے اس نصیب میں پہنچنا ہے۔ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ میں نے دنیا کو ترک کر دینا ہے تو اس کو دنیا کی بادشاہی مل سکتی ہے۔وہ ترک کرنے کے باوجود وہاں تک جائے گا۔فرعون نے کوشش کی' ایک دن میں بہت سے بچے مارتا رہا لیکن وہ بچہ جو نصیب کا بچہ کہلاتا تھا وہ سیدھا اس کے گھر میں تیرتا ہوا آ گیا' ہوا کے دوش پر' پانی کے اوپر۔

سوال:

یہ کیا ہے کہ کسی کے حق میں خوش نصیبی لکھ دینا اور کسی کے حق میں بدنصیبی لکھ دینا۔

جواب:

یہ تو اور آسان سوال ہے۔یہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے براہِ راست مراسم کی بات ہے' اس میں ہم Involved نہیں ہیں۔ہمارا اس سے تعلق کوئی نہیں ہے۔

سوال:

میں نے اور سوال کیا تھا۔

جواب:

بے شک کریں۔

سوال:

وہ رب جو احسن الخالقین ہے' وہ رب جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہتا ہے' وہ انسان کو بدصورت کیوں پیدا کرتا ہے۔

جواب:

وہ رحمٰن اور رحیم رب جو ہے' وہ غفورالرحیم جو ہے' اس کی اور بھی صفات ہیں' آپ ذرا اس پہ غور کریں۔ صفات میں کچھ وزنی بات بھی ہے' کچھ واقعات اور بھی ہیں۔ بلکہ اس کی صفات میں ایک لفظ ''منتقم'' بھی ہے' عزت دینے والا بھی ہے اور اس کا اپنا ارشاد ہے کہ ذلت دینے والا بھی وہی ہے مُذلِ عظیم بھی وہ ہے۔ اُس اللہ کو اس ذہن سے ماپنا جو ذہن اپنے آپ کو بھی نہیں ماپ سکا' یہ انصاف سے بعید ہے۔

سوال:

بے شک یہ زیادہ بعید ہوسکتا ہے لیکن یہاں سوال پیدا ہوا ہے نصیب کا۔ اس صورت میں دل میں یہ سوال آتا ہے کہ جو کم نصیب انسان ہے .....

جواب:

اس کو کس نے کم نصیب کہا ہے۔

سوال:

اس دنیا میں رہتے ہوئے بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب اچھے نہیں ہیں۔

جواب:

پہلے آپ نصیب کو سمجھ لیں۔ آپ نصیب کو سمجھ نہیں رہے۔ اگر ایک انسان دنیا میں بادشاہ ہے' بااختیار ہے' بڑا صاحبِ اقتدار ہے اور وہ فرعون ہے' تو ہمارے خیال میں وہ بدنصیب ہے' نصیب کا تعلق آخرت کی فلاح سے ہے۔ اب بتاؤ کہ کون سا رنگ ہے جو اس کی فلاح میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ کالا رنگ؟ نہیں ہے۔ کون سی غریبی ہے جو آخرت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ یہ Chances اور Choices آپ لوگوں کے اپنے بنے ہوئے ہیں۔ فلاح کے لیے کہیں بھی رکاوٹ نہیں ہے' کوئی شے رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ جو آپ سمجھ رہے ہیں یہ یہاں کی' دنیا کی رکاوٹیں ہیں اور اس کا تعلق اصل بات سے نہیں ہے۔ یہ تو آپ کے اپنے پہناوے ہیں' یہ کہ کہاں بیٹھو اور کیا کھاؤ' کیا کرو اور کیا نہ کرو۔ جس طرح ایک سفر ہو اور آپ گاڑی خریدتے جاؤ' Ultimate انجام تو یہ ہے کہ سفر کا End ہوجائے گا۔ آخر مسجد جاؤ گے۔ کیا اللہ نے کہا ہے کہ میں تمہیں انصاف کر کے دوں گا' میں تمہیں اس کائنات کو برابر پیدا کردوں گا۔ وہ تو آسمان کو بنانے والا ہے' زمین کو بنانے والا ہے' رفعتوں کو بنانے والا ہے' پستیوں کو بنانے والا ہے' دن کے ساتھ رات بنانے والا ہے' اُس نے کب کہا ہے کہ میں برابری پیدا کروں گا۔ کہتا ہے کہ میں تو Variety اور تضادات کا مالک ہوں۔ جہاں اتنا بڑا سورج پیدا کیا وہاں ایک ذرے کو' ایٹم کو پیدا کردیا۔ کہتا ہے کہ کیا تم نے دیکھا ہے میری کائنات کو' یہ پہاڑ ہیں اور یہ ساتھ ہی دریا ہے۔ اب اندازہ لگاؤ' پہاڑ اور دریا' ایک بلند ہے اور دوسرا بہتا ہوا چلا جا رہا ہے' بادل رواں دواں ہیں' زمین بے چاری پست ہے' ہموار ہے۔ اُس نے

آپ کو برابری کا تو کہا ہی نہیں ہے۔

سوال:

دراصل ہم لوگ دنیاوی کامیابی اور ناکامی کو خوش نصیبی اور بدنصیبی سمجھتے ہیں۔

جواب:

دنیاوی کامیابی کے لحاظ سے خوش نصیبی اور بدنصیبی تو آپ کا شعبہ ہے۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ایک آدمی دنیاوی طور پر خوش نصیب ہے اور انجام میں بدنصیب ہے تو اس سے میرا کیا تعلق ہے۔ یہ تو آپ کے اپنے حاصل ہیں۔

سوال:

جن حالات میں انسان پیدا ہوتے ہیں' بعض اوقات پورے پورے طبقات پیدا ہوتے ہیں' بعض پورے کے پورے ملک پیدا ہوتے ہیں' ان کا انجام بھی اچھا نہیں ہوتا' ان کی عاقبت بھی اچھی نہیں ہوتی' اس کے مقابلے میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جو شکل سے لے کے' عقل سے لے کے' اقتدار سے لے کے' عروج سے لے کے' عاقبت بھی اچھی لے جاتے ہیں۔ ایک شخص کو دردانگیز کیفیت میں کیوں پیدا کیا جاتا ہے اور دوسرے شخص کو کیوں ایک خوب صورت ماحول میں پیدا کیا جاتا ہے؟

جواب:

یہ کوئی دردانگیز کیفیت نہیں ہے۔ یہ کیفیت صرف اس وقت دردانگیز محسوس ہوتی ہے جب آپ Destiny کا کوئی مفروضہ بنالیں اور اس مفروضے کو کسی مفروضہ کوشش سے آپ آگے پیچھے کرنا چاہیں۔ اُس نے آپ کو ایک خاص نظام کے تحت پیدا کیا ہے اور ایک خاص مدت کے بعد آپ کے کام کے بیچوں بیچ اُس نے واپس بلا لینا ہے' کام کے دوران واپس بلا لینا ہے۔ پہلے اس سے پوچھو کہ تم نے بھیجا کیوں ہے' پھر پوچھو کہ اس وقت واپس کیوں بلاتا ہے۔ اس Duration کے اندر جہاں آغاز پابند ہے' جہاں انجام پابند ہے' وہاں تم کتنی آزادی حاصل کر سکتے ہو۔ جو یہ دو Ends قابو میں رکھنے والا ہے اس نے تمہیں بھیجا ہے۔ جب تک بھیجنے والے کا پتہ نہ چلے تو بھیجی ہوئی شے اپنا کیا حساب کر رہی ہے۔ یہ نصیب ہے۔ ایک خاص وقت پر چلے جانا ہے۔ اور درمیان میں جو تمہاری کوششیں ہیں وہ ساری کی ساری اپنی جگہ پر بجا ہیں۔ انہیں ہونے دو۔ نصیب کیا ہے؟ یہی نصیب ہے' جس کا اچھا نصیب ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں عزت دیتا ہوں وتعز من تشاء وتذل من تشاء گویا کہ عزت حاصل کرنے کی تمہاری جو کوششیں ہیں وہ بھی اس نے دی ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوشش سے عزت ملے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کوشش کے بغیر ہی عزت مل جائے۔

سوال:

یہ اس دنیا کی بات ہے؟

جواب:

میں دنیا ہی کی بات کر رہا ہوں' دنیا سے باہر کی بات نہیں کر رہا۔ اس دنیا میں کوشش کے بغیر عزت مل سکتی ہے۔ اور جو کوشش سے عزت ملتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اب یہ جو ذلت والی بات ہے یہ سمجھنے والی بات ہے کہ ایسے کیوں ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمان کیوں نہیں کیا۔ یہ بھی سوال ہے۔ اللہ اگر اسلام کو چاہتا ہے تو پھر کافروں کو کیوں طاقت دیتا ہے۔ یہ بھی سوال ہے مگر اللہ تعالیٰ سے آج تک کسی نے نہیں پوچھا۔ شیطان نے پوچھا تھا کہ میں نے تو آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا تھا مگر مجھے کس نے گمراہ کیا تھا۔ اللہ نے کہا کہ تو ابلیس ہے' تو Get Out ہو جا۔ آپ سمجھے بات؟ یہ سوال اللہ تعالیٰ سے یوں نہیں پوچھتے۔ آپ کے پاس کوشش ہے تو آپ کرتے جاؤ' انجام اچھا سوچو' نیت اچھی

رکھو اور کوشش کرتے جاؤ۔ آپ کا نصیب' Destiny مکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس فی کتاب مکنون' وہاں لکھا ہوا ہے' تیار ہے۔ اُسے معلوم ہے۔ کیا اس میں کوئی دِقت ہے؟ آپ نصیب کو مان لو اور کوشش آپ کرتے جاؤ، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اصرار نہ کرنا' تکرار نہ کرنا۔

سوال:

اگر نصیب نے بدلنا ہی نہیں ہے تو کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

بدلنے کے بارے میں دوبارہ میں بتا رہا ہوں کہ اگر نصیب بدل گیا تو پھر دو نصیب ہوں گے' تبدیلی سے پہلے اور تبدیلی کے بعد۔

سوال:

تبدیلی سے پہلے وہ نصیب تھا جو ہم سمجھتے تھے کہ بدلنا چاہیے۔

جواب:

اب فرق واضح ہوا' جس کو ہم نصیب سمجھتے ہیں وہ نصیب نہیں ہے۔ یہی تو میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ جسے ہم سمجھ رہے ہیں وہ نصیب نہیں ہے بلکہ جو اللہ دے رہا ہے وہ نصیب ہے' وہ Final ہوتا ہے۔

سوال:

کیا اُس میں کوشش اور دعا شامل ہیں؟

جواب:

وہ اگر نہ ہوں پھر بھی فائنل ہے۔ آپ کے ساتھ دعا ہے اور آپ کے ساتھ کوشش ہے اور دوسرے آدمی وہاں بغیر کوشش کے پہنچ جائیں گے۔

سوال:

پتہ نہیں کس کی دعا سے پہنچیں گے؟ وہ آپ کی دعا سے پہنچیں گے۔

جواب:

آپ بچوں والی بات کرتے ہیں۔ بہرحال وہ پہنچ گئے ۔ اگر آپ کو دعا بھی مل جائے تو بھی اللہ کے فضل سے پہنچیں گے۔ یہاں جھگڑا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے کوشش سے حاصل کیا ہے۔ کوشش دینے کا جذبہ بھی اللہ کا ہے۔ مسافر کا سفر عطائے منزل ہے۔ کیا کہا؟ جو مسافر کا سفر ہے اور سفر کی کوششیں ہیں یہ ساری منزل کی عطا ہیں۔ منزل خود ہی جذبۂ سفر عطا فرماتی ہے۔ اب بات آسان ہوگئی کہ تم منزل پر پہنچ گئے اور جب پوچھا کہ جو سفر کیا تھا وہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ وہ ہم نے عطا کیا تھا۔ کبھی آپ منزل پر پہنچ جاؤ' اللہ کرے پہنچ جاؤ' اور اگر منزل بولنے والی ہو تو آپ اُس سے پوچھو کہ میں نے یہاں تک بڑی محنت کی ہے' خاص طور پر جب اُس پہاڑی پر چڑھے تو بڑی مشکل تھی' بڑی ہی مشکل سے ہم پہنچے۔ وہ کہے گا کہ وہاں سے ہم نے تمہیں راستہ بتا دیا تھا۔ تم کہو گے جی ہاں۔ وہ کہے گا کہ ہم خود ہی ساتھ تھے۔ کہتا ہے کہ ہم وہاں ایک دریا سے گزرے' وہ آگ کا دریا تھا' ہم آپ کی یاد میں چلتے آئے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہیں محفوظ کرنے والا جو واقعہ ہوا وہ ہم خود ہی تھے۔ تم کہو گے کہ آپ یہاں ہیں یا آپ وہاں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہم یہاں ہیں' ہم وہاں ہیں' ہم تیرے ساتھ ہی رواں دواں ہیں۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہ منزل وہ ہے جس میں منزل خود ہی مسافر کی ہمسفر ہوتی ہے۔ یہ منزل وہ ہے جہاں پہ منزل خود ہمسفر ہوتی ہے' یہ منزلِ دل ہے۔ یہ کون سی منزل ہے؟ یہ دل کی منزل ہے۔ آپ اگر Ph.D کرو گے تو ڈاکٹر کہلاؤ

گئے' یہ تو آسان سی بات ہے' اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ کہتا ہے کہ اب مجھے سروس چاہئے۔ تو وہ قانون کے مطابق کرلو۔ اُس کے لیے آپ کوشش کرتے رہتے ہو اور پھر نوکری مل جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے MBA کیا ہے تب جا کے مجھے سروس ملی ہے۔ آپ یہ کرتے رہو۔ نہ یہ منزل ہے اور نہ وہ کوشش ہے۔ ہم جس منزل کی بات کر رہے ہیں اُس میں کوئی کوشش نہیں ہوتی۔ کس کوشش سے تم نے محبوب کو محبوب کہا؟ وہ تو بنا بنایا محبوب ملا۔ اور چاہنے والا دل بنا بنایا ملا۔ اور پھر سارے کا سارا راستہ بنا بنایا ملا۔ محبت نامہ بنا بنایا ملا ؎

کیا ملے گا سراغِ منزلِ دل
ہم سفر ہوگئی ہو جب منزل

اس لیے سراغ نہیں ملتا۔ پھر نصیب کیا ہے؟ کیا کوشش اور کیا نہ کوشش' کیا نصیب اور کیا نہ نصیب' آپ اس سے بھی نکل جاؤ' وہ جو آپ بات کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ پر ہے کہ بی ایس سی کی ہے' ایم ایس سی کب کی ہے' پی ایچ ڈی کیا ہوتی ہے اور ڈاکٹریٹ کیا ہوتی ہے۔ چھوڑ دو اس کو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نوکریاں قائم رکھے۔ یہ تو قانون ہے' چلتا جائے گا۔ اس میں مَیں کیا دخل دوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دل کو دلبری کے ساتھ جو نسبت ہے وہ نصیب ہے۔ اس میں کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ دل کو دلبر سے جو نسبت ہے اس میں کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اب اس میں مَیں کیا کروں۔ اس کے لیے دعا ہے۔ بڑی کوشش کرو تب بھی کوشش سے آج تک کوئی محبوب نہیں بنا۔ کسی نے بڑی کوشش کی کہ کوئی محبوب بن جائے مگر اُسے وہ کہتا ہے کہ وہ چاہنے والا دوسرے کا محبوب بنے گا۔ اب یہاں پر کوشش کیا کرے گی۔ اس لیے نقلی محبوب' نقلی محبّ اور نقلی محبتیں ہوں گی تو روز جھگڑے ہوں گے۔ یہ واقعہ ہے آپ کی تباہی کا کہ محبت نقلی' محبوب نقلی' محبّ نقلی' چاہت نقلی' جھگڑا نقلی' فسادات ہی فسادات ہیں۔ ہر چیز عذاب ہے اور ہر چیز اپنے مقصد سے باہر ہوگئی ہے۔ وفا بھی نقلی ہوگئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے' کہ کوئی کسی کا ساتھی نہیں ہے' کوئی کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ پھر نصیب کیا ہے؟ ازلی! ازل کیا ہوتا ہے؟ جو مل کے رہے' نہ چاہو تب بھی مل کر رہے' آپ Negative کوشش کرو اور رزلٹ Positive ملے۔ میں اس کو نصیب کہہ رہا ہوں۔ اور ایسا ہے! اور ایسا ہوتا ہے! اور ایسا ہوگا! اور ایسا ہو کے رہتا ہے! کوشش چاہے خلاف ہو مگر تقدیر پھر سامنے ہے' وہ نصیب ہے۔ ایک جگہ بم گر رہے تھے۔ ایک آدمی بھاگ کے پشاور چلا گیا۔ اتفاق سے وہاں بم گر گیا۔ نصیب تمہارا استقبال کرتا ہے۔ نصیب ہی تمہیں روانہ کرتا ہے اور نصیب ہی آگے سے تمہارا استقبال کرتا ہے۔ اس پہ غور کرو کہ اس سفر پر روانہ کرنے والا ہی تھا جو آگے منزل پر استقبال کرنے والا ہے۔ یہ بالکل صحیح بات ہے۔ آپ ذرا مشاہدہ کر کے دیکھو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ آپ کو کبھی ایسا انسان مل جائے جس کی وجہ سے آپ نے سفر کیا ہو اور جو باعثِ سفر ہو اور جو ہم راہِ سفر ہو اور اگر منزل پر بھی وہ Available ہو اور آپ کی کیفیت وہ بیان کرے تو پھر بات بن جاتی ہے۔ ایسا ہو جائے گا۔ تو نصیب کیا ہے؟ کوششوں سے آزاد ہے۔ نصیب کیا ہے؟ جو تم پیدائش سے لے کے آئے ہو۔ وہ پہچان لے گا اور کہے گا کہ یہ وہ ہے۔ کہے گا کہ اچھا آپ آ گئے' ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ کیسے انتظار کر رہا تھا؟ اُسے پتہ ہوتا ہے۔ وہ کہے گا کہ آپ بڑی دیر لگا کے آئے۔ مولانا رومؒ جب ملاقات کے بعد شمس تبریزؒ سے جا کے ملے تو کہتے ہیں کہ آج میں نے آپ کو تین سال کے بعد پایا ہے' آپ کہاں چھپ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم نے تو مجھے تین سال کے بعد پایا مگر میں نے تمہیں بارہ سال کی تلاش کے بعد پایا ہے۔ یعنی کہ پیر جو ہے مرید کی تلاش میں تھا' مرید اپنے پیر کی تلاش میں تھا' دونوں' دونوں کی تلاش میں تھے۔ اب نصیب اور صاحبِ نصیب کیا ہے؟ دونوں' دونوں کی تلاش میں ہیں۔ یہ بات یاد رکھ لینا۔ تم نصیب کی تلاش میں ہو اور نصیب تمہارا شکاری ہے' وہ آ کے رہتا ہے۔ تم اس کو ڈھونڈ رہے ہو اور وہ خود ڈھونڈ کے آ جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو خود ہی آنے دو۔

سوال:

بے شک آئے ____

جواب:

آنے دیا جائے۔ آپ اس کی عطا پر اعتماد کرو۔ بس یہ بات یاد رکھنا' اس کی عطا پر اعتماد کرنا' دینے والا دے گا۔ بعض اوقات تو کیا وہ اکثر اوقات دے گا۔ وہ عطا کرنے والا سوال کرنے والے کے سوال سے بھی بے نیاز ہے۔

تیری عطا کی خوبیاں میری طلب میں بھی نہیں

اس کی عطا تمہاری طلب سے بھی آزاد ہے' تم مانگو یا نہ مانگو دینے والا دے کے رہے گا۔ بات مشکل تو نہیں ہے؟ اس لیے سوال کر کے بات خراب نہ کر لینا کہ اُس نے کیا دینا ہے اور کیا نہیں دینا۔ وہ ساری بات پہلے لکھ چکا ہے۔ وہ عطا کرتا رہتا ہے ____ اب سوال Clear ہوگیا۔ اور کوئی بات ____ بولو ____

سوال:

لگتا ہے کہ یہ سب ایک پیکٹ میں ہے جو Unfold ہوتا رہتا ہے۔

جواب:

یہ سوال پوچھ رہے ہیں یا بات بتا رہے ہیں۔ اور کوئی سوال ____ پرویز صاحب بولیں ____ نہیں تو دعا کریں۔ کیا دعا کریں؟ ____ یہ بات دعا کرنے والی ہے کہ یا اللہ ہمیں یقین ہے کہ آپ نے ہمارا نصیب اچھا بنایا ہے' ہمیں زندگی میں ہمارے نصیب کے ساتھ آشنائی فرمادے۔ ہمیں نصیب آشنا کردے تا کہ ہم دیکھیں کہ ہماری کوششیں ہم کو نصیب کے رُخ سے برعکس تو نہیں لے کے جارہی ہیں۔ یا رب العالمین ہمیں ہمارے نصیب سے آشنا فرمادے۔ ہمیں اس سے آگاہ فرما کہ ہمارا نصیب کیا ہے۔ تُو جانے اور تیری کائنات جانے' ہم اس پہ راضی ہیں۔ ہماری طرف سے جو گِلہ ہے وہ ہم بات سمجھنے کے لیے تھوڑی سی بے باکی کر جاتے ہیں' اس سے گستاخی مدعا نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی کائنات پر راضی سمجھ' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سمجھ۔ ہم تیری کائنات پر' کائنات کے رموز پر' کائنات کے تضاد بلکہ مخفی رموز پر ہر حال میں راضی رہنے والے ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنے راضی رہنے والے بندوں میں شامل کر۔ یا رب العالمین رحم فرما' ملک پر رحم فرما' ملک والوں پر رحم فرما' اس کے حالات بہتر فرما' حاضرینِ مجلس سب لوگوں کو ایک اچھی زندگی عطا فرما' ان کی گھریلو زندگی کو آسان فرما' سماجی زندگی کو آسان فرما' ملکی زندگی کو آسان فرما' ملکی سطح پر کوئی Contribution کرنے کی توفیقِ مزید عطا فرما۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقه ونور عرشه واصحابه اجمعین۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الرحمین۔

ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

ترتیب:

صاحبزادہ کاشف محمود